غزالئ زماں، رازئ دوراں محقق العصر عمدۃ الاذکیاء
فاتح مناظرہ جھنگ شیخ الحدیث والتفسیر قطب العلماء محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام

فتاویٰ اشرف العلماء

مرتب وتحقیق وتخریج

مولانا شیر جہان چشتی

غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں محقق العصر عمدۃ الاذکیاء
فاتح مناظرہ جھنگ شیخ الحدیث والتفسیر قطب العلماء محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام

فتاویٰ اشرف العلماء

(بدر کی)

جلد اول

مرتب وتحقیق وتخریج
مولانا شیر جہان چشتی

نام رسالہ	:	فتاویٰ اشرف العلماء (جلد اوّل)
موضوع	:	فقہ
زبان	:	اُردو
مرتب	:	مولانا شیر جہان چشتی
کمپوزنگ وتحقیق وتخریج	:	مولانا شیر جہان چشتی
تعداد صفحات	:	392
تعداد	:	1100
ناشر رابطہ	:	0300-5321291 - 0317-5032588
ہدیہ	:	
ملنے کا پتہ	:	مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
		احمد بک کارپوریشن راولپنڈی

نوٹ: بحیثیتِ مسلمان کوئی بھی شخص قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں ان کی تصحیح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔
انسان، انسان ہے، اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کوئی غلطی یا خامی آپ کی نظر سے گزرے تو ہمیں اطلاع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔ (ادارہ)

فہرست

مرزائیت کا بیان

سماع موتی

جنازہ کے مسائل

نبی کریم ﷺ کا قبر پہ رونے والی عورت کو نصیحت فرمانا

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مسائل

میلاد النبی ﷺ کے مسائل

صلوٰۃ وسلام کے مسائل

علم المیراث کے مسائل

طلاق کے مسائل

تعویزات کے مسائل

نور وبشر کا بیان

قربانی کے مسائل

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو سیّد الاوّلین والآخرین رحمۃ للعٰلمین خاتم النبیّین

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

کی ذاتِ بابرکات کی طرف منسوب کرتا ہوں۔
جن کے تشریف لانے سے دنیا ضلالت وگمراہی اور جہالت کے اندھیروں
سے نکل کر
رُشد وہدایت اور علم وآگہی سے
روشناس ہوئی۔
اور بالعموم علمائے اُمّت، آئمہ اربعہ، محدثین، صوفیائے کرام
کی طرف
منسوب کرتا ہوں۔

راجیٔ غفران وشفاعت:
شیر جہان چشتی گولڑوی

پیش لفظ

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اخبار الاخیار میں حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک خط میں مرید کو تحریر فرمایا:

سَلَامَةُ الْجَسَدِ فِیْ قِلَّةِ الطَّعَامِ وَسَلَامَةُ الرُّوْحِ فِیْ تَرْكِ الْاٰثَامِ وَسَلَامَةُ الْاِیْمَانِ فِیْ كَثْرَةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ۔

کہ کم کھانے سے جسم تندرست رہتا ہے گناہوں کو چھوڑ دینے سے روح کو سلامتی ملتی ہے اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے سے ایمان سلامت رہتا ہے۔

قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے اندر یہ صفات بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں آپ مرغن کھانے پینے کے زیادہ شوقین نہیں تھے بلکہ حلال و پاکیزہ اور سادہ وکم کھانا پسند فرماتے تھے۔ بلاشبہ روح کی سلامتی گناہوں کے ترک کرنے، چھوڑ دینے میں ہے اسلاف کا یہ وطیرہ رہا کہ گناہ کے تصور سے بھی دور بھاگنا کیونکہ گناہ سے علم چھن جاتا ہے امام شافعی علیہ الرحمۃ جن کا اپنے استاذ وکیع بن الجراح علیہ الرحمۃ کے بارے میں یہ شعر ہے:

شَكَوْتُ اِلٰی وَكِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِی ۔۔۔ فَاَرْشَدَنِیْ اِلٰی تَرْكِ الْمَعَاصِیْ

وَاَخْبَرَنِیْ بِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ ۔۔۔ وَنُوْرُ اللهِ لَا یُهْدٰی لِعَاصِیْ

(دیوان الامام الشافعی)

کہ میں نے استاذِ گرامی قدر سے اپنے سوءِ حفظ کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے ترکِ معاصی کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا نور اس شخص کو عطا نہیں فرماتے جو گناہ گار ہو۔

نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا کیونکہ دستورِ محبت کا ایک اہم فریضہ ہے اسی میں عمارت دین کی سلامتی پنہاں ہے۔ قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اس فریضہ محبت کو بخوبی انجام دیا جب

بھی نبی کریم ﷺ کا نام اطہر لیتے تو ساتھ درود و سلام کا ہدیہ ضرور پیش کرتے۔آپ عاجزی کا نمونہ تھے اور یہی چیز اولاد کو بھی سکھائی۔

آپ کے بڑے صاحبزادے مفتی نصیر الدین علیہ الرحمۃ (جو علم وعمل میں یادگار اسلاف تھے) سے جب بھی فون کے ذریعے کسی مسئلہ کا حل دریافت کیا تو فوراً اس کا جواب دیا اگر اس وقت مصروف تھے تو خود فون کر کے مسئلہ بتایا قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ایک ایسے عالم تھے جنہیں جملہ علوم پر عبور حاصل تھا میراث کے مسائل آپ انگلیوں پہ گن کر حل فرما دیتے تھے لیکن افسوس ہمارے بہت سے مدارس میں میراث کا علم پڑھایا ہی نہیں جاتا جس کے بارے میں حضور رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْتَزَعُ مِنْ أُمَّتِي۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو ہریرہ! علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ، اس لیے کہ وہ علم کا آدھا حصہ ہے، وہ بھلا دیا جائے گا اور سب سے پہلے یہی علم میری امت سے اُٹھایا جائے گا"۔

(سنن ابن ماجہ: 2719، سنن ترمذی: 2091)

قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ: تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، فَإِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوضٌ، وَالْعِلْمُ سَيُقْبَضُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتَّى يَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِي فَرِيضَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم علم سیکھو اور لوگوں کو بھی علم سکھاؤ، تم علمِ میراث سیکھو اور لوگوں کو بھی یہ علم سکھاؤ، تم قرآن سیکھو اور لوگوں کو بھی قرآن سکھاؤ، کیونکہ میں وفات

پانے والا ہوں اور بلا شبہ علم گھٹا دیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے، یہاں
تک کہ دو آدمی حصۂ میراث کے بارے میں باہم اختلاف کریں گے اور
کوئی ایسا شخص نہیں پائیں گے جو ان کے درمیان فیصلہ کر سکے۔

(سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء رقم الحدیث:227)

آج رسمی مفتیوں کی بھر مار ہے نصف علم سے ہم یوں محروم ہیں بلکہ اکثر تو اس کی ابجد سے بھی نابلد ہیں۔ باقی اخلاقی طور پر ہم ویسے ہی کمزور ہیں۔ قبلہ شیخ الحدیث کے علمی تبحر اور التزام آداب نبوت کا اندازہ اس مسئلہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے اس شعر پر اغیار اعتراض کرتے تھے۔

کثرت بُعد قلت پہ اکثر درود
عزت بُعد ذلت پہ لاکھوں سلام

ناچیز راقم نے شرح سلامِ رضا کی چھ سے سات تک شروحات پڑھیں لیکن تسلی نہ ہوئی سب نے بَعد ہی پڑھا لیکن شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بُعد پڑھا اگر بَعد ہو تو ہم میں اور وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہر مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی ہو چمار سے زیادہ ذلیل ہے (معاذ اللہ) پھر قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب ہوگا۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ

ترجمہ: کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے
نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔ [سورۃ المنافقون آیت:8]

قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے فرمایا ایسی کثرت جہاں قلت کا نام ونشان بھی نہیں ہے اور ایسی عزت جہاں ذلت کا نام ونشان ہی نہیں ہے جب کہ نبی کریم ﷺ آغازِ ولادت سے ہی معزز ومکرم تھے۔ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ جب تک حیات رہے کسی بدعقیدہ کو مناظرہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی آج ہمیں جدید مسائل پر بحث کرنے اور ان کا مثبت حل تلاش کرنے کے لیے ایک بھرپور علمی جماعت علماء کی اشد ضرورت ہے جس کی ہمیں بسا اوقات برسر میدان بھی کمی محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم مالک کائنات کے ممنون ومشکور ہیں کہ جس نے نظام الدین رضوی

مصباحی صاحب جیسے جلیل القدر مردان میدان ہمیں نصیب فرمائے کہ جنہوں نے اپنے فن کے بزعم خود ماہر مفتی تقی عثمانی کو بھی اسلامی بینک کاری کے مسائل میں اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور مفتی نصیر الدین علیہ الرحمۃ کی وجہ سے جو علمی خلا پیدا ہو گیا ہے اسے اپنے فضل سے پورا فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس

آپ کے فتاویٰ جات جو تقریباً زیادہ تر پنجابی میں ہیں اُن کو اردو کے قالب میں ڈھالنا کافی مشکل امر تھا لہٰذا اگر قارئین کسی جگہ عبارت کی کوئی غلطی محسوس کریں تو اس سے ادارہ یا مرتب کو آگاہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی تُربت پہ کروڑ ہا رحمتوں کا نزول فرمائے اور انہیں امت مسلمہ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

نوٹ: اگر کسی کے پاس قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے تحریری یا تقریری فتاویٰ جات ہوں تو وہ رابطہ فرمائیں۔

راجئ غفران وشفاعت

شیر جہان چشتی

رابطہ نمبر: 03005321291

سوالات و جوابات

عقائد کے مسائل

سوال: اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور بندے سے کچھ نہ ہونے کا یقین یہ ایمان ہے یہ جملہ کس حد تک درست ہے؟

جواب: یہ ایک خاص ٹولہ ہے جس کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ہے۔ اگر مخلوق سے کچھ بھی نہیں ہوتا تو یہ پیدا کیسے ہو گئے ماں باپ کو شادی کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں، ماں باپ نے کچھ کیا تو پیدا ہوئے یا ویسے ہی پیدا ہو گئے پھر ماننا پڑے گا کہ مخلوق بھی کچھ کرتی ہے تو خلق کے لحاظ سے ہر چیز اللہ رب العزت کی طرف منسوب ہے اور کسب کے لحاظ سے بندوں کی طرف منسوب ہے اسی لیے اللہ فرماتا ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ [سورۃ البقرۃ آیت:286]

ترجمہ: اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔

جو بندہ اچھے کام کرے گا اس کا اجر و ثواب اسے ملے گا جو بُرے کام کرے گا اس کا عذاب اس کو ملے گا۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ [سورۃ الاحقاف آیت:14]

جو وہ عمل کرتے ہیں اس کی جزا ہے نیک عمل کرے گا تو جنت ملے گی بُرے عمل کرے گا تو دوزخ ملے گی۔ اللہ بندے کی طرف نسبت کیوں کر رہا ہے ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾ کیوں فرمایا اور ﴿جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ کیوں فرمایا تو پتہ چلا کہ بندے کا بھی دخل ہے اللہ کا دخل خلق، ایجاد کے لحاظ سے ہے اور بندے کا دخل کسب کے لحاظ سے ہے۔ کسب کا مطلب ہے خداداد قدرت اور ارادے کا تعلق کسی سے قائم کرنا اور خلق کا مطلب ہے اسے عدم سے وجود میں لے آنا۔ تو خلق اللہ کی طرف سے ہے اور کسب بندے کی طرف سے ہے۔

یہاں پر تین مذہب ہیں ایک معتزلہ کا، ایک جبریہ کا اور ایک اہلِ سنّت والجماعت کا۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ پیدا ہونے میں اللہ کا محتاج ہے پھر مختار ہے ایمان لائے یا کفر کرے، نیکی کرے یا بدی کرے اللہ اسے کوئی نہیں روک ٹوک سکتا حتیٰ کہ اللہ کسی کے ایمان کا ارادہ کرے وہ خود کفر کرے تو وہ کافر رہے گا مومن نہیں بنے گا اللہ کا ارادہ پورا نہیں ہوگا بندے کا ارادہ پورا ہو جائے گا یہ معتزلہ کا نظریہ ہے۔

جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ اس طرح مجبور ہے جس طرح مُردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے مُردے کو نہلانے والا اسے دائیں پہلو پلٹے، بائیں پہلو پلٹے، پیٹھ کے بل لٹائے، منہ کے بل لٹائے وہ مُردہ نہ نہیں کر سکتا۔ قلم کاتب کے ہاتھ میں ہو وہ الٹی چلائے یا سیدھی چلائے، تیز چلائے یا آہستہ چلائے قلم کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتی، قلم نہ نہیں کر سکتی تو جس طرح قلم بدستِ کاتب اور مُردہ بدستِ غسال مجبورِ محض ہے اسی طرح وہ بندے کو مجبورِ محض سمجھتے ہیں تو پھر عذاب کیسا، ثواب کیسا جب بدی میں بندے کا دخل کوئی نہیں، نیکی میں بندے کا دخل کوئی نہیں تو نیک کے لیے ثواب کیوں اور بُرے کے لیے عذاب کیوں۔ وہ خالق ہے یہ سب کچھ کیا تو اس نے کِیا پھر عذاب و ثواب کا کیا مطلب ہو سکتا ہے اور اللہ فرماتا ہے:

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ

ترجمہ: تو کیا جو بنائے وہ ایسا ہو جائے گا جو نہ بنائے۔ [سورۃ النحل آیت:17]

کیا خالق اور غیر خالق برابر ہو سکتے ہیں۔

اور اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۫ [سورۃ الزمر آیت:62]

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

میں ہر چیز کا خالق ہوں۔ تو جب بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے تو اللہ ہر چیز کا خالق تو نہ رہا۔ معتزلہ کا مذہب بھی غلط، جبریہ کا مذہب بھی غلط۔ صحیح مذہب ہے اہلِ سنّت والجماعت کا جو پہلی سورت سے ہی ثابت ہے۔

﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اگر ہمارا فعل ہی کوئی نہیں تو "ہم عبادت کرتے ہیں" کا دعویٰ تو نہ رہا۔ ﴿اِیَّاكَ

﴿نَعْبُدُ﴾ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو ہم کیا ہیں اور عبادت کیا ہے ہم عبادت کرتے ہیں کا مطلب کیا ہوا۔ جب بندے کا فعل ہی کوئی نہیں وہ مجبورِ محض ہے اور اگر اتنا مستقل ہے کہ خود خالق ہے تو پھر ﴿وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن﴾ کا کیا مطلب کہ ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں تو پتہ چلا بندہ نہ مختارِ مطلق ہے نہ مجبورِ محض ہے۔ کسب کے لحاظ سے مختار ہے خلق کے لحاظ سے مجبور ہے خلق اللہ کی طرف سے ہے کسب بندے کی طرف سے ہے۔ یہ کہنا کہ بندے کی طرف سے کچھ بھی نہ ہونا یہ بالکل کافرانہ نظریہ ہے اور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔

سوال: ایک نجدی مولوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے تیئیس (23) سالہ دورِ نبوت میں کسی صحابی نے حضور ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہو تو کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں یہود ونصاریٰ پر اللہ لعنت فرمائے کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا اور اُن میں سے جب کوئی مردِ صالح مرجاتا تو وہ اس کی قبر پر تصویریں بناتے ان احادیث کا عشاقانِ رسول کو بھی گستاخ ٹھہرایا جاتا ہے اور یہ لوگ قبروں پر جا کر دُعائیں بھی مانگتے ہیں وضاحت فرمائیں؟

جواب: قبروں پر جا کر دُعائیں مانگنا یہ تو خود نبی کریم ﷺ کا حکم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ ،أَلَا فَزُوْرُوْهَا۔

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيْهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَأَمْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ، فَاشْرَبُوْا فِي الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔

ترجمہ: سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تم کو منع کرتا تھا قبروں کی زیارت سے تو تم اب زیارت کیا کرو۔ اور منع کرتا تھا تم کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کو، اب جب تک چاہو رکھو اور

منع کرتا تھا میں تم کو نبیذ بنانے سے مگر مشکوں میں سواب پینے کے برتنوں میں جس میں چاہو بناؤ مگر نشہ کی چیز نہ پیو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث 2260، سنن ابنِ ماجہ: 1571)

میں نے تمہیں پہلے قبروں کی زیارت سے روکا تھا اب میں حکم دے رہا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اب قبروں کی زیارت کروتو کیا ہوگا تمہیں موت یاد آئے گی دنیا سے تمہارا دل اُچاٹ ہوگا اور آخرت کی طرف مائل ہوگا اس لیے قبروں کی زیارت کیا کرو لیکن وہاں جا کر کہنا کچھ نہیں؟ سلام دینا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ: " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ "

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی چند قبروں کے پاس سے گزرے، تو ان کی طرف رخ کر کے آپ نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ "سلامتی ہو تم پر، اے قبر والو! اللہ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں"۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 1053)

تو یہ دُعا ہے کہ نہیں۔ سلام ہو تم پر اے قبروں والو۔ پھر ساتھ یہ بھی ہے۔

يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اللہ ہمیں بخشے اور تمہیں بخشے اور تمام مومنین کو بخشے۔ یہ دُعا ہے یا نہیں ہے۔ یہ تو خود نبی پاک ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے وہاں دُعائیں مانگنے میں کیا حرج ہے پھر قبر والا سنتا ہے تو جس طرح زندگی میں کسی سے دُعا کرائی جا سکتی ہے وصال کے بعد اس کے پاس جا کر کہو کہ دُعا کرو

اللہ ہماری مشکل آسان کردے اس میں کیا حرج ہے۔

حضرت بلال ابنِ حارث کا مزار پُرانوار پہ حاضر ہو کر دُعا مانگنا:

حضرت بلال ابنِ حارث صحابیٔ رسول ﷺ مزار پُرانوار پہ حاضر ہوئے قحط ہے بارش نہیں ہو رہی ہے وہ حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:12، ص 32، البدایہ والنہایہ ج 5ص 167، الکامل فی التاریخ ج2ص 390، 389)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(فتح الباری ج2ص 496، 495طبع لاہور)

اپنی امت کے لیے بارش کی دُعا فرماؤ۔ ایک تو بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں لیکن یہ بلال ابنِ حارث رضی اللہ عنہ ہیں۔ عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اُمت کے لیے دُعا کرو اللہ انہیں بارش عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ خواب میں ملے فرمایا: بارش آجائے گی گھبراؤ نہیں اور جا کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو میرا اسلام بھی کہنا اور انہیں کہنا ذرا نرمی برتو، میری اُمت پہ زیادہ سختی نہ کرو۔

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : اَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ " هُوَ البلال بن الحارث الْمُزَنِيُّ الصحابي " رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِسْتَسْقِ اللّٰهَ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا . فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ: اِئْتِ عُمَرَ فَاقْرَاْهُ السَّلَامَ وَ اَخْبِرْهُمْ اِنَّهُمْ سَيُسْقَوْنَ۔

ترجمہ: حضرت مالک دار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عہد معدلت عہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا، ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزار اقدس حضور ملجائے بے کساں ﷺ پر حاضر ہوکرعرض کی: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ ان صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عمر کے پاس جاکر اسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے، اب پانی آیا چاہتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:32/12، 2554، کنز العمال:431/8، 23535فتاوی رضویہ:4/248)

بارش آ گئی لہٰذا وصال شریف کے بعد اگر نبی کریم ﷺ سے دُعا کرنے کے لیے یہ عرض کرنا اگر ثابت ہے تو پھر آپ ﷺ کے جو نائبین ہیں، وارثین ہیں اور اولیاء کاملین ہیں ان کے مزار پر بھی جا کر عرض کرنا جائز اور صحیح ہے اگر ان سے دُعا نہیں کرائیں گے تو کیا اللہ سے کرائیں گے؟ خدایا تو دُعا کر۔ اللہ سے دُعا کرانا ممکن ہی نہیں جو اللہ سے دُعا کرائے گا یا دُعا کے لیے کہے گا وہ پکا بے ایمان ہو جائے گا کیونکہ اللہ دُعا کرے گا تو کسی اور سے مانگ کے دے گا اور اللہ کس کے آگے ہاتھ پھیلائے گا کس سے تمہیں مانگ کے دے گا دُعا اللہ سے تو کرا نہیں سکتے ہیں تو پھر دُعا اللہ کے مقبولوں سے ہی کرائی جائے گی۔

اور یہی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ہر معاملے میں دُعا کراتے تھے بلکہ اللہ رب العزت نے نبی پاک ﷺ کو پابند کیا کہ ان کا کتنا اچھا عقیدہ ہے جب آپ دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیتے ہو اِن کو دُعا دیتے ہو تو ان کے دل ٹھنڈے ہو جاتے ہیں انہیں سکون وقرار نصیب ہو جاتا ہے نبی پاک ﷺ کی زبان سے یہ جملے نکل گئے تو ہمارا کام بن گیا، ہماری مشکل حل ہو گئی، ہماری حاجت پوری ہو گئی تو ان کے کتنے اچھے عقیدے ہیں۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ [سورۃ التوبہ آیت:103]

ترجمہ: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

انہیں دُعا دے کے رخصت کیا کرو کیونکہ تمہاری دُعا سے ان کے دل ٹھنڈے ہو جاتے ہیں انہیں سکون وقرار مل جاتا ہے۔ لہٰذا دُعائیں انہی مقبول ہستیوں سے کرائی ہوتی ہیں زندہ سے بھی دُعا کرا سکتے ہو فوت شدہ سے بھی کرا سکتے ہو کیونکہ وہ سنتے ہیں۔

باقی رہ گیا یہ مسئلہ کہ یہودیوں پہ لعنت، نصاریٰ پہ لعنت کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا تھا تو قبر کو مسجد بنانے کا مطلب کیا ہوگا۔ یہاں تم ناک، ماتھانہ ٹیکو تو مسجد بن گئی؟ مسجد کا مطلب ہے سجدے کی جگہ تو جب سجدہ کرو ہی نہیں تو کیا پھر اسے مسجد کہو گے سجدہ جب کیا ہی نہیں تو یہ سجدے کی جگہ کیسے بن گئی تو ان کو ملعون اس لیے ٹھہرایا کہ

اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

انہوں نے پیغمبروں کی یا نیک بندوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ زندہ کو بھی سجدہ کرنا حرام ہے اور فوت شدہ کو بھی سجدہ کرنا حرام ہے لیکن سجدہ کوئی نہ کرے سلام پیش کرے، اُن کے لیے دُعا کرے، اُن سے دُعا کرائے تو یہ جائز اور صحیح ہے اس میں کیا حرج ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا . قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. لَوْلَا ذٰلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ أَوْ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس مرض کے موقع پر فرمایا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانبر نہ ہو سکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر بھی کھلی رہنے دی جاتی۔ لیکن ڈر اس کا ہے کہ کہیں اسے بھی لوگ سجدہ گاہ نہ بنالیں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 435، 436، 1330، 1390، 3453، 3454، 4441، 4443، 4444، 5815، 5816، مسند احمد رقم الحدیث: 7358)

اسی طرح اس کا جو پہلا حصہ ہے کہ حضور ﷺ سے کسی صحابی نے وسیلہ نہیں مانگا یہ بھی جہالت اور حماقت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خود ایک صحابی کو سکھایا کہ تو میرے وسیلے سے دُعا کر۔ اندھا ہے، نابینا ہے، ٹھوکریں لگتی ہیں تو زخمی ہوتا ہے اور پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وہ عرض کرتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم دُعا کریں اللہ مجھے آنکھیں عطا کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ جس کی آنکھیں لے لے اور وہ صبر کرے اللہ اسے جنت عطا کرتا ہے تو بھی صبر کر اور جنّت لے لے۔ اُس نے عرض کیا: نہیں حضور دُعا فرمائیں اللہ مجھے آنکھیں دے، میں بڑا تنگ ہوں، بڑا پریشان ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر جا وضو کر دو رکعت نفل پڑھ اور یہ دُعا کر:

اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَىٰ رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهٖ فَتُقْضَىٰ لِي اَللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ، نبیٔ رحمت کے وسیلہ جلیلہ سے، اے محمد کریم ﷺ میں تمہارے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت اللہ رب العزت پوری فرمائے لہٰذا ان کو میرا شفیع بنا اور میری حاجت پوری فرما۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: اُدْعُ اللهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي. فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ. فَقَالَ: اُدْعُهُ. فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ، وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ: اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ. يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَىٰ رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهٖ لِتُقْضَىٰ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ". قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ۔

ترجمہ: عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کی دعا فرما دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے آخرت کی بھلائی چاہوں جو بہتر ہے، اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں، اس

شخص نے کہا: آپ دعا کر دیجیے، تب آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے، اور دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ. يَا مُحَمَّدُ [1]. إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهِ لِتُقْضَى اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں محمد ﷺ کے ساتھ جو نبیٔ رحمت ہیں، اے محمد! میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی جانب اس کام میں توجہ کی تاکہ پورا ہو جائے، اے اللہ! تُو میرے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 3578، سنن ابنِ ماجہ 1385، مسندِ احمد: 16790)

صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں وہ سجدے میں جا رہا تھا تو نابینا تھا دُعا مانگ کے سر اُٹھایا تو اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔

نبی کریم ﷺ نے خود وسیلے کی دُعا سکھائی ہے۔ رہ گیا یہ مسئلہ کہ خود دُعا نہیں کی اسے طریقہ بتا دیا ہے کہ تُو خود اس طرح دُعا کر لے۔ تو کچھ حضرات کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ناراض ہو کر اس طرح کیا اس کے مطالبے کو ناپسند کرتے ہوئے اس طرح کیا کیونکہ آپ ﷺ کا مقصد تھا صبر کرے جنّت لے لے اس نے بے صبری کا مظاہرہ کیا تو یہ بات نہیں ہے۔

بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی شانِ محبوبیت کا اظہار کیا قیامت تک آنے والی امت کے لیے بھی ایک طریقہ جاری فرما دیا کہ اگر تمہیں کوئی مشکل درپیش ہو تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں میرا نام پیش کر دینا تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔ تو اسی طرح یہودی اور نصرانی نبی کریم ﷺ کی ذاتِ پاک کا وسیلہ اللہ کے حضور پیش کرتے تھے جب کافروں کے ساتھ جنگیں وغیرہ لڑتے تو کیا کہتے:

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا بِنَبِيِّكَ نَبِيِّ آخِرِ الزَّمَانِ۔

(تفسیر القرطبي، ج:2، ص:26-27)

---

[1] سعودی عرب سے جو ترمذی شریف چھپ رہی ہے اس سے "یا محمد" کے الفاظ نکال دیے گئے ہیں۔

اے خدایا اپنے آخرالزماں پیغمبر کے طفیل ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما تو اللہ ان کو فتح عطا کر دیتا تھا ۔ کم از کم یہودیوں سے تو پیچھے نہیں رہنا چاہیے یہودی بھی ہمارے آقا و مولا کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے اور اللہ ان کی حاجتیں پوری کرتا تھا تو یہودی اس کے قائل تھے اور اگر یہ منکر ہوں تو یہودیوں سے بھی بدتر ہو گئے آدمی دعویٰ مسلمانی کا کرے اور عملاً یہودیوں سے بھی بدتر ہو جائے تو اس سے اور بڑی بدقسمتی اور شقاوت کیا ہو سکتی ہے اللہ معاف فرمائے۔

سوال: جو نواسۂ رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کا قاتل ہے اس پر سب لعن طعن کرتے ہیں ہم بھی اس پر لعن طعن کرتے تھے لیکن جب اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک سنی تو دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی وہ حدیث یہ ہے کہ میری اُمت کا جو پہلا لشکر قسطنطنیہ پر چڑھائی کرے گا اس کے لئے بخشش ہے یہ صحیح بخاری کتاب الجہاد میں ہے آپ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو لشکر قسطنطنیہ کا شہر فتح کرے گا ان کے لئے جنّت واجب ہے ایک یہ روایت ہے پہلا لشکر نبی کریم ﷺ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں دو پہر کو لیٹے ہوئے تھے آپ ﷺ جاگے تو مسکرا رہے تھے عرض کیا اللہ آپ ﷺ کو خوش و خرم رکھے کیا وجہ ہے آپ ﷺ مسکرا رہے ہیں کوئی خاص بات ہے فرمایا میں نے دیکھا میری اُمت کے کچھ لوگ ہیں وہ بحری بیڑوں پر سوار ہیں جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں اس طرح وہ بیڑوں پر بیٹھے ہیں اور وہ قسطنطنیہ کا شہر فتح کر رہے ہیں ان کے لئے اللہ کی طرف سے جنّت واجب ہے اُمّ حرام رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی رضائی خالہ ہیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر دُعا کر دو اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اَنْتِ مِنْهُمْ تُو بھی ان میں سے ہے پھر سرکارِ دو عالم ﷺ سوئے۔ اور جاگے تو پھر مسکرا رہے تھے پھر عرض کی اللہ آپ کو ہنستا رکھے، خوش و خرم رکھے کیا معاملہ ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اُمت کا ایک لشکر دیکھا جو بیڑوں پہ سوار ہو کے شہر پہ حملہ آور ہو رہا ہے۔

مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ وہ بخشے ہوئے ہیں تو اسی عورت اُم حرام نے عرض کی کہ دُعا کر دو اللہ مجھے بھی

ان میں سے کردے آپ ﷺ نے فرمایا: اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِیْن تو پہلی جماعت سے ہے پچھلی سے نہیں ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ، وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَطْعَمَتْهُ، وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ، وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ، أَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ شَكَّ إِسْحَاقُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اُدْعُ اللهَ، أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ، وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللهِ كَمَا، قَالَ: فِي الْأَوَّلِ قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اُدْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے (یہ انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں جوئیں دیکھنے لگیں' اس عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے' جب بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جس طرح بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں یا جیسے بادشاہ تخت رواں پر سوار ہوتے ہیں یہ شک اسحاق راوی کو تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر رکھ کر سو گئے۔ اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں غزوہ کے لیے جا رہے ہیں پہلے کی طرح' اس مرتبہ بھی فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے میرے لیے دعا کیجیے کہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ تو سب سے پہلی فوج میں شامل ہوگی (جو بحری راستے سے جہاد کرے گی) چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا نے بحری سفر کیا پھر جب سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے انہیں نیچے گرا دیا اور اسی حادثہ میں ان کی وفات ہوگئی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 2788، 2789، 2799، 2800، 2877، 2878، 2894، 2895، 6282، 6283، 7001، صحیح مسلم: 4934، 4935، ابو داؤد: 249، 2491، سنن ترمذی: 1645، سنن نسائی: 3171، 3172، سنن ابن ماجہ: 2776، شرح السنۃ: 3730)

جنگ ہو گی بعد میں کون جائے گا وہ کس دن ہو گی یہ سب غیبی معاملات ہیں لیکن نبی کریم ﷺ نے دُعا بھی کر دی۔ دُعا کی قبولیت کا پتہ بھی چل گیا اور پہلی جماعت میں شہید ہوں گی پچھلی میں نہیں ہوں گی یہ بھی آپ کے علم میں آ گیا تو بہر حال یہ دو روایتیں ہیں تو پہلا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دَور تھا کہ لشکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں گیا اور قسطنطنیہ شہر کو فتح کیا اور دوسرے لشکر کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یزید اُس لشکر کا کمانڈر تھا جس نے اُس شہر کو دوبارہ آ کر فتح کیا، اور قبضے میں لیا تو پہلی چیز تو اس بارے میں یہ سوچنے کی ہے۔ کہ نام تو اُس میں یزید کا کوئی نہیں آیا ہوا۔

نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یزید جنّتی ہو گا جنّتی لشکر کا قائد ہو گا یزید کا نام وہاں نہیں ہے اُس لشکر کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ بخشے ہوئے ہیں اب تاریخی طور پر یہ بات ثابت کرنی پڑے گی کہ واقعی یزید اُس کا کمانڈر تھا یا نہیں تھا پھر اگر تھا تو پھر کیا اُسے چھٹی مل گئی تھی کہ ایک دفعہ عیسائیوں کے شہر کو فتح کر کے پھر میرا مدینہ بھی فتح کر لینا، مکہ بھی فتح کر لینا، میری آل کو بھی فتح کر لینا اور میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی تہہ تیغ کر دینا۔ کیا یہ چھٹی مل گئی تھی تو پہلی چیز تو یہ ہے کہ سفیان ابنِ عوف رضی اللہ عنہ اس لشکر کا کمانڈر تھا یزید کمانڈر نہیں تھا علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس پچھلے لشکر کا کمانڈر یزید نہیں تھا سفیان ابنِ عوف رضی اللہ عنہ تھا دوسرا یہ کہ اگر یزید تھا بھی سہی تو یہ جو بشارت دی جاتی ہے یہ ایک عمل پر مبنی ہوتی ہے کہ اس عمل کی یہ جزا ہے بشرطیکہ مانع کوئی نہ ہو۔

مثلاً ایک حدیث ہے جو وضو کر کے تازہ وضو کے ساتھ گیلے اعضاء کے ساتھ دو رکعت نفل پڑھ لے۔

فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ۔

اس کے لیے جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

اب کوئی گھر سے آئے وضو کر لے تو دو رکعت نفل پڑھ لے جنّت کے آٹھوں دروازے کھلوا لے فرض پڑھے بغیر واپس گھر چلا جائے اب بتاؤ اس کا کیا حکم ہو گا جنّت کے دروازے اس کے لئے کھلے رہیں گے یا بند ہوں گے دوزخ کے کھلیں گے کہ نہیں کھلیں گے فرض چھوڑ دیا ہے

حدیث تو برحق ہے مگر مطلب یہ ہے کہ اس عمل کی بدولت یہ اجر مل سکتا ہے بشرطیکہ اور کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اِدھر دوسری حدیث بھی ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَعَلَيْهِ لَعَنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْل۔

(معجم الاوسط، باب الراء، من اسمہ روح، 2/379، الحدیث: 3589)

جو میرے مدینے والوں کو خوفزدہ کرے گا اس پر اللہ کی بھی لعنت، تمام فرشتوں کی بھی لعنت، تمام لوگوں کی بھی لعنت نہ اس کے فرض قبول ہوں گے، نہ اس کے نفل قبول ہوں گے اب کدھر گئی تیرے یزید کی عبادت وہ کارِ خیر کہاں گیا نبی کریم ﷺ نے لعنتوں کے انبار اس کے حق میں ثابت کر دیے صرف اللہ کی اکیلی لعنت ہی کافی ہے مگر ساتھ تمام فرشتے بھی شامل، تمام انسان بھی شامل ہیں۔ اس پر اللہ کی لعنت، سب فرشتوں کی لعنت، سب انسانوں کی لعنت۔ نہ اس کے فرض قبول اور نہ اس کے نفل قبول۔

تو کیا حسین رضی اللہ عنہ اہلِ مدینہ میں سے کوئی نہیں پھر اس یزید نے مدینے پہ حملہ کرایا اور سات سو صحابہ کرام علیہم الرضوان شہید ہوئے دس ہزار تابعین شہید ہوئے تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں اذانیں بند رہیں جماعتیں بند رہیں حضرت سعید ابنِ مسیب علیہ الرحمۃ تابعی ہیں وہ دیوانے بن کے مسجد پاک میں بیٹھے رہے، چھپے رہے انہیں نماز کا وقت پتہ نہیں چلتا تھا روضۂ پاک سے اذان کی آواز آتی تھی تکبیر کی آواز آتی تھی اس کے ساتھ وہ نماز ادا کرتے تھے۔

سوال: نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: اِنَّ اَبِيْكَ وَاَبَاكَ فِي النَّار۔ اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بڑے کھلے لفظوں میں فرماتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ متقدمین کے سامنے اُلجھا رہا وہ فیصلہ کُن بات نہیں کر سکے اللہ نے متاخرین کو اس کے ساتھ مختص فرمایا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

[سورۃ الجمعہ آیت: 4]

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۞

ترجمہ: اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔[سورۃ البقرۃ آیت:105]

تو اللہ کا خاص فضل اور اس کی رحمت ہے جس کو چاہے اسے نواز دے تو متاخرین نے آ کر اس مسئلے کی تحقیق کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اباؤاجداد صرف ماں باپ نہیں بلکہ آدم علیہ السلام تک تمام کے تمام اباؤاجداد مواحد اور مومن ہیں۔ اِنَّ اَبِیْكَ وَاَبَاكَ فِی النَّار جو روایت ہے اس روایت کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ یا راوی کو مغالطہ ہوا ہے یا اَبِیْكَ کا لفظ سرکار ﷺ نے دلجوئی کے لیے فرمایا کہ جس طرح تیرے باپ ہیں میرے بھی تو کچھ لگتے ہیں صرف یہ نہیں کہ تیرے باپ ہیں میرے بھی چچے اور باپ کی جا بجا ہیں اس لیے اگر تجھے دکھ ہے ان کے آگ میں جانے کا تو مجھے دکھ کوئی نہیں اور اَبْ کا لفظ چچے پر بولا جاتا ہے تو اس لیے آپ نے فرما دیا تیرا باپ ہے تو میرا ابھی باپ ہے تجھے تکلیف ہے تو مجھے بھی تکلیف ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں کہا جا رہا بلکہ جناب ابوطالب کے بارے میں کہا جا رہا ہے۔

پھر جنابِ ابوطالب کے بارے میں بھی میرے کچھ ذہنی تاثرات ہیں میں اس بات کا قطعاً قائل نہیں ہوں کہ ان کے بارے میں کفر کفر کے فتوے دیے جائیں۔ ویسے تو روایتیں آئیں تو کہتے ہیں کہ عقیدہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا خبرِ واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا تو کیا کسی کے عقیدے کی نفی ثابت ہو جائے گی؟ اگر خبرِ واحد پر ایمان لانا فرض نہیں تو کیا خبرِ واحد کی بناء پر کسی کے ایمان کی نفی کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ ان روایتوں پر اعتبار کرتے ہوئے جنابِ ابو طالب کو دوزخی ماننا یہ عقیدہ رکھنا یہ کہاں تک جائز ہوگا۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ نہ کافر کے فتوے لگاؤ نہ مومن کے دعوے کرو معاملہ اللہ پہ چھوڑ دو۔

یا پھر مانو کہ اللہ نے ان کی نجات کا سامان کر دیا ہے کیسے کیا میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمۃ سبع سنابل میں فرماتے ہیں اور شیخ محقق علیہ الرحمۃ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں اللہ نے وحی نازل کی کہ اے محبوبِ کریم ﷺ اپنے

والدین کو بھی زندہ کر کے اُمت میں داخل کر لو چچا ابو طالب کو بھی زندہ کر کے اُمت میں داخل کر لو۔ تو نبی کریم ﷺ نے اپنے والدین کو جو اگرچہ پہلے بھی مومن تھے لیکن پھر بھی اُمتی ہونے کا اعزاز بخشنے کے لیے زندہ کر کے اُمت میں داخل کیا اور چچا ابو طالب کو بھی زندہ کر کے اپنی امت میں داخل کر لیا۔

اور بخاری ومسلم کی روایتوں میں تو تعارض ہی کوئی نہیں کیونکہ وہ پہلے کیا ابو طالب کی وفات مکے شریف میں ہجرت سے سال ڈیڑھ سال پہلے ہوئی اور یہ نو ذوالحج کو عرفات کے میدان میں حکم نازل ہو رہا ہے یہ دس گیارہ سال بعد کی بات ہے تو نبی کریم ﷺ کے طفیل جناب ابو طالب کو اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد یہ موقع دے دے تو اس کی قدرت سے بعید کیا ہے۔

ستر آدمی جو موسیٰ کلیم اللہ طور پہ ساتھ لے گئے تھے انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں پہلے خدا دکھا پھر ہم گواہی دیں گے نہیں تو ہم تیرے حق میں کوئی گواہی نہیں دیں گے اللہ نے اُن پہ بجلی پھینک دی وہ جل گئے، مر گئے ختم ہو گئے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی خدایا میں تو یہیں بیٹھا ہوں میں تو واپس نہیں جا سکتا قوم کہے گی تم ہمارے بندے لے گئے تھے بندے پیدا کرو، نہیں تو ہم تمہیں مارتے ہیں اس لیے میں تو واپس نہیں جا سکتا یا انہیں زندہ کر میرے ساتھ بھیج یا میں بیٹھا ہوں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی خاطر ان ستر آدمیوں کو زندہ کر دیا۔ مرتد ہو کے مرے تھے انہیں دوبارہ ایمان کی توفیق دے دی اگر موسیٰ کلیم اللہ کی خاطر ستر مرتد ہوں تو اللہ دوبارہ زندگی پر توبہ کی توفیق دے دیتا ہے اور قرآن گواہ ہے تو ایک ابو طالب کو نبی پاک ﷺ کی خاطر ہدایت کیوں نہیں دے سکتا۔

پھر میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ کافر لوگ نبی پاک ﷺ کے خلاف شکایتیں لے کر ابو طالب کے پاس جاتے کہ یہ ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں اگر ابو طالب مشرک تھے تو ان کے خدا نہیں تھے ابو طالب کو غیرت نہیں آتی تھی وہ کہتے کہ بھتیجا میں تیری حفاظت کرتا ہوں تم ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہو۔ خدا سے بڑھ کر کوئی پیارا ہو سکتا ہے وہ بھتیجے کی رعایت کرتے تھے اپنے خداؤں کی نہیں کرتے تھے وہ کیوں نہیں چڑتے، باقی کافر چڑتے ہیں کہ یہ ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں تو جنابِ ابو طالب کیوں نہیں چڑتے، بھتیجے میں تیرے لیے جائیں

قربان کر رہا ہوں، ہزاروں مصیبتیں جھیل رہا ہوں اور تُو میرے خداؤں کو بھی معاف نہیں کرتا کچھ میرے حال پہ بھی رحم کر تو ابو طالب کے دل میں یہ شکایت کیوں نہیں پیدا ہوئی پتہ چلا نہیں بتوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا ورنہ وہ بھی چڑتے جس طرح دوسرے چڑ رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اسلام لانے کی دعوت دی تو جناب ابو طالب کا کہنا کیا تھا کہ بھتیجے میں جانتا ہوں جو تم کہتے ہو برحق کہتے ہو جس دین کی دعوت دیتے ہو وہ سچا دین ہے۔ دل میں تصدیق ہوئی کہ نہیں؟ جو تم کہہ رہے ہو سراسر سچ ہے، بھلائی ہے مگر اب تک میں نے کلمہ نہیں پڑھا اب مرنے کے قریب کلمہ پڑھوں تو قریش تمہیں طعنہ دیں گے تیرے چچا نے ڈر کے خوف سے کلمہ پڑھ لیا یہ ایک عار ہے، ننگ ہے، شرم کی بات ہے اس لیے میں کلمہ نہیں پڑھتا میں مُطلب کی ملت پر ہوں اَنَا عَلٰی مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِب میں اس ملت پر ہوں تصدیق دل میں موجود ہے تو عام کافر انہیں کاہن کہتے ہیں مجنون کہتے ہیں جھوٹا کہتے ہیں مگر یہ سچا مانتے ہیں پھر انہیں عام کافروں کے کھاتے میں ڈالنا ظلم ہے یا انصاف ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں کلمہ پڑھ لوں فرمایا سچے ہیں کلمہ پڑھ لو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں کلمہ پڑھ لوں فرمایا سچے ہیں کلمہ پڑھ لو۔ کفار نے جب ابو طالب کے ساتھ بائیکاٹ کیا تو تین سال شعبِ ابی طالب میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہر سختی، مصیبت جھیلتے رہے، برداشت کرتے رہے اور کہا کہ جانیں قربان کر دیں گے بچیوں کی عزتیں، بیویوں کی عزتیں بہنوں کی عزتیں قربان کر دیں گے ہماری لاشوں سے ہو کر کوئی اس نبی کے پاس آیا تو آیا لیکن ہمارے جیتے جی اس نبی کے پاس کوئی نہیں آسکتا۔ اتنی قربانیاں جنہوں نے دی ہیں کیا ان کا حق کوئی نہیں بنتا۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے بڑے پتے کی بات کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ ابو طالب کو کافر مانتے ہیں وہ اتنا تو مانتے ہیں کہ ان خدمات کی وجہ سے اللہ نے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی ہے دوزخ میں غرق کرنے کی بجائے دوزخ سے اتنا نکال دیا کہ عذاب صرف پاؤں کے تلوؤں کے نیچے رہ گیا اگر خدا نے نبی پاک ﷺ کی خدمات کے صلے میں اتنی رعایت دے دی ہے تو اُمت اتنی رعایت بھی نہیں دے سکتی کہ اپنی زبان بند رکھ لے۔ نبی پاک ﷺ کی خدمات

کے صلے میں اتنا عذاب گھٹا دیا کہ سارا عذاب میں غرق کرنے کی بجائے عذاب پاؤں کے تلوؤں کے نیچے رکھ دیا اتنی رعایت اگر اللہ نے کردی ہے تو نبی کی اُمت اتنی رعایت کیوں نہیں کر سکتی کہ اُن پہ فتوے لگانے سے زبان کو روک لے اس لیے اس معاملے میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں ہے مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی بھی کہتا ہے کہ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے اس میں دخل نہیں دینا چاہیے۔

اب جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر نبی کو اختیار ہوتا تو پھر ابو طالب کو کیوں نہ کلمہ پڑھا لیتے اُن کا جواب اشرف علی تھانوی سے سُن لیجیے تھانوی صاحب کہتے ہیں میں تدبیروں سے کام لیتا ہوں کیونکہ قوت باطنی تو مجھ میں ہے نہیں، بطنی (پیٹ) ہے باطنی نہیں اس لیے میں باطنی تصرف نہیں کرتا ظاہری تدبیریں اختیار کرتا ہوں اور اگر باطنی قوت ہوتی بھی تو میں استعمال نہ کرتا کیوں !اس لیے کہ انبیاء کی سنّت نہیں ہے انبیاء کا طریقہ نہیں ہے کہ باطنی طاقت استعمال کی جائے اگر نبی کریم ﷺ باطنی طاقت استعمال کرتے تو کیا مجال تھی کہ ابولہب اور ابو جہل کلمہ نہ پڑھتے انہوں نے کلمہ اس لیے نہیں پڑھا کہ نبی پاک ﷺ نے باطنی طاقت استعمال نہیں فرمائی۔ اب فرمایئے بابا کہتا ہے اگر باطنی طاقت نبی پاک ﷺ استعمال کرتے تو ابولہب بھی کلمہ پڑھ لیتا ابو جہل بھی کلمہ پڑھ لیتا مگر نبی پاک ﷺ نے باطنی طاقت استعمال نہیں کی اگر اُن پہ باطنی طاقت استعمال کرتے تو کلمہ پڑھ لیتے تو جناب ابو طالب پہ استعمال کرتے تو کیا وہ کلمہ نہ پڑھتے یہ تو پہلے ہی دل سے ماننے والے ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں اور وہ پکے منکر۔ اگر پکا منکر آپ کی باطنی توجہ سے مومن بن سکتا تھا تو جو پہلے ہی دل سے ماننے والے تھے وہ کلمہ کیوں نہ پڑھتے۔

سوال: مولوی احمد سعید ملتانی نے اعلان کیا ہے کہ بریلویوں کا ذبیحہ حرام ہے اور جو ان کے ساتھ ہاتھ ملائے وہ کافر ہے آپ کا کیا نظریہ ہے کہ دیوبندی کے ساتھ دوستی رکھنا یا اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب: پہلے ان کو آپس میں نمٹا لینے دو اس کے بعد ہماری باری آجائے گی ابھی وہ آپس میں لڑ رہے ہیں کہ واقعی بریلویوں کا ذبح کیا ہوا حلال ہے یا حرام ہے ہمارے پاس کراچی کے دارالعلوم مولوی شفیع کے بنوری ٹاؤن یوسف بنوری کے جامعہ اشرفیہ کے فتوے موجود ہیں کہ

بریلوی اماموں کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے بریلوی امام ہو دیو بندی نہ ہو تو پھر بریلوی امام کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے اگر بریلوی امام کے پیچھے فرض نماز جائز ہو سکتی ہے تو پھر ان کا ذبح کیا ہوا جانور کیسے حلال نہیں ہو سکتا۔ جانور تو عیسائیوں کا ذبح کیا ہوا بھی حلال ہوتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے ذبح نہ کریں بلکہ اللہ کے نام سے ذبح کریں۔ عیسائی ذبح کرے تب بھی حلال ہو جاتا ہے عیسائی کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی ذبح کیا ہوا جانور حلال ہو گا اگر اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کریں تو پتہ چلا کہ عیسائی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی لیکن ان کا ذبیحہ حلال ہے ہمارے پیچھے تو ان کی نماز بھی ہو جاتی ہے ہمارا ذبح کیا ہوا جانور ان پہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔

البتہ ہمارے نزدیک جن دیو بندیوں نے گستاخیاں کی ہیں پتہ چلنے کے باوجود کہ گستاخیاں ہوئی ہیں ڈٹ گئے ضد سے کام لیا شیطان والی اکڑ کا مظاہرہ کیا وہ کافر اور مرتد ہیں ان کے ساتھ نہ نکاح جائز ہے نہ مل کے کھانا جائز ہے۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ ہم نے جو دیو بندیوں پہ اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے کہ تم گستاخ ہو اور گستاخِ رسول ﷺ کافر ہے بلکہ مولوی حسین احمد مدنی کہتا ہے کہ جس عبارت میں گستاخی کا وہم پیدا ہوتا ہے وہ بھی کفر ہے جب گستاخی کا وہم کفر ہے تو جہاں واضح گستاخی موجود ہو اس کے کفر میں تو کوئی شک نہیں ہو سکتا لہٰذا ہم نے اس یقینی عقیدے کے تحت ان گستاخ لوگوں پر کفر کا، مرتد ہونے کا فتویٰ لگایا ہے۔ یہ لوگ فتویٰ کس نام پہ لگاتے ہیں کہ تم علمِ غیب مانتے ہو حاضر و ناظر مانتے ہو مدد کے لیے پکارتے ہو۔ تو اس کا جواب ہمارے پاس موجود ہے کہ ہم اگر نبی پاک ﷺ میں علمِ غیب مانتے ہیں تو تم شیطان میں مانتے ہو ہم نبی پاک ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں تو تم شیطان کو حاضر و ناظر مانتے ہو اگر تم شیطان میں علمِ غیب مان کے اور شیطان کو حاضر و ناظر مان کے کافر نہیں ہو سکتے تو ہم نبیوں کے نبی کے اندر یہ کمال تسلیم کر کے کیسے کافر ہو سکتے ہیں۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہینِ قاطعہ میں تسلیم کیا ہے کہ شیطان کو روئے زمین کا محیط علم حاصل ہے روئے زمین کا ہمیں علم نہیں وہ ہم سے غیب ہے پوری زمین کی صورتِ حال اور اس پر رہنے والے لوگ اور چیزیں وغیرہ ہم سے غیب ہیں شیطان کو جب روئے زمین کا علم ہے تو غیب بھی آ گیا کیونکہ غیب سے مراد ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ وہ شہادت جو نظر نہیں آ رہا۔ وہ

غیب جو ہمارے سامنے ہے شیطان اسے بھی جانتا ہے جو ہمارے سامنے نہیں ہے شیطان اسے بھی جانتا ہے بقول ان کے انہوں نے علمِ غیب شیطان میں مانا ہے اور ہم نے نبی پاک ﷺ میں مانا ہے اگر غیر میں علمِ غیب ماننے والا کافر ہے تو یہ شیطان کے لیے کافر ہوئے ہم نبی پاک ﷺ کے پیچھے کافر ہوئے۔ پلہ ہمارا بھاری ہے یا ان کا۔ اگر غیر میں علمِ غیب ماننا کفر ہے تو یہ کافر ہوئے شیطان لعین کے پیچھے ہم بالفرض کافر ہوئے بھی تو نبی پاک ﷺ کے پیچھے ہوئے۔ پلڑا پھر بھی ہمارا بھاری ہے۔

مولوی قاسم نانوتوی تحذیر الناس میں کہتا ہے جو کفر نبی پاک ﷺ کی محبت میں لازم آئے یہ اس ایمان سے بہتر ہے جو محبت کے بغیر ہو۔ لہٰذا علمِ غیب تم بھی غیر میں مانتے ہو، ہم بھی مانتے ہیں تم رب کے دشمن میں مانتے ہو ہم رب کے محبوب اور محبوبوں کے سردار میں مانتے ہیں تم حاضر وناظر شیطان کو مانتے ہو اور ہم حاضر وناظر نبی پاک ﷺ کو مانتے ہیں اگر نبی پاک ﷺ کو حاضر وناظر ماننے والا مشرک ہے تو شیطان کو ماننے والا بڑا مشرک ہے پھر تم ایمان کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہو۔

رہ گیا مسئلہ غائبانہ پکارنے کا تو وہ خود نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے اس کا نبی پاک ﷺ نے سبق دیا ہے اگر نا جائز ہوتا تو نبی پاک ﷺ کیوں حکم دیتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں حج کے لیے پکارا ہم ان کے سامنے موجود تھے؟

وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ۙ﴿۲۷﴾ [سورۃ الحج آیت:27]

ترجمہ: اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

اللہ نے فرمایا تم نے کعبہ تیار کیا ہے اب لوگوں کو حج کے لیے بلاؤ۔ عرض کی خدایا یہاں کئی میل نزدیک بندہ ہی کوئی نہیں، ہزاروں میل دور لوگ بستے ہیں میں کس کو بلاؤں وہ سنیں گے کیسے، سمجھیں گے کیسے اور میرے بلانے پہ آئیں گے کیسے؟ اللہ نے فرمایا عَلَیْكَ النِّدَاءُ وَعَلَیْنَا الْبَلَاغُ پکارنا تیرا کام ہے آواز پہنچانا میرا کام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غائبانہ پکارا کہ نہیں پکارا۔ پتہ چلا کہ غائبانہ کسی کو ندا کرنا شرک نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے خدایا مجھے دکھا تُو کیسے مُردے زندہ کرتا ہے اللہ نے فرمایا تیرا ایمان کوئی نہیں، عرض کی ایمان تو ہے فرمایا پھر پوچھتا کیوں ہے یہ مطالبہ کرتا کیوں ہے خدایا آنکھوں سے دیکھ لوں گا تو ایمان اور کامل ہو جائے گا یقین اور پختہ ہو جائے گا۔ اللہ نے فرمایا تو پھر چار پرندے لے لے ان کے ٹکڑے کردے ذبح کرکے آس پاس کے پہاڑوں پہ بکھیر دے۔

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا [سورۃ البقرۃ آیت:260]

ترجمہ: پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔

پھر ان کو پکارو وہ اللہ کے امر سے آ جائیں گے تو مُردہ جانور ہیں ان کے ٹکڑے کر کے بوٹیاں آس پاس کے پہاڑوں پر بکھیر دیں پھر پکارتے ہیں تَعَالَيْنَ بِإِذْنِ اللهِ اے پرندو! اللہ کے امر سے آؤ، ان بکھری ہوئی بوٹیوں نے سمجھ لیا جسم مکمل ہوئے اور دوڑتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو پتہ چلا کہ غائبانہ ندا پائی گئی ہے۔ مدد کے لیے پکارنے کا حکم بھی سرکار ﷺ دے رہے ہیں نہ غائبانہ ندا شرک ہو سکتی ہے اور نہ امداد کے لیے اللہ کے مقبولوں (جو اللہ کے انوار سے منور رہیں) کو پکارنا شرک ہو سکتا ہے۔

سوال: آج کل کے دور میں نوجوان نسل بہت پریشان ہے کہ کون سا فرقہ درست ہے اس کی نشانی کیا ہے؟

جواب: آسان سی بات ہے نشانی ہم نے خود تو نہیں گھڑنی وہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی بیان فرمائی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ

وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً. قَالُوْا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے ساتھ ہو بہو وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکی ہے، یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس فعل شنیع کا مرتکب ہوگا، بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے"۔

(یہ الفاظ ترمذی کے ہیں)

(سنن ترمذی :2641 ، سنن ابنِ ماجہ :3992، سنن ابو داؤد:4596، مجموع الفتاوی: 345/3، سلسلہ احادیث الصحیحہ:1348)

فرمایا یہودیوں کے اکہتّر فرقے بنے، ایک جنتی اور ستّر دوزخی، عیسائیوں کے بہتّر فرقے بنے، ایک جنتی اور اکہتّر دوزخی، میری امت میں تہتّر بنیں گے جن میں ایک جنتی اور بہتّر دوزخی ہوں گے یہ نبی کریم ﷺ کا اپنا فرمان ہے حاضرینِ مجلس نے عرض کی حضور وہ کون خوش نصیب ہیں جو نجات پائیں گے وہ خوش نصیب جماعت کون سی ہوگی فرمایا مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ جس راہ پہ میں اور میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں وہ راہ جنت کی راہ ہے نجات کی راہ ہے تو نبی کریم ﷺ نے کسوٹی دے دی، پرکھنے کے لیے ایک آلہ دے دیا کہ جس راہ پر نبی پاک ﷺ کے صحابہ چل رہے ہیں وہ راہ راہِ ہدایت ہے۔ اب خود دیکھ لو کیا کسی گستاخ کو صحابہ نے برداشت کیا ایک آدمی نے نبی پاک ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کیا اے محمد! عدل کرو تمہاری تقسیم پر اللہ راضی نہیں یہ منصفانہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے پلٹ کر دیکھا تو فرمایا مَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ اگر میں نے عدل نہیں

کرنا تو عدل کرنے والا پیدا کون ہوا ہے وَقَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ تو بڑا ذلیل ہے بڑا کمینہ ہے میرا کلمہ بھی پڑھتا ہے اور مجھ پر اعتراض بھی کرتا ہے۔ ایک طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اِئْذَنْ لِي فَلأَضْرِبْ عُنُقَهُ اجازت دو میں اس خبیث کا سر اُتار دوں دوسری طرف سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اُٹھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اِئْذَنْ لِي فَلأَضْرِبْ عُنُقَهُ اجازت دیں میں اس کا سر اُتار دوں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اگلے نبیوں کو بڑی تکلیفیں دی گئیں انہوں نے صبر کیا اس نے مجھے تکلیف دی ہے تو مجھے بھی اللہ کا حکم ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ [سورۃ الاحقاف آیت:35]

ترجمہ: تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

جس طرح پہلے بڑی شان والے رسولوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو لہٰذا میں صبر سے کام لوں گا ساتھ ہی فرمایا کہ یہ نہ دیکھو یہ تو ایک ہے۔

إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ۔

اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے نیچے نہیں اترے گا دو مطلب حلق سے نیچے گیا تو دل کی طرف گیا سوچتا ہے غور کرتا ہے اگر حلق سے نیچے جائے ہی نہیں۔ الفاظ رٹے ہوئے ہیں معنیٰ نہیں معلوم، جس طرح آج کل یہ آیتیں پڑھتے ہیں آیتیں بتوں کی ہیں منطبق نبیوں اور ولیوں پر کر رہے ہیں یہ پوری نشانی ہے جو نبی کریم ﷺ نے بیان کی ہے کہ قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے نیچے نہیں اُترے گا دوسرا مطلب اُوپر نہ جائے گا یعنی ان کا پڑھا ہوا اللہ قبول ہی نہیں کرے گا کیونکہ بدنیت خبیث الفطرت لوگ ہوں گے ان کا پڑھا اللہ قبول ہی نہیں کرے گا ایک معنیٰ یہ ہے اس کی نسل سے ایسے لوگ ہوں گے۔ دوسرا معنیٰ ضِئْضِئِ کا کیا ہے اس کی اصل سے ایسے لوگ ہوں گے اس کے بڑوں سے ایسے لوگ ہوں گے بڑے پہلے ہوتے ہیں اولاد بعد میں ہوتی ہے۔ اولاد ہوتی تو پھر تو بعد میں ہونے چاہییں اگر بڑوں سے ہیں تو پہلے گزر جانے چاہئیں آنے کا کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے ہوں گے تو اولادوں سے لیکن خبیث اتنے کہ ان کے بھی باپ ہوں گے جیسے جٹ لوگ کہتے ہیں اونٹی چالیس میل طے

کرے تو اس کا بچہ پینتالیس میل طے کر جاتا ہے کبھی دائیں سے آگے آ گیا کبھی بائیں سے آگے آ گیا اونٹنی چالیس میل کرے تو وہ پینتالیس میل طے کرتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بعد میں آنے والے ہیں بظاہر تو اولاد سے ہوں گے لیکن گستاخی اور بے ادبی کے لحاظ سے ان کے بھی باپ ہوں گے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ : بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسمًا فَقَالَ ذُوالْخُوَيْصَرَةِ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي تَمِيْمٍ : يَا رَسُوْلَ للهِ، اِعْدِلْ. قَالَ : وَيْلَكَ مَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ فَقَالَ عُمَرُ : اِئْذَنْ لِي فَلأَضْرِبُ عُنُقَهُ. قَالَ: لَا. إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ. وَ صِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ. يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمُرُوْقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ يَنْظُرُ إِلَي نَصْلِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيئٌ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَي رِصَافِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيئٌ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَي نَضِيِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيئٌ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَي قُذَذِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيئٌ. قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ يَخْرُجُوْنَ عَلَي حِيْنَ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَي يَدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ. قَالَ أَبُوْسَعِيْدٍ : أَشْهَدُ لَسَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صلي الله عليه وآله وسلم. وَأَشْهَدُ أَنِّي كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ حِيْنَ قَاتَلَهُمْ فَالْتُمِسَ فِي الْقَتْلَي فَأُتِيَ بِهِ عَلَي النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ النَّبِيُّ ﷺ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نامی شخص نے جو کہ بنی تمیم سے تھا کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہ

کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، کیونکہ اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے، پھر اس کے پیکان پر کچھ نظر نہیں آتا، اس کے پٹھے پر بھی کچھ نظر نہیں آتا، اس کی لکڑی پر بھی کچھ نظر نہیں آتا اور نہ اس کے پروں پر کچھ نظر آتا ہے، وہ گوبر اور خون کو بھی چھوڑ کر نکل جاتا ہے۔ وہ لوگوں میں فرقہ بندی کے وقت نکلیں گے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی کا ہاتھ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلتا ہوگا۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث پاک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اور میں (یہ بھی) گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ان (خارجی) لوگوں سے جنگ کی گئی، اس شخص کو مقتولین میں تلاش کیا گیا تو اس وصف کا ایک آدمی مل گیا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔"

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 6534,5811، صحیح مسلم :1064)

نابینا صحابی کا گستاخ لونڈی کو قتل کرنا:

تو راہ مل گئی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں کسی کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور جو گستاخی کرتا اسے ختم کر دیتے ایک نابینا صحابی ہے اس کی بیوی نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی ہے اس نے تلوار اس کے پیٹ پہ رکھی اُوپر اپنا وزن ڈال کے اسے واصل جہنم کر دیا حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی حضور میں اپنی بیوی کو مار آیا ہوں سرکار ﷺ نے فرمایا تو بَری ہے۔

عَنْ عِكْرِمَةَ. قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ. أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ

أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ. قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشْتُمُهُ. فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ. فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: أَنْشُدُ اللهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک نابینا شخص کے پاس ایک ام ولد تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی اور آپ ﷺ کی ہجو کیا کرتی تھی، وہ نابینا اسے روکتا تھا لیکن وہ نہیں رکتی تھی، وہ اسے جھڑکتا تھا لیکن وہ کسی طرح باز نہیں آتی تھی حسب معمول ایک رات اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو شروع کی، اور آپ کو گالیاں دینے لگی، تو اس (اندھے) نے ایک چھری لی اور اسے اس کے پیٹ پر رکھ کر خوب زور سے دبا کر اسے ہلاک کر دیا، اس کے دونوں پاؤں کے درمیان اس کے پیٹ سے ایک بچہ گرا جس نے اس جگہ کو جہاں وہ تھی خون سے لت پت کر دیا، جب صبح ہوئی تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حادثہ کا ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے لوگوں کو اکٹھا کیا، اور فرمایا: "جس نے یہ کیا ہے میں اس سے اللہ کا اور اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے" تو وہ اندھا کھڑا ہو گیا اور لوگوں کی گردنیں پھاندتے اور ہانپتے کانپتے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا، اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول میں اس کا مولیٰ ہوں، وہ آپ کو گالیاں دیتی اور آپ کی ہجو کیا کرتی تھی، میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ نہیں رکتی تھی، میں اسے جھڑکتا تھا لیکن وہ کسی صورت باز نہیں آتی تھی، میرے اس سے موتیوں کے مانند دو بچے ہیں، وہ مجھے بڑی محبوب تھی تو جب کل رات آئی حسب معمول وہ آپ کو گالیاں دینے لگی، اور ہجو کرنی شروع کی، میں نے ایک چھری اٹھائی اور اسے اس کے پیٹ پر رکھ کر خوب زور سے دبا دیا، وہ اس کے پیٹ میں گھس گئی یہاں تک کہ میں نے اسے مار ہی ڈالا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! سنو تم گواہ رہنا کہ اس کا خون لغو ہے"۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: 4361، سنن نسائی: 4075)

فرمایا جو میری گستاخی کرنے والا ہے اس کی سزا ایسی ہونی چاہیے تیرے اُوپر شریعت کی کوئی حد لاگو نہیں ہے۔ تو پتہ چلا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کسی گستاخ کی گستاخی برداشت نہیں کی اور اس کو وہیں ٹھکانے لگا دیا۔

حضرت خالد بن ولید کا مالک بن نویرہ کو قتل کرنا:

حضرت خالد بن ولید مالک ابن نویرہ اپنے علاقے کا نواب ہے جس نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اس کے پاس تشریف لے گئے اس کو سمجھایا انسان بن اسلام کامل ہو چکا ہے وہ نبی برحق ہیں اب ان کے خلیفے صدیق ہیں بغاوت نہ کر، انکار نہ کر، زکوۃ دے۔ اس نے کہا تمہارے صاحب نے ہم پہ مالی تاوان عائد کیا ہے آپ نے فرمایا ہمارے صاحب ہیں تیرے نہیں یہ لفظ دوبارہ نہ بولنا اس نے دوبارہ پھر یہی کہہ دیا تمہارے صاحب، فرمایا میں نے تجھے وارننگ دی ہے یہ لفظ نہ بول کیا تیرے نبی نہیں تیرے صاحب نہیں تیسری بار پھر اس نے کہا آپ نے تلوار نکال

کر ماری، سر اُتار دیا کہ جو میرے نبی کے بارے میں ایسی بے پرواہی کرے میرے پاس اس کی یہی سزا ہے۔(الشفا:221)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منافق کو قتل کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جھگڑا آیا ایک یہودی ہے ایک کلمہ گو ہے دروازہ کھٹکایا آپ کو بلایا آپ باہر تشریف لائے کیا بات ہے حضور یہ مسئلہ ہے فیصلہ کرانا ہے یہودی نے کہا دو جگہ پہلے فیصلہ ہو چکا ہے نبی کریم ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی فیصلہ میرے حق میں کیا ہے لیکن یہ مسلمان نہیں مانتا ہے اب آپ کے پاس لے آیا ہے آگے آپ کی مرضی آپ نے فرمایا مَكَانَكُمَا تم اپنی جگہ پہ ٹھہرو میں اندر سے ہو کر آتا ہوں گھر تشریف لے گئے تلوار میان سے نکالی آتے ہی اس کلمہ گو کو ماری سر اُتار کر رکھ دیا فرمایا:

هٰذَا قَضَائِي لِمَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ۔

جو میرے رسول کے فیصلے پہ راضی نہیں میرا فیصلہ اس کے لیے یہی ہے۔ مسلمانوں میں کہرام مچ گیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان کو مار دیا ہے اس سے بدلہ لینا چاہیے اس کو قتل کرنا چاہیے أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کے تحت قاتل کا بدلہ یہ ہے کہ وہ مقتول کی جگہ قتل ہو لہٰذا ان کو قتل کرنا چاہیے اللہ نے آیت نازل کی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

ترجمہ: تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔[سورۃ النساء آیت:65]

عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ: كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَرَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مُنَازَعَةٌ فِي شَيْءٍ فَأَتَيَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَضَى عَلَى الْمُنَافِقِ فَانْطَلَقَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَقْضِيَ بَيْنَ مَنْ يَرْغَبُ عَنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَانْطَلَقَا إِلَى عُمَرَ فَقَصَّا عَلَيْهِ فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَعْجَلَا حَتّٰى أَخْرُجَ إِلَيْكُمَا فَدَخَلَ فَاشْتَمَلَ عَلَى السَّيْفِ وَخَرَجَ فَقَتَلَ

الْمُنَافِقَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا أَقْضِي بَيْنَ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فَسُمِّيَ الْفَارُوقُ۔

ترجمہ: حضرت مکحول بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی مسلمان اور منافق کے درمیان، کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کے خلاف فیصلہ فرما دیا۔ پھر وہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گئے، انہوں نے کہا: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو نہیں مانتا، میں اس کے درمیان فیصلہ نہیں کرسکتا۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے واپس آنے تک تم یہیں ٹھہرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے تلوار سونت کر آئے اور منافق کو قتل کر دیا اور کہا: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا، اس کے لئے میں اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل کر دی۔ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ﴾ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق پڑ گیا۔ (تفسیر در منثور:2/181، تفسیر ابن کثیر:1/789)

اے محبوب تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتے جب تک تیرے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتے۔ عمر فاروق نے کسی مومن کو قتل نہیں کیا بلکہ کافر اور بے ایمان کو قتل کیا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے نشانی بتادی کہ سیدھا راستہ کون سا ہے مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِي "جس راہ پہ میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ اسی طرح سرکار ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔

جو میرے بعد زندہ رہا وہ بڑے اختلافات دیکھے گا لیکن اختلافات سے بچنے کی، راہ ہدایت پانے کی صورت کیا ہے۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ میری سنّت پر اور میرے خلفائے راشدین کی سنّت پہ عمل کرو عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ صرف ہاتھوں سے قابو نہ کرو ہاتھوں سے وہ رسی جاتی نظر آئے تو پھر داڑھوں کے ذریعے اسے قابو کرو۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ. قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ. فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ. فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ. وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اِخْتِلَافًا كَثِيرًا. وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ. فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ. عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

ترجمہ: عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز فجر کے بعد ایک موثر نصیحت فرمائی جس سے لوگوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور دل لرز گئے، ایک شخص نے کہا: یہ نصیحت ایسی ہے جیسی نصیحت دنیا سے (آخری بار) رخصت ہو کر جانے والے کیا کرتے ہیں، تو اللہ کے رسول! آپ ہمیں کس بات کی وصیت کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے، امیر کی بات سننے اور اسے ماننے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ تمہارا حاکم اور امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے آئندہ جو زندہ رہے گا وہ (امت کے اندر) بہت سارے اختلافات دیکھے گا تو تم (باقی رہنے والوں) کو میری وصیت ہے کہ نئے نئے فتنوں اور نئی نئی بدعتوں میں نہ پڑنا، کیونکہ یہ سب گمراہی ہے۔ چنانچہ تم میں سے جو شخص ان حالات کو پالے تو اسے چاہیے کہ وہ میری اور

میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم اور جمارہے اور میری اس نصیحت کو اپنے دانتوں کے ذریعے مضبوطی سے دبالے"۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: 4607، سنن ترمذی: 2676، سنن ابنِ ماجہ :42، 43، مسند احمد: 126/4، صحیح ابنِ حبان: 178/1 رقم الحدیث: 5، مستدرک 174/1، رقم الحدیث: 329، معجم کبیر: 246/18، رقم الحدیث: 618)

تو دوسری نشانی سرکار ﷺ نے یہ بتائی ہے کہ جدھر چار خلیفے ہیں وہ راستہ سیدھا ہے اس پہ چلنا چاہیے۔

تیسری نشانی سرکار ﷺ نے کیا بیان کی إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ۔

- میں دو قیمتی چیزیں تمہارے اندر چھوڑ کے جا رہا ہوں لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا۔

جب تک تم ان کی اتباع کرتے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری آل ہے۔

وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّىٰ يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔

یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے اکٹھے رہیں گے یہاں تک کہ اکٹھے مل کر میرے پاس حوضِ کوثر پہ آئیں گے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي. أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ. كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ. وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي. وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ. فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا۔

ترجمہ: زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے: ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے اور وہ اللہ کی کتاب ہے گویا وہ

ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے، اور دوسری میری ''عترت'' یعنی میرے اہل بیت ہیں یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے، تو تم دیکھ لو کہ ان دونوں کے سلسلہ میں تم میری کیسی جانشینی کر رہے ہو۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث :3786، 3788، طبرانی رقم الحدیث : 4757 مسند احمد: 181/5 رقم الحدیث 61821، مجمع الزوائد 162/9)

لہٰذا تیسری علامت سیدھے راہ کی کیا ہے آلِ رسول کا دامن اور قرآن کا دامن ہاتھ میں ہو تب آدمی ہدایت پر ہے قرآن آلِ رسول، صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی پاک ﷺ کی سنت نبی پاک ﷺ کے خلفائے راشدین ان کی راہ راہِ حق ہے جو اس پر چلے گا وہ نجات پائے گا جو یہ راہ چھوڑ دے گا وہ گمراہ اور بے ایمان ہو جائے گا۔

طہارت کے مسائل

سوال: بیت الخلاء میں بولنا ممنوع ہے لیکن آپ نے کہا کہ حضور ﷺ نے بیت الخلاء میں فرمایا:

نُصِرْتَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ۔

جواب: بیت الخلاء میں بولنا ممنوع نہیں ہوتا ہے قضائے حاجت کرتے وقت یا اِسْتِنْجاء کرتے وقت بولنا ممنوع ہوتا ہے۔ آپ کو وہاں پانی کی ضرورت پیش آ جائے تو بولنا منع ہے؟ آپ سارا دن بیٹھے رہیں بولنا جو منع ہے آپ کو کوئی سانپ نظر آ جائے وہاں پر بھی مت بولیں کسی کو مت کہیے کہ چھڑی وغیرہ لا دو تا کہ اس کو ماریں تو بولنا ضرورت کے تحت جائز ہوتا ہے اور اگر منع بھی ہوتا ہے تو اس وقت منع ہوتا ہے جب آدمی اِسْتِنْجاء کر رہا ہو یا قضائے حاجت کر رہا ہو جب فارغ ہو چکا ہو پھر تو منع نہیں کیا گیا۔

نماز کے مسائل

سوال: کیا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا سنّت ہے؟

سوال: دستار پہن کر نماز پڑھنا سنّت ہے لیکن یہ نہیں کہ دستار نہ ہو تو نماز ہوتی ہی نہیں اگر دستار باندھ کے نماز پڑھو تو ستر گنا ثواب زیادہ ہے لیکن یہ کہنا کہ دستار نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی، نماز ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر کُرتا بھی نہ پہنو صرف چادر باندھ کے پڑھ لو تو بھی نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا آدمی چادر باندھ کر پڑھے جو مقتدا ہو، پیشوا ہو، جو مسئلہ سمجھا رہا ہو تو اس طرح بھی جائز ہے۔

صحابی کا ایک چادر میں نماز پڑھنا:

ایک صحابی کے کپڑے کھونٹی پہ لٹکے ہیں تو تابعی آئے وہ سوال کرتے ہیں حضرت تمہارے کپڑے تو لٹکے ہیں پھر بھی ایک کپڑے میں پڑھ رہے ہو۔ بولے میں اس لیے پڑھ رہا ہوں لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ تاکہ تیرے جیسا احمق دیکھے تو اسے مسئلہ سمجھ آ جائے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ. قَالَ لَهُ قَائِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ: إِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ. وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: محمد بن منکدر سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے تہبند باندھ کر نماز پڑھی۔ جسے انہوں نے سر تک باندھ رکھا تھا اور آپ کے کپڑے کھونٹی پر لٹکے ہوئے تھے۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ آپ ایک تہبند میں نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھ جیسا کوئی احمق مجھے دیکھے۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو کپڑے بھی کس کے پاس تھے؟ (صحیح بخاری رقم الحدیث:352)

کپڑے ہوتے ہوئے میں ایک کپڑے میں کیوں پڑھ رہا ہوں تا کہ تیرے جیسا احمق دیکھے اور اسے مسئلہ سمجھ آ جائے کہ ایک کپڑے میں بھی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ گھٹنے سے لے کر ناف تک کا حصہ ڈھانپنا فرض ہے فرض ڈھک گیا نماز ہو گئی لیکن آداب سے یہ ہے سنّت طریقہ یہ ہے کہ پوری چادر باندھو، کُرتا پہنو، ٹوپی اور دستار سر پہ رکھو۔ ٹوپی دستار دونوں ہونی چاہییں اگر وہ نہ رکھو صرف ٹوپی موجود ہو، تواضع وانکساری مقصود ہو پھر بھی ٹھیک ہے۔ یہاں یہودی نصرانی نہیں ہیں پگڑی وہ باندھتے ہی نہیں اُن میں رواج ہی نہیں ہے صرف پگڑی باندھ لو پھر بھی حرج نہیں ہے تو بہر حال بہتر صورت ہونا علیحدہ بات ہے اور نماز کا نہ ہونا علیحدہ بات ہے۔

سوال: حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹوپی پہننا منافقین کا طریقہ ہے اور عمامہ باندھنا میری سنّت ہے۔

جواب: خالی عمامہ باندھنا بھی منافقین کی علامت ہے حدیث میں تو یہ بھی ہے تو پھر خالی پگڑی بھی نہیں باندھنی چاہیے وہ بھی منافقین کی علامت ہے اس لیے یہ ذرا سوچنے کی بات ہے جہاں یہودی نصرانی رہتے ہوں انہوں نے داڑھی رکھی ہوئی ہو، خضاب نہ لگاتے ہوں وہاں تمہیں خضاب لگانا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں خَالِفُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصارٰی یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو وہ خضاب نہیں لگاتے لہٰذا تم خضاب لگایا کرو۔ لیکن جہاں یہودی کوئی نہ ہو، نصرانی کوئی نہ ہو یا وہ داڑھی نہ رکھتے ہوں یا وہ بھی خضاب لگاتے ہوں اب وہاں خضاب لگانا کوئی ضروری نہ ہوا۔ اس لیے حالات کے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں وہ سمجھ کے فتویٰ لگانا چاہیے حالات کے تقاضے سمجھے بغیر مفتی نہیں بن بیٹھنا چاہیے۔

سوال: سود خور کا مال مسجد پہ لگانا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: سود خور کی کچھ کمائی تو حلال بھی ہو گی زمین سے جو گندم یا چنے آتے ہیں وہ تو سود نہیں لہٰذا اس طرح کے مال سے اگر مسجد میں دے تو جائز ہے لیکن بینک کی کمائی یا سود کی کمائی اگر مسجد پر لگائے تو پھر نا جائز ہے حرام ہے اگر سود کی کمائی مسجد میں ثواب سمجھ کے لگاتا ہے تو پھر کافر ہو جائے گا اگر خرچ کرے تو گندی جگہ کرے مسجد کی لیٹرینیں بنا دے گلیوں کی نالیاں پانی والی بنائے ثواب کی نیت نہ کرے ویسے ہی مال لگانا ہے اس نیت پر لگائے ثواب کی نیت نہ کرے تو

ایسی جگھوں پر لگائے مسجد کی عمارت پہ استعمال نہیں کر سکتا۔

سوال: جو داڑھی مُنڈا تا ہو کیا ایسا آدمی اذان یا اقامت کہہ سکتا ہے؟

جواب: بہتر ہے کہ متقی پرہیز گار ہو لیکن اگر داڑھی مُنڈا اذان دے گا تو سنّت ادا ہو جائے گی۔

سوال: ایک سنی مولوی کا روزانہ دیوبندی حضرات کی محفل میں بیٹھنا ان کی ہاں میں ہاں ملانا اخلاقاً شرعاً کیسا ہے اور ایسا طریقہ اختیار کرنے والے سنی مولوی کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

جواب: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اَلْمَرْءُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ جیسا دوست ہوگا جو اس کا دین مذہب ہوگا اس کا بھی وہی مذہب بن جائے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الرَّجُلُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 2378، سنن ابو داؤد: 4833، مسند احمد: 2/303، 334)

آپ زمیندار لوگ کہتے ہیں کہ پیلا اور دھولا ملا کر باندھو رنگ تو نہ تبدیل کرے گا لیکن عادتیں تبدیل ہو جائیں گی۔ اسی طرح کوئی بندہ جب کسی بندے کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو جو اس کے نظریات، اخلاق و عادات ہوں گے وہی اس کے بن جائیں گے اور یہی نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو بندے کے یار، دوست کا دین مذہب ہے وہی اس کا دین مذہب ہے لہٰذا سوچ کر یار، دوست بنایا کرو، سوچ کر کسی کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ اگر تمہارا مخالف ہے دشمن ہے تو اس سے دُور رہا کرو۔ ورنہ جو اس کے پاس بیٹھے گا تو جو نظریہ اس کا وہ تمہارا بن جائے گا۔ قیامت کو بھی تم اسی کے ساتھ اُٹھو گے۔

اللہ رب العزت نے اطاعت گزاروں کے لیے بشارت کیا دی ہے جو اللہ و رسول کی

اطاعت کرے گا وہ اللہ کے نبیوں کے ساتھ ہوگا صدیقوں کے ساتھ ہوگا شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا تو جس کا اِدھر قلبی تعلق ہوگا وہ اِن کے ساتھ اُٹھے گا اُدھر قلبی تعلق ہوگا وہ اُن کے ساتھ اُٹھے گا۔اس لیے ایسے مولوی صاحب کو سوچنا چاہیے کہ کہیں ان کے دین پہ نہ چلا جاؤں اور اللہ مجھے ان کے کھاتے نہ ڈال دے اس لیے ان سے بچ کے رہے تاکہ قیامت کے دن رسوائی اور خواری برداشت نہ کرنی پڑے۔باقی رہ گیا مسئلہ رازوں والا تو سنی سیدھے سادے لوگ ہیں جیسے ان کا ظاہر ہے باطن بھی اسی طرح ہے۔ظاہر و باطن ایک جیسا ہے۔اس لیے یہاں نہ کوئی اس طرح کے راز ہوتے ہیں نہ اس طرح کے رازوں کا افشا ہونے کا کوئی خطرہ ہوسکتا ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں لیکن بہرحال جس صحبت میں بیٹھے گا وہ اسی کھاتے میں لکھا جائے گا تو اس سے اسے گریز کرنا ضروری ہے۔

سوال: کیا نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اس ضمن میں عرض کردوں کہ عام طور پر ہماری عادت ہوتی ہے کہ ہم نفل بیٹھ کے پڑھتے ہیں کوئی جوان آدمی کھڑا ہو بھی جائے تو پھر سوچتا ہے میں نے تو نفل پڑھنے تھے پھر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ یہ غلط طریقہ ہے کھڑے ہو کر نفل پڑھو دُگنا ثواب ہے بیٹھ کے پڑھو تو آدھا ثواب ہے چلو کوئی بوڑھا ہو کمزور ہو بیٹھ کے پڑھ لے تو اجازت ہے لیکن ثواب میں کمی آجاتی ہے کھڑے ہو کر پڑھو تو ثواب دُگنا ملتا ہے نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔

ایک بار آپ ﷺ بیٹھ کے نفل پڑھ رہے ہیں حضرت عبداللہ ابنِ عمرو ابنِ عاص رضی اللہ عنہ آئے دیکھا سرکارِ دو عالم ﷺ بیٹھ کے نفل پڑھ رہے ہیں حیران ہو گئے کہ جو ہستی ہمیں حکم دیتی ہے کھڑے ہو کے نفل پڑھو آپ کیوں بیٹھے ہیں تو ایسے وہ پریشان ہوئے اور تذبذب کا شکار ہوئے کہ یہ خیال ہی نہ آیا کہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں عین نماز کی حالت میں آپ ﷺ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا خیر آپ ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو فرمایا یہ کیا بات ہے یہ تم نے کیا حرکت کی ہے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ تو فرماتے ہو:

صَلٰوةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلٰوةِ الْقَائِمِ۔

(سنن نسائی، حدیث: 1660، سنن ابن ماجہ، حدیث: 1230، سنن ابو داؤد: 950، سنن

دارمی:1426، مسند احمد بن حنبل:162/2)

بیٹھ کے پڑھنے والے کی نماز کا آدھا اجر ہے بنسبت کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے اور آپ ﷺ خود بیٹھ کے پڑھ رہے ہیں۔

تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: اَیُّکُمْ مِثْلِی تم میں سے کون میرے جیسا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي جَالِسًا، فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى رَأْسِهِ، فَقَالَ: مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو؟ قُلْتُ: حُدِّثْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَّكَ قُلْتَ صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلَى نِصْفِ الصَّلَاةِ، وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا، قَالَ: أَجَلْ، وَلٰكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ سے کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیٹھے ہوئے نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہے"، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کے نماز پڑھ رہے ہیں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ہاتھ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا ہے اے عبداللہ!" میں نے کہا کہ مجھے پہنچا ہے کہ آپ فرماتے ہیں اے اللہ کے رسول! کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں سچ ہے مگر میں تم لوگوں کے برابر نہیں ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:1715)

میں محبوب ہوں میری ہر ادا اسے پسند ہے تو میں بیٹھ کے ہی کیوں نہ پڑھوں مجھے اتنا ہی اجر و ثواب دے دیتا ہے تم میری برابری کیسے کر سکتے ہو وہ حکم تمہارے لئے ہے میری ذات اس سے مستثنیٰ ہے۔

سوال: حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی تو کیا آپ پھر تہجد نہیں پڑھتے تھے کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ آپ سوتے نہیں تھے اور تہجد کے لیے سونا شرط ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: آپ کی بنیاد ہی غلط ہے جب بنیاد ہی غلط ہو تو پھر اوپر جو تعمیر کردہ محل ہے وہ بھی بے بنیاد اور غلط ہو گیا تہجد کے لیے سونا شرط ہے ہی نہیں۔ یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ سونا ضروری ہے تب تہجد بنے گی ویسے نہیں بنے گی کوئی ساری رات جاگتا رہے جب آدھی رات کے بعد نوافل پڑھے گا وہ تہجد بن جائیگی۔ اس سے پہلے پڑھے گا تو وہ تہجد نہیں بنے گی تو وقت کے لحاظ سے اس نماز کو تہجد کہا جاتا ہے۔ نہ کہ یہ ضروری ہے کہ پہلے سوئے اور اس کے بعد پڑھے۔ تہجد پڑھتے نہیں تھے وہ تو ساری رات ہی پڑھتے رہتے تھے تم تو آٹھ پڑھ کے اللہ پہ احسان کرتے ہو اور وہ ساری رات جاگ کے بھی کہتے تھے کچھ نہیں کیا۔

سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ساری رات نفس کے گھوڑے کو دوڑا دوڑا کے اس راہِ عبادت میں کوچیں کاٹ دیتے ہیں پاؤں شل کر دیتے ہیں صبح کہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہو سکا، منزل تو اسی طرح باقی ہے طے تو کچھ بھی نہیں ہوا تو وہ اُلٹا کوتاہی سمجھتے ہیں، عبادت میں ارمان کا اظہار کرتے ہیں کہ رات اتنی لمبی گزر گئی کچھ بھی نہ ہو سکا اور ہمارا یہ حال ہے کہ کہیں دو رکعت پڑھ بھی بیٹھے تو پھر اللہ پر احسان کرتے ہیں کہ دیکھا ہم نے تیری خاطر نیند قربان کر دی، اتنی رکعتیں نماز پڑھ دی۔ اُن لوگوں کا یہ حال نہیں ہے حضور امام اعظم رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کے درمیان سوتے تھے اور آپ نے چالیس سال عصر کے وضو سے ظہر کی نماز ادا کی ہے عصر کی نماز کے لیے وضو کیا اسی سے شام پڑھی، عشاء پڑھی لوگ چلے گئے آپ عبادت میں مصروف ہو گئے پھر تہجد پڑھی پھر صبح کی نماز پڑھی پھر دین پڑھانے بیٹھ گئے جب ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تو ظہر پڑھ لی پھر روٹی کھائی اور قیلولہ فرمایا تو ظہر اور عصر کے درمیان آرام کرتے تھے اور عصر کے وضو سے آپ ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور چالیس سال آپ نے اس طرح گزارے۔

سوال: جائے نماز پر مدینہ کا نقشہ بنا ہوا ہے تو ہم سینہ سے لگاتے ہیں جب نماز پڑھنے کے لیے جائے نماز کو نیچے رکھ کر نماز پڑھتے ہیں تو کیا اس پر نماز ہو جاتی ہے کیونکہ اس

پر مدینہ کا نقشہ بنا ہوتا ہے؟

جواب: مدینہ کا نقشہ ہے وہ مدینہ تو نہیں ہے مدینہ میں جائیں تو کیا کریں گے نماز نہیں پڑھیں گے مسجد نبوی میں قدم رکھیں گے سجدے میں جاتے ہوئے گھٹنے رکھیں گے کیا پھر نا جائز ہو جائے گی تو اس لیے یہ حرام نہیں ہے نماز ہو جاتی ہے لیکن چونکہ عکس اوپر ہے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی جائے نماز استعمال ہی نہیں کرنی چاہیے یہ آداب میں سے ہے یہ نہیں کہ نماز نہیں ہوگی لیکن ادب اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے نقشے جائے نمازوں پہ نہیں ہونے چاہییں اور ایسے نقشوں والی جائے نماز کو نیچے نہیں بچھانا چاہیے یہ آداب میں سے ہے ورنہ نماز ہو جاتی ہے مسجد نبوی کا اگر نقشہ ہو مسجد میں آپ قدموں کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں اس لیے یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ فرض باطل ہو جاتے ہیں یا انسان کافر ہو جاتا ہے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ہاں اس کے آداب میں سے یہ ہے کہ ایسی جائے نماز نہیں ہونی چاہیے۔

سوال: اذان سے قبل درود وسلام پڑھنے کا ثبوت صحیح احادیث سے پیش فرمائیں نیز نماز کے بعد ذکر بالجہر خصوصاً کلمہ شریف کا ثبوت عنایت فرمائیں؟

جواب: یہ تو اللہ رب العزت کا واضح فرمان موجود ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ نہ پڑھو. ثبوت تو انہیں پیش کرنا چاہیے۔ ہمارے لیے تو اللہ کا فرمان ہی کافی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ [سورۃ الاحزاب آیت:56]

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللہ رب العزت اور اس کے سارے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں یہ اس کا ترجمہ ہے۔ درود بھیجتے رہتے ہیں یہ مضارع کا صیغہ ہے عربی گرائمر کی رُو سے مضارع دوام وتجدد پر دلالت کرتا ہے کہ یہ عمل جاری ہے پیش کرتے رہتے ہیں اللہ رب العزت نے اپنے عمل کی مداومت بیان کر کے، نیکی بیان کر کے ہمیں بھی ترغیب دی ہے کہ میں خدا ہو کر، ان کا خالق ومالک ہو کر جب ہر وقت درود بھیجتا رہتا ہوں تو تم اُمتی اور غلام ہو کر کیوں نہ ہر وقت بھیجو تم بھی ہر

وقت درود بھیجا کرو لہٰذا ہر وقت درود بھیجنا تو قرآن کی نص سے ثابت ہے۔اب یہ تم بیان کرو کہ یہاں بھیجنا کیوں جائز نہیں۔عجیب بات ہے قرآن کی آیت کے ہوتے ہوئے ہم سے ثبوت مانگا جارہا ہے کہ اذان سے پہلے درود جائز ہے اس کا ثبوت پیش کرو۔تم جو ناجائز کہہ رہے ہوتو بغیر ثبوت کے کہہ رہے ہو اگر اس کا جواز ثابت کرنا محتاجِ دلیل ہے تو اس کا ناجائز ہونا تمہاری زبان سے ثابت ہو جائے گا۔کیا اس کے لیے کوئی دلیل درکار نہیں ہوگی بلکہ جواز بغیر دلیل کے ثابت ہوسکتا ہے عدمِ جواز بغیر دلیل کے نہیں ثابت ہوسکتا۔

کیوں! اس لیے کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے یہ ایک فقہی واصولی قاعدہ ہے کہ ہر چیز اصل کے حساب سے مباح ہے حرمت محتاجِ دلیل ہے حلت محتاجِ دلیل نہیں ہے تو جب قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے۔کیوں! اس لیے کہ حرمت کی دلیل کوئی نہیں، تم کہتے ہو ناجائز ہے حرام ہے تو دلیل تمہیں پیش کرنی چاہیے ہمیں تو دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔آیت بھی نہ ہوتی تو ہمارے لیے پھر بھی جائز تھا تم ثابت کرو کہ یہ ناجائز ہے تو کیوں ناجائز ہے۔

فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ سات جگہ درود پڑھنا مکروہ ہے باقی ہر جگہ مستحب ہے۔ پیشاب کرتے وقت، استنجا کرتے وقت، بیوی سے مباشرت کرتے وقت، تعجب کے وقت، جمائی آئے، سودا بیچتے وقت، جانور ذبح کرتے وقت، یہ سات مقامات ہیں جہاں درود پڑھنا مکروہ ہے اس کے علاوہ ہر جگہ مستحب ہے درمختار دیکھو، ردالمختار دیکھو انہوں نے تصریح کی ہے کہ باقی ہر مقام پر مستحب ہے صرف ان جگہوں پر اس میں کراہت ہے۔اذان سے پہلے پیچھے، تکبیر سے پہلے پیچھے، کوئی نہیں ذکر کیا تو ہر جگہ مستحب ہے تو یہ بھی انہی مقامات میں سے ہیں۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ صبح کی اذان دیتے تھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے ساتھ ایک اونچا مکان تھا اس کی چھت پہ چڑھ کے بیٹھ جاتے تھے جوں ہی صبح صادق ہوتی تھی تو وہ کمر سیدھی کرتے اور کیا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَاسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ ثُمَّ يُؤَذِّنُ۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث:519)

اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے دُعا کرتا ہوں کہ قریشیوں کو ہدایت دے تا کہ ان کے ذریعے تیرے دین کا پرچم مشرق و مغرب تک لہرائے اور تیرے دین کی مکمل اشاعت ہو۔ اللہ کی حمد وثناء بھی کرتے، قریش کی ہدایت کی دُعا بھی کرتے، ان کے ذریعے اسلام کی ترویج واشاعت اور ترقی کی دعا بھی کرتے۔ پھر اذان شروع کرتے تو اگر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُکَ کہنا اذان سے پہلے اللہ کی حمد وثناء کرنا جائز، قریش کی ہدایت کی دُعا کرنا جائز، ان کے ذریعے اسلام کی ترقی کی دُعا کرنا جائز تو نبی کریم ﷺ کی ذات پر درود بھیجنا کیوں ناجائز ہے۔

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کا دور تھا تو رواج یہ تھا کہ جب جماعت کھڑی ہونے والی ہوتی تو مؤذن کہتا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مطلب یہ ہوتا کہ جماعت تیار ہے تشریف لائیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیجیے تو وہ دوڑے آتے باجماعت نماز پڑھ لیتے کیونکہ مصروف لوگ ہیں کیسے پہلے آئیں اور بیٹھیں۔ تو عین وقت پر اطلاع پہنچ گئی وہ آ گئے جماعت میں شامل ہو گئے ثواب حاصل کر لیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ نے سوچا کہ ہم کمینے کون ہیں کہ مسجدوں میں ہم پر سلام بھیجا جائے مقصد تو ہے اطلاع دینا کہ جماعت تیار ہے تو کوئی اور بھی طریقہ ہوسکتا ہے یہ کوئی ضروری ہے کہ ہم پر سلام بھیجا جائے انہوں نے یہ تجویز کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات پر درود وسلام پڑھا جائے۔

علماء کو اکٹھا کیا ان سے رائے لی کہ میرا یہ خیال ہے کہ بجائے ہم پر سلام بھیجنے کے نبی کریم ﷺ کی ذات پاک پر درود وسلام بھیجا جائے تو علماء نے فتویٰ کیا دیا کہ یہ جائز ہے، مستحب ہے، کارِثواب ہے۔ کیوں! اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے وَافْعَلُوْ الْخَیْرَ نیکی کا کام کرو اور درود وسلام سے بڑی نیکی کون سی ہے اللہ فرماتا ہے وَافْعَلُوْ الْخَیْرَ نیک کام کیا کرو اور درود سے بڑا نیکی کا کام کوئی نہیں لہٰذا درود وسلام یہاں پڑھنا ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا جب یہ نیکی کا کام ہے تو پھر تم صرف نیکی سے روکنے کے لیے پیدا ہوئے ہو یہی تمہارا اعزاز ہے نبی پاک ﷺ کی امت کی یہ شان نہیں کہ نیکی سے روکے بلکہ ان کی شان بُرائی سے روکنا ہے لیکن تم اُلٹے چکر میں پڑ گئے ہو جو نیکی کرتے ہیں انہیں روکتے ہو اور جو بُرائی کرتے ہیں انہیں بتلاتے

ہی نہیں کہ یہ بُرا کام کر رہے ہو، اس کے قریب مت جاؤ۔ لوگ سینما گھروں میں جائیں وہاں بدمعاشیاں کریں، بدمعاشیاں دیکھیں، فحش گانے سنیں اس پہ کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر کوئی مسجد میں نبی پاک ﷺ کی ذات پہ درود و سلام پڑھ لے پھر فتوے بازی شروع ہو جائے گی تو یہ اُلٹا چکر چل گیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ [سورۃ آل عمران آیت:110]

تم بہترین امت ہو لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کیے گئے ہو تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔ ہم نے اُلٹا چکر چلا دیا کہ جو بُرا کرے ان کو پوچھتے ہی نہیں ہیں کوئی نیکی کا کام کرنے لگے تو اسے روکتے ہیں یہ تمہارا مشاہدہ ہو گا کہ کیا علمائے دیوبند یا اہلِ حدیث کے مقتدیوں میں شرابی، زانی، بدکردار لوگ کوئی نہیں، اُن سے نفرت نہیں مگر انگوٹھے چومنے والوں سے نفرت زیادہ ہے اذان کے بعد درود و سلام پڑھنے والوں سے نفرت زیادہ ہے جو نبی کریم ﷺ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارے ان سے نفرت زیادہ ہے تو گویا باقی کوئی بُرائی بُرائی ہی نہیں ہے بُرائی ہے تو انگوٹھے چوم لینا، اذان کے بعد درود و سلام پڑھنا اور یا رسول اللہ کہنا اصل بُرائیاں رہ گئی ہیں باقی کوئی ان کی نظروں میں بُرائی ہی نہیں رہ گئی نہ اُن بُروں سے نفرت ہے اگر نفرت ہے تو نبی پاک ﷺ کی محبت میں جو نبی کریم ﷺ کے نام کو چوم لیتے ہیں یا درود و سلام پڑھتے ہیں ان کے ساتھ نفرت ہے یہ کیا تماشہ ہے کہ نیکی کو بُرائی بنا کے رکھ دیا اور بُرائیوں کو نیکیاں بنا کے رکھ دیا۔

دوسرا سوال تھا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے یا نہیں تو ذکر بلند آواز سے کرنا بذاتِ خود اچھی بات ہے نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي . وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ

ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ۔

کہ جو مجھے اکیلے یاد کرے گا میں بھی اسے اکیلے یاد کروں گا اور جو دل میں یاد کرے گا میں بھی اسے دل میں یاد کروں گا اور جو مجھے مجمع کے اندر یاد کرے گا میں اس کے مجمع سے بہتر مجمع کے اندر اس بندے کو یاد کروں گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر جاتا ہوں۔

[صحیح بخاری رقم الحدیث: 7405]

آپ سمجھ دار لوگ ہیں اس سے اندازہ کریں کہ اکیلے یاد کرنے میں اس بندے کی عزت افزائی زیادہ ہے یا فرشتوں کا مجمع لگا کے اللہ رب العزت ان کے سامنے بتلا رہا ہو کہ تم کہتے تھے انہیں کیوں پیدا کر رہا ہے یہ تو فتنے پھیلائیں گے، خون ریزی کریں گے، فساد پھیلائیں گے۔ دیکھا میرے بندے کیسا میرا ذکر کر رہے ہیں۔ پتہ چلا کہ اللہ ذکر بالجہر میں بہت خوش ہوتا ہے

اور وہ فرشتوں کا مجمع لگا کر بندے کی داد و تحسین فرما رہا ہوتا ہے اور فرشتوں پر ان کے ذریعے فخر کر رہا ہوتا ہے تو ذکر بالجہر بذاتِ خود اچھی چیز ہے اور قیامت کے دن اس ذکر کرنے والے کے ذکر کی خفیف سی آواز بھی جہاں تک پہنچے گی ہر وہ پتھر، گھاس کا تنکا اور پودا اس کے لیے گواہی دے گا۔ اب خود ہی بتائیں کہ ساری زمین کے ٹکڑے، پتھر، جانور، درخت اور نباتات سارے کے سارے قیامت کے دن گواہیاں دے رہے ہوں تو یہ اس بندے کے لیے کتنا بڑا اعزاز ہوگا۔ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے سلام پھیرتے تو آپ ﷺ اونچی آواز کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھتے تھے۔

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ، يَقُوْلُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ، حِيْنَ يُسَلِّمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ "، وَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ۔

ترجمہ: ابوالزبیر نے کہا: سیدنا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ ہمیشہ ہر نماز کے بعد سلام پھیرتے وقت پڑھتے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ "کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں، نہ اس کا کوئی شریک ہے، اسی کی ہے سلطنت اور اسی کے لئے ہے سب تعریف اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور نہ گناہ سے بچنے کی طاقت، نہ عبادت کرنے کی قوت ہے مگر ساتھ اللہ کے، نہیں کوئی معبود عبادت کے لائق سوائے اللہ کے اور نہیں پوجتے ہم مگر اسی کو، اس کا ہے سب احسان اور

اسی کو سب بزرگی اور اسی کے لئے سب تعریف اچھی، نہیں ہے کوئی معبود عبادت کے لائق مگر اللہ، ہم صرف اسی کی عبادت کرنے والے ہیں اگرچہ کافر برا مانیں۔" اور کہا: راوی سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہی پڑھا کرتے۔

(صحیح مسلم:1343، سنن ابو داؤد:1506، سنن نسائی:1339)

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں سرکار ﷺ کی نماز ختم ہونے کا علم بھی اس ذکر کے ساتھ ہوتا تھا جب آواز اونچی ہوتی تو پتہ چل جاتا تھا کہ اب نماز ختم ہوگئی۔ یہ چھوٹے بچے تھے صفوں کے آخر میں ہوتے تھے یا گھر پہ اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے تو جب یہاں نماز ختم ہوتی تو اونچا ذکر ہوتا تو گھر والوں کو پتہ چل جاتا، بچے، عورتیں جو وہاں بیٹھے ہوتے کسی عذر کی وجہ سے نماز میں نہیں آسکے تو ان کو وہاں پتہ چل جاتا کہ اب جماعت ہوگئی ہے سرکار ﷺ نے سلام پھیر دیا ہے تو سرکار ﷺ کے زمانہ پاک میں یہ اونچا ذکر جاری رہا ہے تو جب سرکار ﷺ کے زمانے میں یہ جاری رہا ہے ناجائز نہیں تھا تو اب کیوں ناجائز ہوگیا آپ ﷺ جائز کام جاری کرنے آئے ہیں اور ناجائز کام روکنے آئے ہیں تو جو آپ ﷺ کے زمانہ میں جاری تھا وہ ناجائز کیسے ہوگیا۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ، حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ، كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّهُ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُنْتُ أَعْلَمُ، إِذَا انْصَرَفُوْا بِذَالِكَ، إِذَا سَمِعْتُهُ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور میں جب اس ذکر کی آواز سنتا تو معلوم کر لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہوگئے ہیں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 841، صحیح مسلم: 1318، ابو داؤد: 1003، مسند احمد: 1/376)

رہ گیا یہ مسئلہ کہ پیچھے نمازی ہوتے ہیں اُن کی نماز میں خلل پڑ جاتا ہے اس لیے ناجائز ہے تو یہ تو ایک عارضی چیز ہوئی کہ پیچھے نمازی کھڑے ہوں اچھا اب پیچھے نمازی نہ ہوں پھر تو جائز ہو گیا یہ تو ایک عارضی خارجی معاملہ ہے اس کو بذاتِ خود ذکر کے اندر کیا دخل ہے اس کا تعلق ایک عارضی عمل سے ہے کہ وہ نمازی ہے پیچھے اس کی نماز میں خلل پڑے گا چلو پیچھے نمازی ہیں تو رعایت کرلو آہستہ ذکر کرلو لیکن زیادہ اونچا نہ کرو ایسے انداز میں کرو کہ ان کی نماز میں خلل نہ پڑے اور اگر روز ہی وہ لیٹ آتے ہیں تو تم اتنی محنت نہیں کر سکتے کہ کہو حضور والا تم نے جو پڑھنی ہی ہے تو پانچ منٹ پہلے آجایا کرو۔ روزانہ ہم تمہاری خاطر ذکر چھوڑیں اور تم ہماری خاطر بروقت نہیں آسکتے، تکبیر تحریمہ میں شامل نہیں ہوسکتے جو ذکر کریں ان پہ تو پابندی ہے لیکن جو دیر سے آئیں اور دوسروں کو ذکر کرنے سے محروم کریں ان کی خدمت میں یہ گستاخی نہیں ہوسکتی حضورِ والا ذرا جلدی آجایا کرو تمہاری وجہ سے لوگ ذکر سے محروم ہیں۔

پھر آج کے دور میں تم اپنے کانوں میں روئی ڈال کے کھڑے ہوا کرو تب تو نماز ہوسکتی ہے ورنہ مشکل ہے تم جماعت میں کھڑے ہو اوپر سے کوئی ہیلی کاپٹر گزر جائے پھر کیا ہوگا تم پابندی لگا سکتے ہو ائیر بیس والوں پر کہ ہماری نماز کے اوقات ہیں خبردار کوئی جہاز ہیلی کاپٹر وغیرہ یہاں سے نہیں گزرنا چاہیے پھر اس وقت تمہاری نماز کا کیا بنے گا جب اوپر سے جنگی جہاز گزریں، مشق کرنے والے ہیلی کاپٹر گزریں پھر کوئی خراب رکشہ تمہارے پاس سے گزر جائے پھر کیا ہوگا باقی ہر جگہ آزادی ہے رکشوں والے، کوچوں والے ہارن بجاتے رہیں اور جو بھی ہیلی کاپٹر گزریں بس ذکر اللہ کا نہیں ہونا چاہیے اس پہ پابندی ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی ہر جگہ خشوع وخضوع رہ سکتا ہے اور یکسوئی رہ سکتی ہے صرف اللہ کے ذکر پر بڑی تکلیف ہوتی ہے اُس صورت میں یکسوئی نہیں رہ سکتی تو پھر یہ کسی بدباطنی کا مظاہرہ تو ہوسکتا ہے لیکن یہ کسی نیک نیتی کا مظاہرہ نہیں ہوسکتا۔

سوال: امام صاحب کو مسجد کے فنڈ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے؟

جواب: ویسے بھی نہ دو مسجد کے فنڈ سے بھی نہ دو تو وہ ہوا کھا کر جیے گا۔ مسجد کے فنڈ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک ہے تعمیر ہورہی ہے آپ مسجد کی تعمیر کے لیے لوگوں سے پیسہ مانگتے ہیں یہ

پیسہ دوسری جگہ آپ استعمال نہیں کر سکتے ہیں اور دوسرا مسجد کے عمومی اخراجات ہیں بجلی کا بل دینا ہے کوئی ٹونٹی ٹوٹ جاتی ہے کوئی صف خراب ہوگئی ہے متبادل انتظام کرنا ہے اس سے مؤذن اور امام کو تنخواہ وغیرہ دے سکتے ہیں۔

سوال: سود کھانے والا پیش امام بن سکتا ہے یا سود کا پیسہ مسجد پہ لگا سکتے ہیں اور یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ چنے پیشگی پیسے دے کر خریدنا جائز ہے؟

جواب: یہ بھی پوچھنے کی بات ہے سود کا پیسہ اللہ کے گھر پہ لگانا حرام ہے جس اللہ نے منع کیا ہے وہ حرام پیسہ اسی کے گھر پہ لگا دو اللہ کے حکم کی آپ نے اچھی لاج رکھی اور اس کی اچھی قدر کی۔ یہ تو ایک مذاق ہوگیا کہ تُو نے حرام کیا چل تیرے ہی گھر پہ لگا دیتے ہیں اور یاد رکھو اللہ سود کے بارے میں کیا فرماتا ہے۔

فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ [سورۃ البقرۃ آیت:279]

ترجمہ: پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔

اگر سود نہیں چھوڑتے تو پھر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ کیا ہم میں مجال ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کریں اگر ان کے ساتھ جنگ کریں تو ہمارا سہارا کون سا ہے ہماری جائے پناہ کون سی ہے ہمارا ملجا و ماویٰ کون سا ہے اس لیے اتنی دلیری نہیں ہونی چاہیے اللہ و رسول کے ساتھ اتنی بغاوت نہیں ہونی چاہیے کہ بندہ وہاں ٹکر لے اگر اور کوئی جگہ ہوتی تو چلو پھر تم ٹکر لیتے۔ جب اور کوئی جگہ ہے ہی نہیں تو پھر ان کے ساتھ ٹکر لے کے ٹھکانا کون سا بنانا ہے رہ گیا مسئلہ چنوں کے بارے میں۔ پیسے دینا ایک ہوتا ہے فصل پکنے سے پہلے زمیندار کو پیسے کی ضرورت ہے کہ آج مجھے سستے مل جائیں گے میں آج پیسے دے دوں فصل پکے گی تو میں چنے لے لوں گا اس کو بیع سلف کہا جاتا ہے۔ ضرورت کے تحت اسلام نے اس کو جائز رکھا ہے کاروبار نہ بنالیا جائے آج سستے لے لیتے ہیں پیسے آج دے دیے زمیندار کو بھی ضرورت ہے اس کو بھی ضرورت ہے آج اگر ہزار کے حساب سے بوری طے کر لیتا ہے تو بیساکھ میں جب تیار ہو جاتے ہیں پیسے آج دے دیے ہزار کے بدلے بوری کے حساب سے لے لیے یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ایک ہے ناپنے سے تبدیل کرنا ہے وہاں ایک بوری دے کر ایک بوری اور

کچھ اُوپر لیتے ہیں وہ سود بن گیا ہم جنس کا تبادلہ ہے وہ جائز نہیں۔

سوال: ایک جگہ دینی مدرسہ چل رہا ہے اگر کوئی شخص کہے کہ یہ فضول ہے اور مذاق بنا ہوا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: دین کی تعلیم کو مذاق کہنا، قرآن وحدیث کو بیہودہ کہنا ایسا بندہ ایمان سے خارج ہے اس کو اعلانیہ توبہ بھی کرنی چاہیے اپنا نکاح بھی دوبارہ پڑھوانا چاہیے وہ دائرہ اسلام سے باہر ہو چکا ہے کیونکہ تقریر میں خطبہ پڑھا جاتا ہے قرآن پڑھا جاتا ہے اللہ ورسول کی بات کی جاتی ہے اس کو مذاق بنا دینا یہ قرآن کی بے عزتی ہے اسلام کی بے عزتی ہے صرف ایک مولوی کی ذات کا مسئلہ نہیں ہے یہاں اللہ ورسول کی تعریف کا مسئلہ ہے اسے مذاق کہا گیا ہے ایسے بندے کو اعلانیہ توبہ بھی کرنی چاہیے اور نکاح بھی دوبارہ پڑھانا چاہیے۔ حلالے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں مقتدی نیت کرتا ہے کہ پیچھے اس امام کے، امام نیت کیسے کرے گا؟

جواب: امام اگر نیت نہ کرے کہ میں امام ہوں اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام کو نیت یہ کرنی چاہیے کہ میں امام ہوں ان کو نماز پڑھا رہا ہوں اور مقتدیوں کو یہ نیت کرنی چاہیے کہ ہم مقتدی ہیں ہم نے اس کے پیچھے پڑھنی ہے اگر دونوں (مقتدی اور امام) یہ نیت کریں گے تو جماعت درست ہے اگر امام ایسے ہی کھڑا ہو گیا کوئی پیچھے پڑھے نہ پڑھے میں کسی کا امام نہیں اب پیچھے جو ہیں وہ اس کے ساتھ رکوع وسجود کرتے بھی رہیں ان کی نماز نہیں ہوگی۔ ایک بندہ پہلے پڑھ رہا ہے اس نے شروع کر لی آپ بعد میں جا کر مل جاتے ہو اس کی اقتداء کر لیتے ہو وہ نیت کر لیتا ہے اب بھی جماعت درست ہو گئی پہلے پیچھے کوئی نہیں تھا وہ اکیلا تھا بعد میں مقتدی آ گیا اس نے کہا میں تیرے پیچھے پڑھ رہا ہوں میں تیرا مقتدی ہوں اب وہ نیت کر لیتا ہے اب وہ امام بن گیا یہ مقتدی بن گیا اب جماعت صحیح ہو گئی کوئی ابتداء میں ساتھ کھڑا ہے لیکن اس نے جس کے پیچھے پڑھنی ہے اس کی نیت نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز نہ ہوئی اگر امام نے یہ نیت نہ کی کہ میں ان کا امام ہوں تو پھر ان سب کی نماز نہ ہوئی اس اکیلے کی ہو جائے گی لیکن مقتدیوں کی نہیں ہوگی۔

سوال: سعودیہ میں امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نماز جس امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہے وہ امام تمہارے اور اللہ کے درمیان سفیر بنا ہے، وکیل بنتا ہے۔ تمہاری عبادت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اگر وکیل ایسا بناؤ کہ جس کو اللہ رب العزت دیکھتا ہی نہیں اور اگر دیکھے بھی تو قہر و غضب کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ اللہ کا اعلانِ جنگ ہے تو کیا اس کے ذریعے تمہاری عبادت قبول ہوگی۔ اللہ فرماتا ہے:

مَنْ عَادَی لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ۔

ترجمہ: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے میری طرف سے اس کے لیے اعلانِ جنگ ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:6502)

تو جس کے ساتھ اللہ کا اعلانِ جنگ ہو تم اس کو سفیر اور وکیل بناؤ، جو اپنی عبادت اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے والا ہے تو کیا اس کے ذریعے تمہاری عبادت قبول ہو جائے گی۔ جماعت سے نماز اس لیے پڑھتے ہیں کہ نفع دے۔ ایک کے بدلے ستائیس نمازوں کا ثواب ملے اس لیے باجماعت پڑھتے ہیں اگر ایک کا ثواب بھی نہ ملے پھر اس سے اکیلے پڑھنا ٹھیک ہے یا جماعت کے ساتھ پڑھنا ٹھیک ہے؟ ایسی جماعت سے اکیلے پڑھ لینا بہتر ہے۔

سوال یہ کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ اگر بُرے ہوتے، غلط ہوتے پھر اللہ کے گھر میں کیوں ٹھہرتے، نبی پاک ﷺ کی مسجد میں کیوں ٹھہرتے۔ پتہ چلا اللہ ان پہ راضی ہے تب وہاں یہ مکہ میں موجود ہیں نبی ان پہ راضی ہے تب یہ مدینہ پاک میں موجود ہیں۔ پہلے بھی تو وہاں امام تھے تو پھر یہ بھی مانو کہ ان پہ بھی اللہ راضی تھا نبی پاک ﷺ بھی راضی تھے حجاج ابنِ یوسف جیسا ظالم مکے کا گورنر بھی رہا، کعبے شریف کا امام بھی تھا، خطیب بھی تھا اور امیرِ حج بھی ہوتا تھا لیکن ہے ظالموں کا سردار، ایک لاکھ سے زیادہ مظلوم اس کی جیل میں جل کر مر گئے جو اس نے قتل کیے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ وہ اتنا بڑا ظالم تھا لیکن وہ مکہ میں گورنر بھی رہا ہے امام بھی رہا ہے خطیب بھی رہا ہے امیرِ حج بھی وہی تھا۔ مسجد نبوی میں مروان رہا ہے مروان ابنِ حکم مدینے کا گورنر بھی ہے مسجد نبوی کا امام اور خطیب بھی ہے لیکن عمل اس کے تباہ کُن ہیں علماء اور صلحاء نے بھی پناہ مانگی ہے کہ خدایا مروان جیسے اعمال سے ہمیں بچانا۔ یا تو ان کو بھی اپنا امام مانو، بے گناہ مانو، معصوم مانو اگر وہ معصوم نہیں تو پھر آج کے لوگوں کو معصوم ماننا کیوں ضروری ہے اگر اللہ نے اُوپر سے نازل کیے

ہیں پھر تو ان کی اقتدا کرنا، ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا ہمارے اوپر لازم وضروری ہے اگر اُوپر سے نازل نہیں ہوئے ہیں حکومت نے اپنی صوابدید کے مطابق ان کو وہاں منتخب کیا ہے تو پھر حکومت کا بھی وہی عقیدہ ہے۔ امام بھی ان کے اپنے عقیدے کے مطابق چن کر وہاں مقرر کیے گئے ہیں جو ان کے نظریے کے تھے اس لیے ان کو اللہ کا پسندیدہ، اللہ کے رسول کا پسندیدہ سمجھ لینا اس کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ کچھ جاہل لوگ یہ بھی کہتے ہیں پھر حج پہ جانے کا فائدہ کیا ہوا۔ جب ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی تو پھر حج پہ جانے کا فائدہ کیا۔ ان لوگوں کو ابھی تک یہ نہیں پتہ چلا کہ حج الگ عمل ہے نماز الگ عمل ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔

کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ یہ پانچ چیزیں اسلام کی الگ الگ ہیں حج اور نماز اگر ایک چیز ہے تو پانچ کیسے بن گئیں یہ عجیب سادگی ہے کہ پھر حج کرنے کا فائدہ کیا ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے جس وقت پہلا عمرہ کیا تھا کافر وہاں موجود تھے انہوں نے مکے والوں کو امام بنایا تھا یا خود امام بنے اور صحابہ کو مقتدی بنایا۔ اگر حج کے لیے ضروری ہے تو پھر جب کعبے کا طواف کرنا ہو پھر اس امام کو آگے رکھا کرو چلو جی دوڑو ہمارے ساتھ، تین چکر اس کو دوڑاؤ، چار چکر اسے آرام آرام سے چلاؤ، پھر صفا ومروہ جانا ہے، دوڑنا ہے اس کو کہو امام صاحب آگے چلو، ہمارے آگے دوڑو تو حج کے لیے امام کی ضرورت نہیں۔ حج تو ہے کعبے کا طواف، صفا ومروہ کی سعی، عرفات کے اندر وقوف، مزدلفہ میں ٹھہرنا، منیٰ میں ٹھہرنا اور کنکریاں مارنا۔ کیا وہاں امام تمہارے ساتھ کنکریاں مرواتا ہے طواف تمہارے ساتھ ہو کر کراتا ہے حج الگ چیز ہے حج کا اور اس امام کا آپس میں کیا تعلق ہے کیا اگر اس کی اقتدا میں نماز پڑھو تو حج ہوسکتا ہے ویسے نہیں ہوسکتا۔

سوال: جمعہ کے دو فرض کے بعد چار سنّت یا دو سنّت میں سے پہلے کیا ادا کریں؟

جواب: جمعہ سے پہلے بھی چار سنّت ہیں اور جمعہ کے بعد بھی چار سنّت ہیں پھر دو سنّت ہیں چار پہلے پڑھ لے دو بعد میں پڑھ لے کیونکہ چار پہ اتفاق ہے دو میں اختلاف ہے جن پہ اتفاق ہے وہ پہلے پڑھ لے دو بعد میں پڑھ لے دس سنّتیں ہوگئیں جمعہ کے دو فرض ہو گئے چار سنّتیں پہلے پڑھے گا دو فرض پڑھ کر چار سنّتیں پھر پڑھے گا پھر دو سنّتیں پڑھے گا یہ احناف کا مذہب ہے۔

زکوٰۃ کے مسائل

سوال: اگر کوئی شخص روزانہ کے حساب سے زکوٰۃ دینا چاہے تو اسلام میں اس کا کیا حکم ہے۔ یہ کن افراد کو دی جا سکتی ہے؟

جواب: جب مال اکٹھا ہو جائے ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی یا ان کی قیمت یا جانور جو پورا سال یا سال کا اکثر حصہ باہر چرتے ہیں چالیس بھیڑ بکریاں جب یہ ہوں تو اس وقت ان پر بھی زکوٰۃ دینا لازم ہوتی ہے۔ لیکن جب سال پورا ہو جائے اس وقت زکوٰۃ دینا فرض ہے سال سے پہلے دے دیں تو جائز ہے لیکن ضروری نہیں۔ لیٹ کر دو گناہ گار نہیں۔ جب ظہر کا وقت داخل ہو جائے نماز ادا نہ کریں تو گناہ گار نہیں لیکن دو مثل تک انتظار کر لیں ذمے لگ گئی کہ پڑھنی ہے وقت ہم نے پالیا لیکن وقت میں گنجائش ہے لہٰذا آخر میں جا کر پڑھ لیں کوئی حرج نہیں۔ جب اتنا وقت رہ جائے کہ چار رکعت فرض ادا ہو سکتی ہیں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اب معین ہو جائے گا اب لیٹ کرو گے تو گنہگار ہو گے۔ اسی طرح زکوٰۃ ابھی دے دو تو ٹھیک ادا ہو جائے گی لیکن سال کے بعد دینا لازم اور ضروری ہے۔

یہ روز روز کا مسئلہ نہیں، سال مکمل ہو تو تب دینی لازم ہے۔ ایک فرق یہ ہے سال کی ابتداء میں بھی ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت تمہارے پاس موجود ہے آخر میں بھی ہے درمیان میں مال کم بھی ہو گیا لیکن سرمایہ بالکل ختم نہیں ہوا[1] پھر بھی سال کے بعد زکوٰۃ دینا لازم ہے جو زمیندار آدمی ہے تنخواہ دار آدمی ہے فصلیں آ رہی ہیں بیچ رہا ہے پیسے جمع کر رہا ہے سال کی ابتداء میں ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہیں سال کے آخر میں دس گنا ہو گئے تو جتنے پیسے آخر میں ہوں گے ان سب کی زکوٰۃ دینا ہو گی یہ نہیں کہ وہ ٹوٹل لگائے پہلے ماہ میں اتنے تھے ان کی اتنی زکوٰۃ بنتی ہے دوسرے مہینے اتنے تھے ان کی اتنی زکوٰۃ بنتی ہے آخر میں جتنا سرمایہ ہے لاکھ، دو لاکھ، کروڑ ہو گیا اس حساب سے زکوٰۃ ادا کرے گا یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ

[1] اگر درمیان میں سرمایہ بالکل ختم ہو گیا تو پھر سال کے آخر پہ زکوٰۃ نہیں ہو گی۔

ابتداء میں کتنا تھا باتھ جتنے بھی شامل ہوں گے یہ سب زکوٰۃ میں بھی شامل ہوں گے۔
زکوٰۃ مسجد میں نہیں لگتی زکوٰۃ کے مصارف اللہ رب العزت نے بیان فرمائے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ [سورۃ التوبہ آیت:60]

ترجمہ: زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لیے ہے، محتاج اور نرے نادار، ور جو اسے تحصیل (وصول) کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مصارف بیان فرمائے ہیں ان جگہوں پر زکوٰۃ لگتی ہے ہاں آپ فقیر کو دے دیں فقیر نے خود ثواب کمانا ہے تو وہ مسجد میں دے سکتا ہے لیکن کسی صاحب حیثیت کو آپ دے دیں یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں بیان کیا ہے لہٰذا ایسے بندے ہوں جو لینے کے اہل ہیں ان کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں جو لینے کے اہل نہیں ان کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

مرزائیت کا بیان

سوال: نماز قرآن اعمال میں مرزائی کی پہچان کس طرح ہوگی ان کے عقیدے کا بتائیں؟

جواب: نماز میں پہچان تو نہیں ہوسکتی ہے جو نبی کریم ﷺ کے دور میں منافق تھے ان کی نمازوں سے پہچان ہوتی تھی؟ ان کی نمازیں کوئی علیحدہ ہوا کرتی تھیں وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے جماعت کے ساتھ بھی پڑھ لیتے تھے اور جماعت کے بغیر بھی پڑھ لیتے تھے لیکن قیام، رکوع، سجود، تشہد وغیرہ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہوتا تھا تو لہٰذا نماز وغیرہ کے لحاظ سے ظاہری علامتوں کے ذریعے یہ فرق نہیں ہوسکتا یہ فرق عقائد کے لحاظ سے ہی ہوسکتا ہے کہ جو انسانیت کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا ہے اسے یہ تمام انبیاء سے اور نبی الانبیاء سے بھی افضل مانتے ہیں اور یہ آیت کریمہ جو ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

ترجمہ: اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ [سورۃ الصف آیت:6]

اسے یہ اپنی ذات پہ فِٹ کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اگر بشارت دی تھی تو میرے حق میں بشارت دی تھی نام اس کا غلام احمد ہے یا احمد ہے تو ماں باپ نے نام رکھا نیک فالی کے طور پر کہ اللہ کرے احمدِ مجتبیٰ کا غلام بنے لیکن اسے غلامی نصیب نہ ہوئی نام اُلٹے بھی پڑ جاتے ہیں کبھی تو اس نے وہ غلام کا لفظ کاٹ دیا اور اپنے آپ کو احمد بنالیا۔ اگر عبداللہ کسی کا نام ہو تو کیا اسے اللہ کہہ سکتے ہیں عبدالرحمان کسی کا نام ہو تو کیا اسے رحمان کہہ سکتے ہیں تو عجیب دھاندلی ہے نام تیرا غلام احمد ہے تو احمد کیسے بن گیا اور پھر نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ . وَبُشْرٰى عِيسٰى۔

(رواہ ابن إسحاق بسندہ: 166/1 تفسیر طبری (566/1)، مستدرك (600/2)۔ السلسلة الصحيحة: 1545)

میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں دنیا پر کس طرح آیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا نتیجہ ہوں۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں تو جب نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: یہ میرے حق میں بشارت ہے اور یہ خبیث کہتا ہے کہ وہ میری بشارت دے رہے ہیں تو نبی کریم ﷺ کو نظر انداز کر کے خود اپنی ذات پر اس آیت کو فِٹ کر رہا ہے اس طرح کے عقائد سے ہی پتہ چلے گا کہ یہ بدمعاش ہے، بے ایمان ہے، مرتد ہے اور اسلام کے اندر رخنہ ڈالنے والے لوگ ہیں اور ایسے لوگوں کا حشر کیا ہوا نبی کریم ﷺ نے جمعہ کی نماز کے موقع پر فرمایا میں جس کا نام لیتا جاؤں وہ کھڑا ہوتا جائے آپ ﷺ نے چھتیس (36) آدمیوں کے نام لیے پھر ایک ایک کو فرماتے گئے۔

اُخْرُجْ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ۔

نکل میری مسجد سے تُو منافق ہے۔ یہ چھتیس (36) کی جماعت جب باہر نکلی آگے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرہے تھے دیکھا تو بہت بڑی ٹولی جارہی ہے، بڑی جماعت جارہی ہے جمعہ تو پڑھا گیا کہیں میں جمعہ سے رہ تو نہیں گیا شرمندگی سے رستہ بدل کے مسجد میں آنے لگے جب پہنچے تو دیکھا مسجد بھری ہوئی ہے حیران ہوئے وہ بہت سارے آدمیوں کی ٹولی جارہی تھی اور جمعہ کی نماز ابھی پڑھی جانی ہے یہ کیا ہوا ایک صحابی نے اُٹھ کے کہا:

مبارک ہو اللہ نے آج منافقوں کو ذلیل کر دیا نبی پاک ﷺ نے نام لے لے کر اُنھیں نکال دیا۔

(تاریخ کبیر (23/1/4)، معجم کبیر (ج 17 رقم 687)، والبیهقي في (الدلائل) (286/6)

تو لہٰذا یہ عقائد ان کی کسوٹی ہے تو اسی سے ہی پتہ چل سکتا ہے کہ یہ لوگ کس قماش کے ہیں ان کے ساتھ سلوک کیا ہونا چاہیے۔ جو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سلوک کیا یہ اسی سلوک کے حقدار ہیں۔

سوال: قادیانی کے ساتھ کاروبار کرنا اور ان سے ملنا کیسا ہے سُنا ہے کافر کے ساتھ کاروبار تک رابطہ کر سکتے ہیں وضاحت فرمائیں؟

جواب: ایک اصلی کافر ہوتا ہے ایک مرتد ہوتا ہے تو یہ لوگ مرتد کے زُمرے میں آتے

ہیں شرعی طور پر مرتد کو تین دن کی مہلت ملتی ہے کہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ شرعی حکومت ہو تو انہیں چاہیے کہ ایسے لوگوں کا صفایا کر دیں اس لئے ایسے کافروں کے حق میں یہ گنجائش نہیں ہے عیسائی یا یہودی کے حق میں گنجائش ہو سکتی ہے۔ کیوں!

اس لئے کہ وہ تورات یا انجیل کے پیروکار ہونے کے دعویدار ہیں حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کے پیروکار ہیں۔ تو وہاں وہ مغالطہ نہیں لگ سکتا جو ان کے ذریعے مغالطہ لگتا ہے کلمہ اسی طرح کا پڑھیں گے قرآن بھی آپ کے سامنے پڑھیں گے لیکن سارے قرآن کو منطبق مرزا پہ کریں گے حدیثوں کو منطبق مرزا پہ کریں گے جو حدیثیں مرزا پہ منطبق نہیں ہوتیں انہیں ردی کی ٹوکری کے قابل سمجھیں گے تو اس لئے ایسے کافروں کے ساتھ یہ رابطے رکھنا قطعاً جائز نہیں ہو سکتا۔

سوال: ختم نبوت کے بارے میں بیانات ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں مرزائی کی وضاحت نہیں ہوتی ان کی خرافات اور عقائد کے بارے میں بیان فرمائیں۔

جواب: جب وہ انسانیت کے معیار سے بھی گرا ہوا ہے اور اُسے پیشاب سے فرصت ہی نہیں تھی۔ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکتا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانی یہ ہے کہ ان کے دور میں مال اتنا عام ہو جائے گا کہ لوگ زکوۃ کے لئے پھریں گے کوئی قبول کرنے والا ہی نہیں ہوگا اس عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی نشانی یہ ہے۔

أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ. يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا سورة النساء آية 159۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: 3448)

ترجمہ: سعید بن مسیب نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اس وقت کا ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا "اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہوگا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔"

اور یہ جو عیسیٰ بنا اس کا حال یہ ہے کہ ماؤں بہنوں بیٹیوں کی گالیاں برداشت کر لیں لیکن لوگوں کے بٹورے ہوئے پیسے واپس نہیں کر سکا وہ تو اس پر قرض تھے اپنی طرف سے دینا تو دُور کی بات ہے۔ اس آنے والے عیسیٰ علیہ السلام کی نشانی یہ ہے کہ وہاں شیر اور اُونٹ اکٹھے چریں گے چیتے اور گائیں اکٹھی پھریں گی بھیڑ بکریاں اور بھیڑیئے اکٹھے جنگلوں میں پھریں گے بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے کوئی درندہ کوئی سانپ ڈنگ نہیں مارے گا درندہ کسی جانور کو نقصان نہیں پہنچائے گا اس طرح آپس میں محبت پیار ہوگا۔

اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ مرزائی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے ان کی دو پارٹیاں ہیں ایک لاہوری جماعت ہے ایک قادیانی جماعت ہے لاہوری کہتے ہیں مرزا مجدد ہے قادیانی کہتے ہیں مرزا نبی ہے لاہوری کہتے ہیں نبی ماننے والے کافر ہیں یہ کہتے ہیں نبی نہ ماننے والے کافر ہیں تو ان کی اپنی دو پارٹیاں آپس میں لڑائی لڑنے والی ہیں اور باقی مسلمانوں کے ساتھ بھی ان کی لڑائی ہے اس عیسیٰ علیہ السلام کی علامت یہ ہے کہ وہاں صرف اسلام ہی اسلام ہوگا اور کوئی مذہب باقی نہیں رہے گا۔

لیکن اس نے ایک نئے فرقے کا اضافہ کیا بلکہ دو فرقوں کا اضافہ کیا اگلے مسلمانوں کو کہہ دیا وہ کافر ہیں اور جو خود امتی بنائے ان میں لاہوری، قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں اور قادیانی، لاہوریوں کو کافر کہتے ہیں تو وہاں اسلام ہی اسلام ہوگا اور کوئی چیز نہیں ہوگی یہاں کفر ہی کفر ہے اور کوئی چیز باقی نہیں رہی باقی لوگوں کو اس نے کافر کہہ دیا اس کے ماننے والوں میں دو پارٹیاں بن گئیں لاہوری قادیانیوں کو کافر، قادیانی لاہوریوں کو کافر کہتے ہیں تو کافر ہی کافر رہ گئے مسلمان رہا ہی کوئی نہیں تو اس لئے اس مرزا کی ان نشانیوں کے ذریعے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ کیا شخصیت ہے۔

سوال: مرزائی اور احمدی میں کیا فرق ہے۔

جواب:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

اس "احمد" کو یہ اپنے اُوپر فٹ کرتا ہے اور پھر اس کے جو ماننے والے ہیں وہ اس لحاظ سے احمدی کہلاتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کی بشارت دے گئے ان کے ماننے والے محمدی بھی کہلا سکتے ہیں احمدی بھی کہلا سکتے ہیں لیکن انہوں نے دھوکہ یہ دیا کہ اپنے غلام احمد کے ماننے کے لحاظ سے اپنے آپ کو احمدی کہنا شروع کر دیا تو انہیں مرزائی کہنا چاہیے احمدی کہلانے کے یہ حقدار نہیں ہو سکتے ہیں۔

سوال: کاروبار کی خاطر باہر جانے کے لیے کوئی شخص اپنے آپ کو مرزائی ظاہر کرتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو کہے کہ میں سکھ ہوں ہندو ہوں تو پھر اس کی زبان پر ہی اعتبار کیا جائے گا وہ پہلے مسلمان تھا اب وہ اپنے آپ کو ہندو کہہ رہا ہے سکھ کہہ رہا ہے تو گویا اسلام سے برگشتہ ہو گیا ہے مرتدوں کے حکم میں ہو گیا۔ یہ بھی اپنے آپ کو مرزائی ظاہر کر رہا ہے یہ مرتدوں کے حکم میں ہے اور جو مال کمانے کی خاطر یہ قربانی دے رہا ہے کہ مرزائی بن رہا ہے تو پھر دنیا اس کے نزدیک مقدم ہوئی ایمان کی تو کوئی اہمیت نہ ہوئی۔ تو جس کو دنیا ایمان سے پیاری

ہے پھراس سے اسلام کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ دنیا کا پجاری ہے اللہ رب العزت کا پجاری نہیں ہے وہ دنیا کا غلام ہے نبی پاک ﷺ کا غلام نہیں تو اس کے اسلام کا تصور ہی کیسے کیا جا سکتا ہے ایسا آدمی جو اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کر رہا ہو وہ اسی طرح ہوگا۔

إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ [سورۃ النحل آیت:106]

ترجمہ: سوا اس کے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔

اگر ایک بندے کے سر پہ تلوار لے کے کوئی کھڑا ہو جائے کہ کلمہ کفریہ زبان سے نکال، نہیں تو ہم قتل کرتے ہیں پھر بھی وہ کلمہ کفریہ زبان سے نہ نکالے اور کہے جان جا سکتی ہے لیکن میں کلمہ کفریہ زبان سے نہیں نکال سکتا تو وہ عظیم ترین شہداء میں شمار ہوگا کیونکہ اسلام کی خاطر جان دے رہا ہے لیکن اگر وہ ایسی مجبوری کی حالت میں کلمہ کفریہ زبان پہ جاری کرتا ہے۔

﴿وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو پھر وہ مومن رہے گا لیکن اگر مار پٹائی کا خطرہ ہو تھپڑ ماریں گے مکے ماریں گے ایسا خطرہ ہو تو پھر بندہ کفریہ کلمہ زبان سے نہیں نکال سکتا۔ جان جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں رخصت کے درجے میں ہے کہ کلمہ کفریہ زبان پر لایا جا سکتا ہے بشرطیکہ دل میں تصدیق قائم ہو لیکن قتل کا خوف نہ ہو صرف مالی منفعت کی خاطر بندہ کفریہ کلمہ زبان پہ جاری کرے تو پھر اس کے کافر ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے۔

سوال: اگر کوئی مرزائی ملے اس کو اسلام کی دعوت دیں اگر وہ نہ مانے تو کیا اس کو قتل کر دینا چاہیے؟

جواب: اگر اسلامی حکومت ہو ملکی سطح پر ان کے ساتھ یہ سلسلہ کیا جائے تو پھر قتل کرنا جائز ہے عوام نے قانون ہاتھ میں لیا تو پھر یہ فساد کا موجب بنے گا اس لیے عام لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

سوال: تحذیر الناس کی عبارت کی وضاحت فرمائیں کہ امتی عبادت میں انبیاء کے برابر ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات انبیاء سے عبادت کے لحاظ سے بڑھ بھی جاتے ہیں کیا اس میں امکان موجود ہے۔ حالانکہ امام اعظم، غوثِ اعظم کے حوالے سے جو چالیس سال

کی روایت مشہور ہے اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: ایک ہے اجر وثواب کے لحاظ سے بڑھنا۔ ایک ہے گنتی کے لحاظ سے بڑھنا اگر بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اجر وثواب کے لحاظ سے بڑھ سکتے ہیں یہ تو بہت بڑی گستاخی ہے بے حیائی ہے کہ اُمتی ثواب کے لحاظ سے اپنے نبی کے برابر ہوسکیں یا بڑھ سکیں۔ ایک ہے ظاہری طور پر ساری رات امتی عبادت کرتا ہے نبی کریم ﷺ ساری رات عبادت نہیں کرتے تھے پھر یہ روزانہ روزہ رکھتا ہے آپ ﷺ نہیں رکھتے تھے تو اس طرح یہ ظاہری طور پر زیادہ محنت مشقت کرے تو یہ ایک سطحی سی بات ہے اس کثرت کے بیان کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ اصل مقصود تو ثواب کمانا ہے تو جب اس میں پیغمبر کی برابری نہیں ہوسکتی ہے تو سطحی ظاہری لحاظ سے اگر کوئی زیادہ رکعت پڑھ بھی لیتا ہے زیادہ تلاوت کر بھی لیتا ہے تو اس سے اُمتی کی کیا فضیلت ظاہر ہوگی۔

محبوب کریم ﷺ فرماتے ہیں: اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ میرے صحابہ کی عزت کرو۔ کیوں! اس لیے کہ وہ تم سے بہتر ہیں کس لحاظ سے بہتر ہیں اس وقت نہ ان کے پاس اتنی دولت تھی نہ اتنے ہتھیار تھے بعد میں دولتیں بھی بڑی، ہتھیار بھی بڑے لوگوں نے بڑے بڑے جہاد کیے معرکے سر کیے تو یہ کیوں نہیں بڑھ سکتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کی فضیلت کا سبب کیا بیان کیا کہ تم اگر اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو اور میرا صحابی سیر آدھ سیر جَو یا کھجور خرچ کرے تو

مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ۔

تمہارا اُحد پہاڑ جتنا خرچ کیا ہوا سونا میرے صحابی کے سیر آدھ سیر کھجور کی برابری بھی نہیں کرسکتا۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ۔

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کر دے تو وہ ان کے ایک مد یا نصف مد کے برابر بھی نہ ہوگا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:3673، صحیح مسلم :2541، سنن ترمذی :3861، سنن ابنِ ماجہ:161، مسند احمد:3، 54، 55، 63، 1/)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس بندے کو صحابی ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تیئس (23) سال نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے زیارتیں کرتا رہے ایک لمحے کے لیے جس نے ایمان کی نظر سے نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا وہ صحابی ہے اور اس کی یہ شان ہے کہ سیر آدھ سیر کھجور یا جَو خرچ کرے اور دوسری طرف آج کل کے لوگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد والے لوگ احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کریں آج کل ایک تولہ گیارہ ہزار کے قریب ہوگا احد سارا پہاڑ سونا بن جائے تو کتنے تولے ہوں گے اس میں لاکھوں ٹن سونا ہوگا کروڑوں من سونا ہوگا تو تولوں کا حساب پھر کہاں پہنچے گا تو ایک طرف لاکھوں ٹن سونا موجود ہو وہ دوسرے لوگ خرچ کریں اور ایک طرف سیر آدھ سیر جَو یا کھجوریں ہوں جن سے ایک چاول سونا بھی حاصل نہیں ہوسکتا بظاہر وہ ہوں تو وہ صحابی خرچ کر رہا ہے یہ غیر صحابی خرچ کر رہا ہے تو صحابی کے آدھ سیر جَو کی برابری احد پہاڑ جتنا سونا نہیں کرسکتا ہے تو پھر نبی پاک ﷺ کا جو صدقہ وخیرات ہے اس کی برابری کون کرسکتا ہے۔ جس نے ایک لمحے کے لیے شرفِ صحبت حاصل کیا ہے اس کے صدقے کا دوسرے لوگوں سے فرق اتنا ہے پھر نبی پاک ﷺ کے صدقے کا دوسرے لوگوں کی نسبت فرق کیا ہوگا۔

محبوبِ کریم ﷺ نے ایک مینڈھا پوری امت کی طرف سے قربانی دیا۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ۔

خدایا یہ میں اپنی طرف سے بھی اور اپنی ساری امت کی طرف سے قربانی دے رہا ہوں ایک مینڈھے میں دو بندے شریک نہیں ہوسکتے گائے، بھینس یا اونٹ ہو تو اس میں سات بندے شریک ہوسکتے ہیں اگر بکرا، مینڈھا، بھیڑ یا بکری ہو تو اس میں دو بھی شریک نہیں ہوسکتے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ساری امت کو اس میں شریک فرمایا تو انہیں کیا ملے گا ایک بال کا ہزاروں

حصہ بھی ایک بندے کے نصیب میں نہیں ہوگا۔اس وقت ایک ارب اور بیس کروڑ مسلمان روئے زمین پر موجود ہیں تو جو پہلے گزر گئے وہ بھی ساتھ ملاؤ جو قیامت تک آئیں گے وہ بھی ملاؤ تو ان سب کو اس مینڈھے سے ملے گا تو کیا ملے گا مگر جب یہ دیکھو کہ صحابی کا سیر آدھ سیر جَو اُحد پہاڑ جتنے سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔

جس نے ایک لمحے کے لیے چہرۂ والضحیٰ کی زیارت کر لی ہو اگر اس کے سیر آدھ سیر جَو یا کھجور کے صدقے کا یہ اجر و ثواب ہے تو پھر نبیوں کے نبی کے مینڈھے کے اجر و ثواب کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے اس لیے ہمیں اپنی زندگی بھر کی قربانیوں کا وہ اجر و ثواب نہیں مل سکے گا جتنا کہ نبی پاک ﷺ کے کرم کے صدقے اس مینڈھے سے ہمیں اجر و ثواب نصیب ہو جائے گا تو اس لیے یہ کہنا کہ امتی برابر بھی ہو سکتے ہیں اور بڑھ بھی سکتے ہیں یہ سوائے ایک بیبا کی اور بے حیائی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ظاہری بڑھنے کا فائدہ کوئی نہیں۔ایک بندہ جاہل ہے وہ عبادت کر رہا ہے اسے کوئی پتہ نہیں میں جو پڑھ رہا ہوں اس کا معنیٰ و مفہوم کیا ہے ایک بندہ عالم ہے اور معانی پہ نظر رکھ کے پڑھ رہا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ تک پہنچتا ہے تو پوری کائنات کی وہ سیر کر لیتا ہے اس کی سیر الی اللہ تام ہو جاتی ہے پھر اللہ رب العزت کی ذات جو پہلے غیر محسوس تھی اب اس کے سامنے اللہ کی ذات کے جلوے آ جاتے ہیں اور انوارِ صفات اس کے سامنے جھلکنے لگتے ہیں اور وہ غائب کو محسوس سمجھ کے اِیَّاكَ نَعْبُدُ کہہ رہا ہوتا ہے تو اس کی عبادت جو پانچ منٹ کی ہے اس کے ساتھ اس بندے کے چوبیس گھنٹے، مہینے بلکہ سال کی عبادت کی کیا برابری ہو سکتی ہے تو خالی کمیت سے ظاہری حجم پہ نظر نہیں رکھنی چاہیے اصل جو قدر و قیمت ہے اس پہ نظر ہونی چاہیے تو اس لحاظ سے امتی کی کیا مجال ہے کہ نبی الانبیاء ﷺ کی عبادت کے قریب بھی پھٹک سکے چہ جائیکہ بڑھ سکے یا برابر ہو سکے۔

سوال: جھوٹے نبی آئیں گے انہوں نے تو آنا ہی ہے کیونکہ فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے ہم جو کچھ کریں گے یا کر رہے ہیں ہم یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں؟

جواب: صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کوئی نہیں پتہ تھا کہ جھوٹے آنے ہی ہیں تو انہوں نے

اسود عنسی کے خلاف کیوں کاروائی کی اور مسیلمہ کے خلاف کیوں کاروائی کی یہ عجیب صورت حال ہے کہ وہ جب آنے ہی ہیں ہم ان کو ماں کے پیٹ میں تونہیں دھکیل سکتے لیکن ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ انہیں صفحہ ہستی سے مٹادیں ہمیں اس بات کا پابند نہیں کیا گیا کہ تم انہیں پیدا نہ ہونے دینا بلکہ ہمیں پابند اس کا کیا گیا ہے کہ تم ان کے جال میں نہ پھنسنا ان کے فریب میں نہ آنا میرے بعد کوئی سچا نبی نہیں ہے اور ان کے خلاف جہاد کرنا کاروائی کرنا ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے واپس دھکیلنے کا حکم ہمیں نہیں دیا گیا۔

سوال: مرزائیوں سے مسجد مدرسہ کے لیے چندہ اور جگہ لینا جائز ہے کہ نہیں ہے اور ان کے بچوں کو پڑھانا اور ان کے ختم چہلم وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ماشاء اللہ اب تک کیا پڑھتے رہے ہیں اس میں یہی واضح کیا گیا ہے کہ مرزا کافر ہے مرتد ہے اس کے ماننے والے کافر ہیں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اب غیر مسلموں سے اللہ کی عبادت والے گھر کے لیے چندہ لینا تو پھر ماشاء اللہ مسجد بھی بڑی بابرکت ہو جائے گی اور عبادت بھی اس میں بڑی ذوق وشوق والی ہوگی اور فوری واصل الی اللہ کرنے والی ہوگی اللہ رب العزت کے گھر کے لیے چندے وغیرہ لینا یہ بالکل جائز نہیں ہے ہاں بچوں کو اس نیت پہ بندہ پڑھاتا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ مسلمان ہو جائیں صحبت کا اثر ہوتا ہے آپ بچوں کو سنیوں کی مساجد میں کم پڑھاتے ہیں دوسرے مدرسوں میں زیادہ پڑھاتے ہیں تو پھر ان بچوں کی راہ اور ہو جاتی ہے تمہاری راہ اور ہوتی ہے۔ کتنی مثالیں موجود ہیں کہ صرف وہاں قرآن پڑھا اور حفظ کیا تو بچے کا عقیدہ بدل گیا تو وہ لوگ پڑھاتے ہیں تو اسی نیت پر پڑھاتے ہیں کہ ہم ان بچوں کو اپنے مذہب پہ لے آئیں اگر تم بھی اس نیت پہ پڑھاؤ کہ ہم انہیں مسلمان کریں ان کو قرآن کی وہ آیتیں ساتھ ساتھ سمجھاتے جائیں جن سے حضور ﷺ کی شانِ ختم نبوت واضح ہوتی ہے صحابہ کے درجے، مرتبے واضح ہوتے ہیں اور وہ نبی نہیں بن سکے بلکہ جھوٹے نبیوں کے خلاف انہوں نے کاروائی کی ہے تو اس لیے اس نیت پر پڑھانا جائز ہے باقی رہا ختم پڑھ کے ثواب پہنچانا تو جو کافر ہیں ان کو ثواب پہنچانا کہاں جائز ہے اللہ فرماتا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔[سورۃ التوبہ آیت:84]

نہ ان منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھو اور نہ ہی اپنا مبارک قدم ان منحوسوں کی قبر پر رکھو کیونکہ جہاں آپ کا قدم پڑے گا وہاں رحمتیں نازل ہوں گی تو وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی قبروں پہ رحمتوں کا نزول ہو لہٰذا یہ ایک واضح سی بات ہے اس کے یہاں پوچھنے کا کیا مطلب تھا۔

سوال: مرزا کی موت کہاں واقع ہوئی ہے حالانکہ کچھ علماء کہتے ہیں کہ اس کی موت بستر پر واقع ہوئی ہے کچھ کہتے ہیں وہ باتھ روم میں مرا۔ وضاحت فرمائیں؟

جواب: وہ لاہور میں آیا ہوا تھا لیٹرین میں گیا تو وہیں اس کو دورہ پڑا، بے ہوش ہو گیا تو یہیں مرا یا پھر قادیان جا کے مرا اس کے بارے میں مجھے تسلی نہیں ہے۔ بہر حال کوئی منافق ہو کافر ہو مسجد میں ہی مر جائے تو اس جگہ پر مرنے سے تو وہ مسلمان ثابت نہیں ہو سکتا ہے اگر کوئی مسلمان متقی پرہیز گار ہو وہ استنجاء کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو کیا اس کا کافر ہونا ثابت ہو جائے گا سوال جگہ کا نہیں ہے سوال عقیدے کا ہے تو جب عقیدہ قطعیات کے خلاف ہے تو لامحالہ وہ کافر ہے اور بے ایمان ہے۔

سوال: ظلی نبی اور بروزی نبی کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فنا فی الرسول، بقاء بالرسول کے مقام پہ پہنچا ہوا ہے اوپر سے وہ الگ نظر آتا ہے لیکن اندر سے وہ اصل نبی یعنی محبوبِ کریم ﷺ کی حقیقت اس کے اندر جلوہ گر ہے یہ صوفیائے کرام کی اصطلاح ہے فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ یہ ان کی اصطلاحات ہیں کہ کوئی مرتبے مقام کے لحاظ سے اس طرح ہو جائے کہ اس کا جو باطن ہے وہ نبی کریم ﷺ کے عکس و پرَتو جیسا ہو جائے جس طرح چودھویں کا چاند ہے جو سورج کے نُور کا مظہرِ کامل بن جاتا ہے اور وہ روشنی دے رہا ہوتا ہے تو کسی کے باطن پر نبی کریم ﷺ کے انوار و تجلیات اس طرح چمک رہے ہوں کہ وہ بظاہر غیر ہو لیکن اصل میں سارے انوار و تجلیات نبی کریم ﷺ والے ہوں تو گویا یہ ظل ہو گیا بروز ہو گیا ظاہر غیر ہو گیا باطن محمد رسول اللہ ہو گیا تو مرزے نے یہی چکر چلایا ہے۔

بعض اس کے مریدوں نے سنیوں سے بحث و مباحثہ میں شکست کھا کے کہہ دیا کہ نہیں مرزا نبی نہیں ہے اور نہ اس نے یہ دعویٰ کیا ہے تو مرزے نے پھر ثابت کیا کہ میں نبی ہوں لیکن میں بروزی طور پر نبی ہوں ظاہر مرزا غلام احمد ہے اور باطن میں محمد ہے کیونکہ میں کامل متبع ہوں تو اس طرح نبوت محمد کی محمد کے پاس رہی تو جب نبوت محمد کی محمد کے پاس رہی تو تُو کیوں کہتا ہے میں نبی ہوں میں غلام احمد نبی ہوں۔ انا الحق منصور نے کہا تھا تو اسے سُولی اسی لیے لٹکا دیا گیا کہ تُو انا الحق کہہ رہا ہے تو مبتداء خبر موضوع محمول میں مصداق کے لحاظ سے اتحاد ہوتا ہے تو مغایرت بھی تو مفہوم کے لحاظ سے ہوتی تو انا سے غیریت ثابت ہو رہی ہے اگر انا ختم ہو جائے انانیت ختم ہو جائے میں ختم ہو جائے پھر تو فنا ہے اور جب میں باقی ہے تو فنا کہاں ہے۔

لوہے کا ٹکڑا آگ میں ڈالو کچھ دیر کے بعد نکالو تو وہ آگ کی طرح لال ہو چکا ہوتا ہے آگ کی طرح جلاتا ہے تو گویا یہ آگ کا مظہر بن گیا اور آگ کے اثرات یعنی ظاہری حسن اور باطنی تاثیر بھی اس کے اندر حلول کر گئی تو اسی طرح ایک بندہ کمالِ اتباع کی وجہ سے اس مقام پہ پہنچ جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے انوار و تجلیات اس کے ظاہر و باطن کا احاطہ کر لیتے ہیں تو یہ ظل بروز کہلاتا ہے تو مرزا کہتا ہے کہ میں نبی ہوں تو تُو اگر فنا فی الرسول ہو چکا ہے تو پھر میں کہنے کا تُک کیا ہو سکتا ہے پھر محمد ہی محمد ہے پھر میں اور کون کہہ سکتا ہے تو منصور کو اسی لیے سُولی چڑھایا گیا کہ تُو کہہ رہا ہے انا الحق یعنی میں حق ہوں تو میں اور حق یہ دو الگ چیزیں ہیں جن کو تُو اکٹھا کر رہا ہے اگر حق ہی حق ہے تو پھر کون سولی چڑھاتا اور اگر کوئی فنا فی الرسول ہو کر رسول ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو فنا فی اللہ کا بھی مقام تو ہے پھر کیا کوئی فنا فی اللہ ہو کر اللہ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے حدیثِ قدسی بخاری شریف میں موجود ہے کہ جب بندہ فرض ادا کرتا ہے اور میرے قریب آنے کی کوشش کرتا ہے تو میں اسے قریب کرتا ہوں پھر جب نفلوں کی کثرت کرتا ہے تو میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ۔

جب میں اس بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کان میں ہوتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔

وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ اور اس کی آنکھ میں ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔
وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا اور اس کے ہاتھ میں ہوتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔
وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا اور اُس کے پاؤں میں ہوتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔
یہ تو بخاری شریف کی حدیث ہے باقی احادیث کی کتابوں میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے:
وَلِسَانَهُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِهِ اور اس کی زبان میں ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔
وَفُؤَادَهُ الَّذِي يَعْقِلُ بِهِ اس کا دل ودماغ میں ہوتا ہوں جس کے ساتھ وہ سوچتا ہے اور غوروفکر کرتا ہے۔

پھر کیا ایسا بندہ خدا ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ اگر فنافی اللہ کے مقام پہ پہنچ کے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا تو پھر فنافی الرسول کے مقام پہ پہنچ کے پھر رسول ہونے کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ تو فنا چاہتی ہی اسی کو ہے کہ دعوے ختم ہوجائیں یہ جو دعوے کررہا ہے وہ فانی نہیں ہے اور جو فانی ہے وہ دعوے نہیں کرسکتا ہے تو دعویٰ فنافی الرسول کا ہو تو میں کیوں باقی رہے۔ دعوے کیسے باقی رہیں۔ اس فنا کا تقاضا ہی یہی ہے میں بھی ختم ہوجائے اور دعوے بھی ختم ہوجائیں۔

سوال: اگر کسی پیر صاحب کے قادیانیوں کے ساتھ تعلقات ہوں تو کیا ان پیر صاحب کو پیر ماننا چاہیے؟

جواب: قادیانیوں کے ساتھ اگر تعلقات دوستانہ ہیں نفرت ان سے نہیں کرتے ہیں تو ایسے بندے کو پیر بنانا بالکل جائز نہیں ہے محبوبِ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اسے مٹانے کی طاقت ہو تو ہاتھ سے اسے مٹادے فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ ہاتھ سے مٹانے کی طاقت نہیں تو زبان کے ساتھ تبلیغ کرے تقریر کرے دلائل دے اور اسے مٹانے کی کوشش کرے وہ بھی نہیں تو فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ پھر دل سے متنفر ہوجائے، بیزار ہوجائے۔

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، مَرْوَانُ، فَقَامَ

إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: اَلصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ. فَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ: أَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ۔

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے، سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا، وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو خلفائے بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: خطبہ سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے۔ مروان نے کہا: یہ بات موقوف کر دی گئی۔ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:177)

لہٰذا اگر دوستانہ تعلقات ہیں تو وہ اس حدیث کے بالکل خلاف جا رہا ہے ہاتھ سے برائی مٹانے کی طاقت ہو اور نہ مٹائے، زبان سے تبلیغ کی طاقت، استطاعت ہو اور نہ کرے۔ دل سے نفرت وبیزاری کر سکتا ہو اور نہ کرے تو اس کے اندر یوں سمجھو کہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے پیر ہونا تو دور کی بات ہے نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ رائی کے دانے کے برابر ایمان بھی اپنے اندر نہیں رکھتا ایک ہے ایک بندے کے ساتھ تعلق اس لیے قائم کیا جاتا ہے کہ اسے قریب کر کے سمجھائیں اس کو تبلیغ کریں مرزے کی حماقتوں سے آگاہ کریں، بے ایمانی، بے دینی سے آگاہ کریں اس امید پر اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو یہ جائز اور صحیح ہے شمس الاسلام کے ناظم جناب ڈاکٹر تذکیر احمد کے مرزے کے بہنوئی کے ساتھ تعلقات تھے اور یہ اس کو

سمجھاتے رہے بالآخر وہ مسلمان بن گیا اور پاکستان چھوڑ کر امریکہ چلا گیا اگر یہ نیت ہو تو پھر ٹھیک ہے اگر محض ذاتی مقاصد کی خاطر ہو دین کو نظر انداز کر رہا ہو تو پھر بالکل ناجائز ہے۔

سوال: کیا مرزے کو گالی دینے کا ثواب ملے گا؟

جواب: گالیاں اگر آپ مرزے کو دے سکتے ہیں تو مرزائی آپ کے پیاروں کو بھی دے سکتے ہیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط

ترجمہ: اور انہیں گالی نہ دو وہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔[سورۃ الانعام آیت:108]

لوگوں کے جھوٹے خداؤں کو گالیاں نہ دو ورنہ وہ چڑ کے تمہارے سچے خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں گے تو اس لیے گالی دینا کوئی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے دلائل سے بات کرو دلائل سے رد کرنا چاہیے گالی دینے سے اُلٹا شدید ردعمل ہوگا تمہارے بزرگ بھی لپیٹ میں آئیں گے اُلٹا وہ اور بھی پکے ہوں گے اگر دلائل کی زبان استعمال کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری طرف مائل ہو جائیں۔لوگوں کا میرے بارے میں تاثر یہی ہے کہ یہ بہت نرم بات کرتا ہے بے دینوں پر کوئی سختی نہیں کرتا۔تو اس کا اثر جو میں نے محسوس کیا ہے وہ یہی ہے کہ جہاں تقریر ہوتی ہے اگر وہ ہمارے عقیدے پر نہیں آتے ہیں تو کم از کم ان کا تشدد ضرور ختم ہو جاتا ہے۔

واں بھچراں میں ایک دفعہ جلسہ تھا جمعہ کے موقع پر تو درمیان میں چھوٹی سی گلی گزرتی تھی ایک طرف دیوبندی حضرات کی مسجد تھی دوسری طرف ہماری مسجد تھی جمعہ کے موقع پر تقریر ہونی تھی تو دیوبندیوں نے کہا کہ اگر جمعہ کے بعد کرا دو تو اچھی بات ہے، ہم بھی سن لیں گے نہیں تو ہم اپنی کی سن رہے ہوں گے اور تم اپنی کی، شور رہے گا سمجھ کوئی نہیں آئے گی ہمارے ساتھیوں نے کہا ٹھیک ہے ہم اسی طرح کر لیتے ہیں تو جمعہ کے بعد تقریر ہوئی وہ کچھ ہماری مسجد میں بیٹھ کے سنتے رہے جمعہ کے بعد خطاب ہو گیا ہفتے عشرے بعد ہمارے جلسے کے منتظم ملے اس دوسری مسجد کے متولی سے پوچھا کہ تُو مماتی گروپ سے ہے یا حیاتی گروپ سے ہے اس نے کہا جو اشرف سیالوی صاحب نے تقریر کی ہے میں ان کے نظریے پر ہوں، کہا تیرا ان کے ساتھ کیا تعلق ہے تو

کہنے لگا جو توحید انہوں نے بیان کی وہ ٹھیک ہے ہمارے لوگ زیادتی کرتے ہیں تو جھگڑا نظریے کا ہے کوئی ذاتی جھگڑا تو نہیں ہے۔ آپ دلائل کی زبان استعمال کرو۔ تو لوگ سنیں گے بھی، غور بھی کریں گے اور سوچنے پر مجبور بھی ہوں گے اور اگر گالی گلوچ پہ آؤ گے تو اُس کا ردِّ عمل اُلٹا شدید ہو گا۔ وہ مزید پکّے ہوتے چلے جائیں گے۔ اس لیے میں اس حق میں بہر حال نہیں ہوں کہ گالی گلوچ والی زبان استعمال کی جائے۔

وہ دور گزر گیا جب آپ گالیاں دے لیتے تھے اب پہلے اپنی حیثیت تو دیکھو کہ تمہاری حیثیت رہ کیا گئی ہے۔ دن بدن کتنی پستی میں جا رہے ہو۔ تمہاری طاقت کتنی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ پہلے تو تم پچانوے (95) فیصد بنے ہوئے تھے۔ اب ذرا گنتی کر کے دیکھو کتنے فیصد ہو۔ حکومتی سطح پر تمہاری پاور کیا ہے۔ باہر کی حکومتوں کے ساتھ تمہارے رابطے کیا ہیں۔ تم اپنی حیثیت بھی دیکھو کیا ہے۔ اس لیے وہ تمہارا گالی گلوچ والا دور گزر گیا جب تم ٹھاٹھ سے سٹیجوں پہ گالیوں کی بھر مار کر دیتے تھے اور چوں کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اب اُن کے پاس بندوقیں ہیں وہ فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ تو کیا آپ کر سکتے ہو۔ اس لیے پہلے تیاری کرو اپنی طاقت منظم کرو۔ اپنے آپ کو متحد کرو پھر وہ زبان استعمال کرو۔ اب اپنی حیثیت کو دیکھو کہ تمہاری حیثیت رہ کیا گئی ہے۔

سوال: حدیث پاک لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ جبکہ تحذیر الناس میں ہے کہ اگر بالفرض حضور کے بعد کوئی دوسرا نبی آ جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا ان دونوں عبارتوں میں فرق کیا ہوا؟

جواب: ایک ہے فرق نہیں پڑتا۔ ایک ہے فرق بیان کیا جا رہا ہے فرق یہ ہے کہ عمر کی اتنی صلاحیتیں ہیں کہ نبی بن سکتا ہے چونکہ میں خاتم النبیین ہوں لہٰذا نبی نہیں بن سکتے یہ فرق بیان کیا جا رہا ہے فرق مٹایا نہیں جا رہا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا [سورۃ الانبیاء آیت:22]

ترجمہ: اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے۔

اگر اللہ کے علاوہ زمین میں کوئی الٰہ ہوتا تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے اب یہاں اللہ کے

علاوہ ہونے کا جواز بیان کیا جا رہا ہے یا نفی کی جا رہی ہے نفی بیان کی جا رہی ہے کہ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی الہ ہوتا تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے لیکن چونکہ زمین و آسمان تباہ نہیں ہوئے لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا الہ کوئی نہیں۔ اسی طرح فرمایا: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ۔ (مسند احمد: 17405، سنن ترمذی: 3686، مستدرک 4495)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو حضرت عمر ہوتے لیکن چونکہ حضرت عمر نبی نہیں ہیں لہٰذا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے یہاں فرق بیان کیا جا رہا ہے کہ حضرت عمر تمام تر استعدادوں کے باوجود اہلیت و صلاحیت کے باوجود میرے بعد نبی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 3681، مسند احمد: 5698، صحیح ابن حبان: 6881، مستدرک: 6129)

اے اللہ یا ابو جہل کے ذریعے اسلام کو ترقی دے یا عمر ابن خطاب کے ذریعے۔ اللہ نے فرمایا ابو جہل کا نام کاٹ دو دعا سے نکال دو صرف عمر کے لیے کہو تو نبی کریم ﷺ نے عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً۔

(مستدرک رقم الحدیث: 83/3، 4485، صحیح ابنِ حبان: 6282)

اے اللہ اسلام کو عزت عطا فرما، غلبہ عطا فرما حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے بالخصوص یہ دعا فرمائی تو اللہ رب العزت کی نگاہِ الوہیت میں اور نبی کریم ﷺ کی نگاہِ نبوت میں حضرت عمر کا مقام یہ ہے کہ اسلام کے غلبے کے لیے، اسلام کی عزت کے لیے اس کی اشاعت و ترویج کے لیے حضرت عمر کا اسلام پہ آنا ضروری ہے تب اسلام ترقی کر سکے گا عالمِ اسباب کے لحاظ سے لیکن اللہ کی نگاہ میں نبی پاک ﷺ کی نگاہ میں اتنی بڑی شان والا عمر جس کا اسلام، ایمان پہ آنا دین کی ترقی کا ضامن ہے تو وہ صلاحیتیں ہونے کے باوجود جب نبی نہیں بن سکتا ہے تو جس نے اسلام کو تباہ کرنا ہے وہ نبوت کا دعویدار کیسے بن سکتا ہے۔ مرزا کے نبی بننے کا فائدہ کیا ہوا جنھوں نے مرزے کو نہ مانا وہ کافر قرار دے دیے گئے وہ سارے کافر ہیں باقی

مسلمان تو ویسے کافر بن گئے اب جو مرزے کو ماننے والے تھے وہ دو گروپ بن گئے قادیانی اور لاہوری تو قادیانیوں کے نزدیک لاہوری کافر ہیں اور لاہوریوں کے نزدیک وہ کافر۔ آپس میں بھی ایک دوسرے کی تکفیر تو بچا کیا تو کیا ایسا بندہ نبی بن سکتا ہے جو اسلام کی تباہی کا موجب ہو اگلے مسلمانوں کو بھی کافر بنا دیا اور جنہوں نے اسے مانا وہ بھی ایک دوسرے کو کافر مانتے ہیں تو پھر اسلام رہ کہاں گیا۔

جس عیسیٰ علیہ السلام کی نبی کریم ﷺ نے بشارت دی ہے ان کی آمد پہ یہ بھی بتلایا ہے کہ باقی یہودیت عیسائیت ہر چیز مٹ جائے گی صرف اور صرف دینِ اسلام رہے گا اور تمام دنیا پر اسلام ہی اسلام ہوگا دوسرا کوئی مذہب نہیں ہوگا مگر مرزے کی آمد پر ساری دنیا پر کفر ہی کفر ہو گیا اسلام کا نام ونشان ہی کوئی نہ رہا پھر یہ مسیح موعود کیسے ہوسکتا ہے تو بہر حال تحذیر الناس کی عبارت اور اس میں بہت بڑا فرق ہے یہاں نبی کریم ﷺ نفی فرما رہے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی آ سکتا تو عمر ابن خطاب نبی ہوتے لیکن چونکہ وہ بھی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے باوجود نبی نہیں ہیں تو پھر اور کون نبی ہوسکتا ہے تو یہ استدلال کے انداز میں نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد نبی کی نفی کی ہے کہ عمر فاروق میں نبی ہونے کی صلاحیتیں ہیں لیکن جب میں خاتم النبیین ہوں اس لیے یہ نبی نہیں بن سکتے تو پھر اور کوئی کیسے نبی بن سکتا ہے۔

سوال: مرزائیوں کا درجہ کافروں، یہودیوں سے کم ہے یا زیادہ ہے اور مرزائی کو استاذ بنانا کیسا ہے؟

جواب: ایک آدمی پہلے مسلمان ہو پھر مرتد ہو جائے تو حکم کیا ہے اسے تین دن کی مہلت دو اس کے شکوک وشبہات زائل کرو تائب ہو جائے تو ٹھیک نہیں تو قتل کر دو لیکن ایک عیسائی عیسائی ہی رہے لیکن کہے میں تمہاری رعیت بن کے رہتا ہوں ٹیکس دیتا ہوں تم اس کی جان کے محافظ ہو عزت کے محافظ ہو مال کے محافظ ہو اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکتے تو پھر بُرا کون ہوا عیسائی ہوا یا یہ مرتد بُرا ہوا۔ مرتد کا وجود قابلِ برداشت نہیں لیکن عیسائی یہودی جب رعیت بن کے رہ رہا ہے اس کا وجود صرف قابلِ برداشت ہی نہیں بلکہ تم اس کے محافظ ہو اگر اس کی چوری ہوتی ہے اس کے اوپر کوئی زیادتی ہوتی ہے تو اسی طرح تمہیں اس کا بدلہ لینا ہوگا جس طرح مسلمان کی

چوری ہو جائے یا اس کے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو تم بدلہ لینے کے پابند ہو تو پتہ چلا کہ یہ لوگ تمام یہودیوں عیسائیوں سے بدتر کافر ہیں۔

باقی رہ گیا مرزائی استاذ سے دنیاوی تعلیم لینا تو بُری صحبت کا بڑا بُرا اثر ہوتا ہے اور فوری اثر ہوتا ہے پھر استاذ کی عظمت کا جو نقش ہے وہ شاگرد کے دل و دماغ پہ گہرا ہو جاتا ہے وہ زیادہ متاثر ہو سکتا ہے تو اس لیے بالکل یہ صورت جائز نہیں ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ نیک صحبت کی مثال ایسے ہے جیسے بندہ عطار کی دکان میں جا بیٹھے، عطار کی دکان میں جب بیٹھے گا یا تو وہ مفت میں اسے اپنی دکان کی تشہیر کے لیے کوئی خوشبو دے دے گا یا اس کے پاس پیسے ہوں گے تو یہ خود خوشبو خرید لے گا لیکن نہ اس نے دی اور نہ اس نے خریدی لیکن جتنی دیر بیٹھے گا اس کی خوشبو سے فائدہ اٹھاتا رہے گا مگر وہ خوشبو آہستہ آہستہ اس تک پہنچے گی اور بڑی دیر کے بعد جا کر اس کا دماغ وہ تازگی محسوس کرے گا۔

لیکن لوہار کی دکان پر جا کر کوئی بیٹھے اور وہ لوہے کو آگ میں تپا رہا ہو تو وہ بھٹی میں کوئلے ڈالے گا تو شرارے اُڑیں گے جلد جلے گی کپڑے جلیں گے اور بھٹی سے جو دھواں نکلے گا اس سے اس کا دماغ ماؤف ہو کے رہ جائے گا تو فوری طور پر اس کی جلد بھی متاثر ہو گی کپڑے بھی متاثر ہوں گے دماغ بھی متاثر ہو گا تو جس طرح وہ بھٹی کی آگ فوری طور پر اثر انداز ہوتی ہے اور عطار کی دکان کی خوشبو آہستہ آہستہ اثر کرتی ہے اسی طرح بُری صحبت جلدی بگاڑ پیدا کرتی ہے اچھی صحبت دیر سے اثر انداز ہوتی ہے تو اس لیے ایسی بُری صحبتوں سے اجتناب لازم اور ضروری ہے اور خاص طور پر استاذ کا جو ایک مقام بن جاتا ہے اس کے تحت پھر شاگرد اپنے آپ کو اس کے تابع سمجھنے لگ جاتا ہے کہ میرا استاذ اتنا لائق ہے ذہین ہے دانا ہے تو پھر یہ اس طریقے پر ہے تو میں بھی اس طریقے پر کیوں نہ چلوں تو اس لیے جہاں تک ممکن ہو ایسے لوگوں کو قطعاً استاذ نہیں بنانا چاہیے۔

سماعِ موتیٰ

سوال:

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ

ترجمہ: تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں، اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کرسکیں۔[سورۃ الفاطر آیت:14]

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى [سورۃ النمل آیت:80]

ترجمہ: بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ [سورۃ الفاطر آیت:22]

ترجمہ: اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔

وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس موضوع پر میری ایک کتاب ہے جلاء الصدور اس میں آیات واحادیث کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قبر والے زندہ ہیں روحوں کا جسموں سے تعلق ہوتا ہے اور جو کچھ قبر پہ جا کے کوئی کہتا ہے کافر ہی کیوں نہ ہو وہ بھی سنتا ہے مومن تو بطریقِ اولیٰ سنتے ہیں ولی اس سے بھی اعلیٰ طریق پر سنتے ہیں شہید اور انبیاء ان سے بھی اعلیٰ درجہ پر سنتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے آپ کے اعلان نبوت سے پہلے مکے والے قبروں والوں کے سننے کے قطعاً قائل نہیں تھے کہ قبروں والے سنتے ہیں سننے کا عقیدہ جاری ہوا تو سرکار ﷺ کی بعثت کے بعد آپ کے فرمان سے کہ قبروں والے سنتے ہیں تب یہ عقیدہ جاری ہوا۔

اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ نہیں سنتے اور تم سمجھتے ہو یہ برحق ہے تو پھر مانو اور کھل کے کہو کہ ہمیں تو نبی نے دھوکہ دیا ہے عقیدہ ہمارا ٹھیک تھا۔ یا پھر ہمیں تاریخی حیثیت سے بتاؤ کہ یہ عقیدہ مسلمانوں نے نبی پاک ﷺ نے نہیں داخل کیا فلاں مولوی نے داخل کیا ہے۔ یہ عقیدہ کسی مولوی نے جاری کیا ہے اگر کسی مولوی نے جاری نہیں کیا نبیوں کے نبی نے جاری کیا ہے تو پھر تم ابوجہل

کے عقیدے پر رہو ہم نبی پاک ﷺ کے عقیدے پر ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے بدر میں قتل ہونے والے کافروں کے بارے میں حکم دیا کہ ان میں سے جو بھی ان کے سرغنے ہیں ان کو گھسیٹ کے ویران کنوئیں میں پھینک دو جب وہ ویران کنوئیں میں پھینک دیے گئے تیسرے دن سرکار ﷺ اس کنوئیں کے سر پہ گئے نام لے کر پکارا۔

يَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ، يَا أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ، يَا عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، أَلَيْسَ قَدْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا۔

جس عذاب کا اللہ نے وعدہ دیا تھا وہ تمہیں پہنچا کہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں اَتُكَلِّمُ اَجْسَادَنَا لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا یارسول اللہ یہ بے جان جسم ہیں آپ ان کے ساتھ کلام کر رہے ہیں۔

كَيْفَ يَسْمَعُوْا؟ وَأَنَّى يُجِيْبُوْا؟ وَقَدْ جَيَّفُوْا! یہ سن کیسے سکتے ہیں جواب کیسے دے سکتے ہیں یہ تو مردار ہو چکے ہیں اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ کیا فرماتے ہیں

مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُوْنَ۔

تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے جس طرح تم سن رہے ہو اسی طرح وہ بھی سن رہے ہیں لیکن ان کا جواب تمہارے کانوں تک نہیں آ رہا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ کافر مردار بھی سن رہے ہیں پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کا پرانا خیال تھا کہ قبروں والے نہیں سنتے، مرنے والے نہیں سنتے لیکن نبی کریم ﷺ نے اس نظریے کو تبدیل کر دیا اب میں پوچھتا ہوں نبی پاک ﷺ نے انہیں ہدایت دی ہے یا گمراہ کیا ہے ؟ یہ عجیب بات ہے عقیدہ ابوجہل والا اور کلمہ نبی پاک ﷺ والا یہ دھوکہ فریب کاری اس کا کیا جواز ہے یا تو کھل کے کہو ہم ابوجہل کی طرف جا رہے ہیں یا کھل کے کہو ہم محمد رسول اللہ کی طرف جا رہے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ. فَتَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلًا حَدِيْدَ الْبَصَرِ، فَرَأَيْتُهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَآهُ غَيْرِي. قَالَ: فَجَعَلْتُ

أَقُوْلُ لِعُمَرَ أَمَا تَرَاهُ، فَجَعَلَ لَا يَرَاهُ، قَالَ: يَقُوْلُ عُمَرُ: سَأَرَاهُ وَأَنَا مُسْتَلْقٍ عَلَى فِرَاشِي، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا عَنْ أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ بِالْأَمْسِ، يَقُوْلُ: هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَئُوا الْحُدُوْدَ الَّتِي حَدَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَجُعِلُوْا فِي بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ، هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ حَقًّا؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي اللهُ حَقًّا، قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ تُكَلِّمُ أَجْسَادًا لَا أَرْوَاحَ فِيهَا؟، قَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ أَنْ يَرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا۔

ترجمہ: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں تو ہم سب لوگ چاند دیکھنے لگے۔ میری نگاہ تیز تھی میں نے چاند کو دیکھ لیا اور میرے سوا کسی نے نہ کہا کہ ہم نے چاند کو دیکھا۔ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: تم چاند نہیں دیکھتے، دیکھو یہ چاند ہے، ان کو دکھلائی نہ دیا، وہ کہنے لگے مجھے تھوڑی دیر میں دکھلائی دے گا (جب ذرا روشن ہوگا) اور میں اپنے بچھونے پر چت پڑا تھا، پھر انہوں نے ہم سے بدر والوں کا قصہ شروع کیا۔ وہ کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کل کے دن (یعنی لڑائی سے پہلے ایک دن) بدر والوں کے گرنے کے مقام بتلانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "اللہ چاہے تو کل کے دن فلاں یہاں گرے گا۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم

اس کی جس نے آپ کو سچا کلام دے کر بھیجا، جو حدیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھیں وہ وہاں سے نہ ہٹے (یعنی ہر ایک کافر اسی مقام میں مارا گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا تھا)۔ پھر وہ سب ایک کنویں میں دھکیل دیے گئے ایک دوسرے کے اوپر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور ان کے پاس تشریف لے گئے، پھر پکارا: "اے فلاں، فلاں کے بیٹے! اے فلاں، فلاں کے بیٹے! جو اللہ اور اس کے رسول نے تم سے وعدہ کیا وہ تم نے پایا میں نے تو پایا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سچا وعدہ کیا تھا۔" (کہ تمہاری فتح ہو گی اور کافر مارے جائیں گے)۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ان بدنوں سے کلام کرتے ہیں جن میں جان نہیں ہے (وہ کیا سنیں گے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جو کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ اس کو نہیں سنتے البتہ اتنا فرق ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔"

(صحیح بخاری: 1370صحیح مسلم: 7222، سنن نسائی: 2076، مسند احمد: 1/26)
البدایہ والنہایہ/الجزء الثالث/طرح رؤوس الکفر في بئر یوم بدر)

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى [سورۃ النمل آیت: 80]

ترجمہ: بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے۔

اللہ جب فرماتا ہے محبوب تم نہیں سناتے میں سناتا ہوں تو کیا اللہ پہ اعتبار کوئی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ [سورۃ الفاطر آیت: 22]

تم قبروں والوں کو نہیں سناتے میں ان کو سناتا ہوں وہ کہتا رہے میں سناتا ہوں ہم نہیں مانتے وہ سنانے کی کوشش کرتا رہے ہم اسے ناکام مانتے ہیں وہ نہیں سنا سکتا یہی عقیدہ ہے توحید پر، یہی اللہ کی قدرت پہ ایمان ہے۔ ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ یہ قبر میں مدفون لوگوں کی بات ہی نہیں ہے یہ جو جیتے جاگتے مردے ہیں یہ ان کی بات ہے۔ اللہ نے کافروں کو اندھا کہا ہے کہ

نہیں، بہرہ کہا ہے کہ نہیں، گونگا کہا ہے کہ نہیں یہ تو عام بچوں کو بھی یاد ہے ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ﴾ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں مطلب یہ ہے کان دینے کا مقصد انہوں نے پورا نہیں کیا ،آنکھیں دینے کا مقصد پورا نہیں کیا، زبان دینے کا مقصد پورا نہیں کیا۔ کان دیے آیتیں سننے کے لیے، حق سننے کے لیے۔ آنکھ دی اللہ کی قدرت کے دلائل دیکھ کر ایمان لانے کے لیے، زبان دی حق کا اقرار کرنے کے لیے، جب ان اعضاء کو صحیح استعمال نہیں کیا تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہو گیا۔ یہ جیتے جی مُردوں کے کھاتے میں ہیں یہ بات ہی ان زندہ لوگوں کی ہے جو دل کے لحاظ سے مُردہ ہیں انہیں فرمایا کہ محبوب یہ مُردوں کے کھاتے میں ہیں چھوڑو ان کو نہ یہ آپ کی بات سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں نہ غور کرتے ہیں آپ لوگوں کو پریشانی کیوں لگ گئی آیت کا اگلا حصّہ بھی دیکھ لیا کرو۔

إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔ [سورۃ النمل آیت:81]

تم مُردوں کو نہیں سناتے تم مومنوں کو سناتے ہو تو مُردے کے مقابل مومن کیوں ذکر کیا اس لیے کہ مُردے سے مراد کافر تھے تم کافروں کو جو مُردوں کے کھاتے میں ہیں انہیں نہیں سناتے، تم مومنوں کو سناتے ہو تو پھر جو ہمارے مرتے ہیں وہ مر کے بھی مومن ہوتے ہیں۔ قرآن کہہ رہا ہے کیا جو مومن مر جائے وہ قبر میں مومن نہیں ہوتا اور اللہ فرماتا ہے:

﴿إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا﴾ جس کا ہماری آیتوں پر ایمان ہے تم انہیں سناتے ہو اب ہمارے مُردے تو مومن ہیں اس آیت سے مانو کہ وہ سنتے ہیں۔

جس مولوی کے رد میں میں نے یہ کتاب لکھی تھی محمد حسین نیلوی دستی اس کے پاس بھجوائی چھ ماہ تک ہمارا ساتھی جاتا رہا حضرت وہ کتاب آئی تھی مطالعہ کیا ہے کہ نہیں ۔جواب دینے کا پروگرام ہے یا نہیں ہے اس نے کہا بس جو ہم نے لکھنا تھا لکھ دیا روز روز نہیں لکھا جاتا وہ ادھار ہے اس قوم پر جب بھی چاہیں جرأت ہو تو اس کا جواب دیں۔

حلال وحرام کے مسائل

سوال: کیا دوسرے آدمی کے بال انسان اپنے سر پہ لگوا سکتا ہے اگر بال لگوا لے تو کیا اس کا وضو غسل ٹھیک ہوگا یا نہیں؟

جواب: جو بال اس نے لگوانے ہیں وہ ہیں پرائے اپنے تو اس کے نہیں۔ اگر کسی عورت کے ہوں تو وہ لگوانے حرام ہیں کیونکہ عورت کے بال سر پر ہوں تو تب بھی دیکھنے حرام اجنبی عورت کے بالوں کو ہاتھ لگانا حرام۔ اگر الگ ہوں جس طرح عورتیں بال بیچ دیتی ہیں مشرقی پاکستان کے لوگوں کا یہ کاروبار ہے بال بیچ دیے بیگانے مرد خرید لیں انہیں بھی دیکھنا حرام اور ہاتھ لگانا حرام ہے اور جب حلال پاک بال ہوں جن کا دیکھنا جائز ہو لیکن ہوں پرائے، سر پر آ گئے اب اس کے سر پہ ایک اور پردہ آ گیا اجنبی قسم کا۔ یہ اس کے اوپر سے مسح کر رہا ہے لہٰذا اس کا وضو نہ ہوگا اس لیے وضو کرتے وقت یا تو سر دھو لے تاکہ جڑ تک پانی پہنچ جائے یا پھر انگلیاں تر کر کے بار بار بالوں کی جڑوں میں پھیرے تاکہ جو سر والا چمڑا ہے اس پر یہ پانی کی تری پہنچ جائے تب نماز ہو گی ویسے نہ ہوگی۔ اگر وِگ استعمال کرے گا وہ اوپر رکھ دیتے ہیں وہ چمٹ جاتا ہے۔ اگر اندر مشین سے بال چبھو دیے جائیں اب اندر سے خون رستا ہے بال کی جڑیں خون سے پلید ہو جائیں گی جب سر پر وہ پلید بال جمع ہو گئے تو ایک درہم جتنی پلیدی ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ جب پورے سر پہ پلیدی ہو تو پھر نماز ہو سکتی ہے۔ اس لیے مشین سے بالکل نہیں لگوانے چاہییں اگر وِگ استعمال کرے تو مسح کرتے وقت انہیں الگ کر کے تب مسح کر سکتا ہے۔

سوال: ایک آدمی نے فوق العقدہ جانور ذبح کیا ابھی جانور زندہ تھا کہ اس نے نیچے سے ذبح کر لیا کیا یہ جانور حلال ہے یا حرام ہے نیز اگر فوق العقدہ ذبح ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: گرہ کے اوپر جب چھری چلتی ہے تو جو مری (خوراک کی رگ) وہ بھی رہ جاتی ہے دو رہ گئیں حلقوم بھی رہ گیا مری بھی رہ گئی دو کٹ گئیں اس لیے جانور حرام ہو جاتا ہے لیکن اگر

گرہ رہ جائے چھری ترچھی چلے (دھڑ کی طرف ہو کر) مری کاٹی جائے دو تاریں کٹ گئیں اب ایک رہ گئی اب جانور حلال ہو جائے گا۔ تحقیق یہ کرنی چاہیے کہ مری کٹ گئی ہے کہ نہیں۔ اگر مری کٹ جائے تو حلال ہے نہ کٹے تو دو رہ گئیں اب جانور حرام ہو جائے گا۔

علامہ شامی نے اس مسئلے کو بڑا کھول کر بیان فرمایا ہے اور یہ بات ذہن میں رکھو جان جانور میں ہو دوبارہ گرہ کاٹ کر درست کر سکتے ہو اگر خون کی رگیں دونوں یا ایک کاٹی جائے موت تو اسی سے واقع ہو گئی اب بعد میں سیدھا کاٹتے بھی رہیں اب کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو زخم پہلے ہو چکا ہے موت اسی سے واقع ہو رہی ہے لہٰذا پہلے غلط ذبح ہو گیا جانور حرام ہو گیا اب دوبارہ درست کرنے سے جانور حلال نہیں ہو گا۔ عام بندے اس طرح کی عادتیں کرتے ہیں وہ (گھنڈی) کاٹ کر گردن کے ساتھ لگا دیتے ہیں لوگوں کو دھوکہ دیا کٹ گئی جب پہلا زخم ہی اتنا ہو گیا۔

ایک بندہ کسی کو قتل کرتا ہے گردن پر وار کرتا ہے اس کے خون کی رگ کاٹ دیتا ہے دوسرا آتا ہے اس کا پاؤں کاٹ دیتا ہے تو قانون کی نظر میں قاتل کون سمجھا جائے گا گردن کاٹنے والا یا پاؤں کاٹنے والا تو پتہ چلا کہ پہلا زخم اتنا ہو چکا ہے کہ موت اسی سے واقع ہو رہی ہے لہٰذا قاتل اسی کو سمجھا جائے گا۔ اسی طرح پہلے ذبح جب ایسا ہو چکا ہے کہ موت اسی سے واقع ہونی ہے اب اگر صحیح ذبح کر بھی لیا جائے بعد میں تو وہ درست نہیں ہو گا جانور حرام ہی سمجھا جائے گا ۔لیکن تحقیق ماہرین سے کرائی جائے کہ مری کٹ گئی ہے کہ نہیں مطلقاً (گھنڈی) رہ جانے سے حرام نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے چھری دھڑ کی طرف ترچھی ہو کر چلے اور مری کاٹ دے تو حلال ہو جائے گا۔

جنازہ کے مسائل

سوال: کیا قبر پکی کرنا جائز ہے؟

جواب: نشان قائم رکھنے کے لیے قبر اُوپر سے پکی بنانا جائز اور صحیح ہے جہاں زمین کچی ہو، ریتلا علاقہ ہو، نشان مٹ جاتے ہوں یا حفاظت کا صحیح بندوبست نہ ہو، مال مویشی پھرتے ہوں تو چند دن کے بعد قبروں کے نشان ہی مٹ جاتے ہیں تو اس لیے اُوپر سے پختہ کردینا تاکہ نشان قائم رہے یہ جائز اور صحیح ہے اور روضے بنا دینا، اُوپر مکان بنا دینا ایسے لوگوں کی خاطر جن کے مزارات پر لوگ فاتحہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں فیض حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں سردی، گرمی سے بچنے کے لیے اُوپر مکان بنا دیا جائے تاکہ لوگ اطمینان سے کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھ سکیں جو کچھ ان سے اپیل کرنا چاہتے ہیں جو دُعائیں کرانا چاہتے ہیں ان کے وسیلے سے جو کچھ اللہ سے مانگنا چاہتے ہیں اطمینان، سکون سے مانگ سکیں یہ بھی جائز اور صحیح ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ شامی کے استاذ حضرت عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے ایک مستقل رسالہ کشف النور (کشف النور عن اصحاب القبور) لکھ کے پوری حقیقت کو واضح کیا ہے کہ روضے بھی جائز، پکی قبریں بھی جائز، اُن پہ کپڑے ڈالنا بھی جائز، وہاں روشنی اس لیے جلانا تاکہ آنے والے رات کو آئیں تو انہیں دشواری نہ ہو، بیٹھ کے پڑھنا چاہیں تو اُن کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو یہ بھی بالکل جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ عقیدہ ہو کہ پکی قبر کا میت کو کوئی فائدہ ہوگا یہ غلط ہے زندہ لوگوں کے فائدے کے لیے اگر بنایا جائے پھر بھی ٹھیک ہے اور اس لیے قبر پکی بنائی جائے تاکہ عام لوگوں کو پتہ چلے یہ اللہ کا مقبول ہے ایک ممتاز ہستی ہے۔ اس کی بے ادبی نہ کریں اور ولی کی بے ادبی کر کے اللہ کے قہر کو دعوت نہ دیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ اعلانِ جنگ نہ ہو جائے ان کو اس قہر و غضب سے بچانے کے لیے بنا دیا جائے پھر بھی جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

صحابی نے قبہ گرادیا:

ایک بات ذہن میں رکھیں کہ شریعت صرف زندوں پر لاگو ہوتی ہے یا مُردوں پر بھی زندہ لوگ کہیں ہم پر تو لازم نہ کرو صرف مُردوں پر کرو یہ ٹھیک ہے اگر پکی قبر ناجائز ہے تو پکا مکان بھی ناجائز ہے یہ کس شریعت میں لکھا ہوا ہے کہ رہائش والا پکا مکان تو جائز ہے لیکن میت کی قبر پکی بنا دینا حرام ہے یہ کہاں لکھا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ ایک طرف تشریف لے گئے سامنے ایک پکا مکان بن رہا تھا پوچھا کس کا ہے عرض کی حضور فلاں صحابی کا ہے آپ ﷺ لوٹ آئے اب وہ صحابی حاضر ہوئے سلام کیا آپ ﷺ نے منہ دوسری طرف کرلیا جواب نہیں دیا اُدھر سے سلام پیش کیا آپ ﷺ نے منہ اِدھر موڑ لیا جواب نہیں دیا حیران ہوئے کیا جرم ہوا، کیا قصور ہوا کس غلطی کی بناء پر نبی کریم ﷺ نے رُخ موڑ لیا ہے توجہ نہیں کی ہے صحابہ سے پوچھا معاملہ کیا ہے انہوں نے کہا آپ ﷺ اس طرف گئے تیرے مکان کو دیکھا پوچھا کس کا ہے ہم نے بتلایا تو آپ ﷺ واپس آگئے اسے پتہ چلا کہ حضور ﷺ میرے اس مکان بنانے پہ ناراض ہیں وہ گیا مکان کو گرایا اور اسے توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کردیا اب واپس آیا سلام پیش کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب عطا کیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ، فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً ، فَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟ قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: هٰذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ ، قَالَ: فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِي نَفْسِهِ حَتَّى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ ، أَعْرَضَ عَنْهُ ، صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتَّى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيْهِ ، وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ ، فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى أَصْحَابِهِ ، فَقَالَ: وَاللهِ إِنِّي لَأُنْكِرُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالُوْا: خَرَجَ ، فَرَأَى قُبَّتَكَ ، قَالَ: فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلَى قُبَّتِهِ فَهَدَمَهَا ، حَتَّى سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ

يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا ، قَالَ: مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ؟ ، قَالُوا: شَكَا إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ عَنْهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا ، فَقَالَ: أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ ، إِلَّا مَا لَا إِلَّا مَا لَا يَغْنِي مَا لَا بُدَّ مِنْهُ۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے (راہ میں) ایک اونچا قبہ دیکھا تو فرمایا: "یہ کیا ہے؟" تو آپ کے اصحاب نے بتایا کہ یہ فلاں انصاری کا مکان ہے، آپ یہ سن کر چپ رہے اور بات دل میں رکھ لی، پھر جب صاحبِ مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور لوگوں کی موجودگی میں آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا (نہ اس کی طرف متوجہ ہوئے نہ اسے جواب دیا) ایسا کئی بار ہوا، یہاں تک کہ اسے معلوم ہوگیا کہ آپ ﷺ اس سے ناراض ہیں اور اس سے اعراض فرمارہے ہیں تو اس نے اپنے دوستوں سے اس بات کی شکایت کی اور کہا: قسم اللہ کی! میں اپنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و برتاؤ میں تبدیلی محسوس کرتا ہوں، تو لوگوں نے بتایا کہ: آپ ﷺ ایک روز باہر نکلے تھے اور تیرا قبہ (مکان) دیکھا تھا (شاید اسی مکان کو دیکھ کر آپ ناراض ہوئے ہوں) یہ سن کر وہ واپس اپنے مکان پر آیا، اور اسے گرادیا، حتیٰ کہ اسے (توڑ کر) زمین کے برابر کردیا، پھر ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اس مکان کو وہاں نہ دیکھا تو فرمایا: وہ مکان کہاں گیا، لوگوں نے عرض کیا: مالک مکان نے ہم سے آپ ﷺ کی اس سے بے التفاتی کی شکایت کی، ہم نے اسے بتادیا، تو اس نے اسے گرادیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "سن لو ہر مکان اپنے مالک کے لیے وبال ہے، سوائے اس مکان کے جس کے بغیر چارہ و گزارہ نہ ہو"۔

(سنن ابو داؤد: 5237، سنن ابنِ ماجہ: 4161، مسند احمد: 3/220)

تو پکے مکان بنانا بھی ناجائز اور پکی قبریں بنانا بھی ناجائز ہیں مگر اپنے اُوپر تو شریعت کوئی نہیں لازم کرتا قبر والوں پر شریعت لاگو کر دی جاتی ہے ان کی قبروں کے نشان مٹا دیے جائیں ۔ پہلے اپنے مکان گراؤ اس کے بعد قبریں گرانا یہاں تو شاہی محل بن رہے ہیں دیواروں پہ پردے لگ رہے ہیں، کھڑکیوں کے آگے پردے لگ رہے ہیں۔ ایئر کنڈیشن بن رہے ہیں اس میں کیا کیا سہولیات پیدا کی جا رہی ہیں لیکن قبر والے کی قبر کا نشان بھی حرام ٹھہرایا جا رہا ہے۔

سوال: ایصالِ ثواب مطلقاً تو جائز ہے لیکن تم نے جو گیارہویں کے نام سے منسوب کیا ہوا ہے اس کا کیا جواز ہے نیز جناب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب حنبلی تھا اور وہ رفع یدین کرتے تھے گیارہویں ہو تو دوسری برادری کہتی ہے کہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ ہمارے ہیں اور جب رفع یدین کی باری آتی ہے تو ان کو چھوڑ دیتے ہیں نیز غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام پر بکرے دیتے ہیں حالانکہ حقیقت میں مالک تو اللہ رب العزت ہے پھر کیسے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام پر بکرا دیا جاتا ہے تو پھر کیا وہ کھاتے ہیں وہ تو مزار میں ہیں۔ وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس سوال کی بہت سی شقیں بنا دی گئی ہیں پہلا یہ ہے کہ یہ ایصالِ ثواب تو جائز ہے مگر گیارہویں کے نام سے اسے کیوں موسوم کر دیا گیا ہے تو کیا نام سے کوئی چیز حرام ہو جاتی ہے ایصالِ ثواب جب جائز ہے تو اسے گیارہویں کا نام دو یا بارہویں کا حقیقت تو وہی رہے گی ہماری حقیقت کیا ہے انسان تو پھر ہمیں یہ نام نہیں رکھنے چاہییں محمد اشرف، محمد بخش، غلام حیدر، غلام علی وغیرہ کیونکہ یہ تو انسانیت خراب ہو گئی اس لیے سب انسان کہلانے چاہییں نام نہیں رکھنا چاہیے ورنہ انسانیت بگڑ گئی، خراب ہو گئی تو ایصالِ ثواب ایک کلی ہے یہ اس کی جزئیات ہیں تیجہ، ساتواں ، چالیسواں، سالانہ، گیارہویں اور بارہویں وغیرہ جس طرح انسان ایک کلی ہے یہ زید عمرو بکر وغیرہ اس کی جزئیات ہیں جس طرح وہاں امتیاز ضروری ہے اسی طرح یہاں بھی امتیاز ہونا چاہیے کہ نہیں کہ ثواب دینا ہے تو کسے دینا ہے کیا یہ پتہ نہیں چلنا چاہیے کہ ثواب کدھر جائے، کس کو پیش کریں۔ تم ایک لفافہ لکھتے ہو اور اُوپر کسی انسان کو ملے یہ لکھ سکتے ہو نام لکھو گے مکتوب الیہ فلاں ہے اس کا ضلع کیا ہے تحصیل کیا ہے ڈاکخانہ کیا ہے گھر کہاں ہے یہ ساری تفصیل دو گے ۔ تو ہم بھی نبی

پاک ﷺ کے لاڈلے کو اللہ کے محبوب کو ایک ثواب پیش کرنا چاہتے ہیں تو اس لیے ہم ان کے وقتِ وصال کی تاریخ کا نام لیں گے اور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے کہ ہماری طرف سے یہ ثواب غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی روح کو پہنچایا جائے۔ گیارہویں کا نام کیوں لیتے ہیں اس لیے کہ قادری سلسلے کے اکابرین کی تحقیق کے مطابق حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا وصال گیارہ کو ہے یا آپ نبی کریم ﷺ کو ایصالِ ثواب گیارہ کو کیا کرتے تھے اس کا بدلہ اللہ رب العزت نے آپ کو یہ دیا کہ آپ کے لیے بھی وہی ایصالِ ثواب کا سلسلہ شروع ہو گیا تو چونکہ وصال آپ کا اس تاریخ کو ہے اور جو بزرگ کے وصال کی تاریخ ہوتی ہے یہ دو محبوبوں کی ملاقات کا وقت ہوتا ہے یہ اللہ کی رحمتوں کے عام ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے اس تاریخ کو بالخصوص یہ تقریب منائی جاتی ہے ویسے تو ہر دن جائز ہے لیکن اس خاص دن میں اللہ کی رحمتوں کا اور زیادہ ظہور ہوتا ہے اس لیے اس دن مناتے ہیں تا کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ اللہ رب العزت کی نگاہِ کرم اور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی دُعا نصیب ہو جائے۔ اس لیے نام بدل جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ بحث کی ہے کہ مسجد گھر تو خدا کا ہے اس کی نسبت کسی بندے کی طرف کرنا جائز ہے یا نہیں ہے تو انہوں نے آگے دلیل دی ہے أَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ وَكَانَ أَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ، وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ سَابَقَ بِهَا، قَالَ: أَبُو عَبْدِ اللهِ أَمَدًا غَايَةً فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ۔

ترجمہ: عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی تھی جنہیں تیار نہیں کیا گیا تھا اور دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق رکھی تھی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس میں شرکت کی تھی۔ ابو عبداللہ نے کہا کہ أمداً (حدیث میں) حد اور انتہا کے معنی

میں ہے۔(قرآن مجید میں ہے)فطال علیھم الامد یعنی "پھران پر لمبی مدت گزر گئی" جو اسی معنی میں ہے۔(صحیح بخاری رقم الحدیث:2869)

سرکار ﷺ نے صحابہ کے درمیان گھوڑ دوڑ کرائی جو ماہر گھوڑے تھے ان کے لیے چھ میل کی مسافت قائم کی اور جو اتنے مشق اور تجربے والے نہیں تھے ان کے لیے ایک میل کی مسافت مقرر کی۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَابَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ فَأَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفْيَاءِ، وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ. فَقُلْتُ لِمُوسَى: فَكَمْ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ. قَالَ: سِتَّةُ أَمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةٌ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ. فَأَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَكَانَ أَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِي زُرَيْقٍ. قُلْتُ: فَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ. قَالَ: مِيلٌ أَوْ نَحْوُهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ مِمَّنْ سَابَقَ فِيهَا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی جنہیں تیار کیا گیا تھا۔ یہ دوڑ مقام حفیاء سے شروع کرائی اور ثنیۃ الوداع اس کی آخری حد تھی (ابواسحاق راوی نے بیان کیا کہ) میں نے ابوموسیٰ سے پوچھا اس کا فاصلہ کتنا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ چھ یا سات میل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی بھی دوڑ کرائی جنہیں تیار نہیں کیا گیا تھا۔ ایسے گھوڑوں کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے شروع ہوئی اور حد مسجد بنی زریق تھی۔ میں نے پوچھا اس میں کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے کہا کہ تقریباً ایک میل۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی دوڑ میں شرکت کرنے والوں میں تھے۔(صحیح بخاری رقم الحدیث:2870)

تو اس مسافت کی حد بندی کرتے ہوئے فرمایا اِلٰی مَسْجِدِ بَنِیْ زُرَیْقٍ تو مسجد گھر تو اللہ کا ہے لیکن قبیلے کی طرف منسوب کر دی گئی کہ فلاں قبیلے والوں کی مسجد۔ مطلب کیا ہے بنانے والے وہ ہیں،

انتظام کرنے والے وہ ہیں، اس کی خدمت کرنے والے وہ ہیں تو نسبت اللہ کی طرف یہ ہے کہ عبادت اس کی ہے اور گھر اس کا ہے اور ان کی طرف نسبت یہ ہے کہ منتظم یہ ہیں نگران یہ ہیں کنٹرولر یہ ہیں تو جائز ہے تو اسی طرح ایصالِ ثواب ہے مطلقاً اللہ رب العزت کی طرف سے جو ثواب ملے گا وہ ہم پیش کر رہے ہیں تو بالعموم خاص ایصالِ ثواب سے تعبیر کر دو اور چونکہ یہ حضورِ غوث پاک رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں ہے اس لیے گیارہویں کا نام بھی اسے دے سکتے ہیں تو جس طرح مسجدوں کی نسبت غیر کی طرف کرنا جائز ہے تو پھر ان ثواب کے پہنچانے کے طریقوں کی نسبت غیر کی طرف کرنا کیوں جائز نہیں ہوگا۔

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

آگے اس سوال کی شق یہ ہے کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب حنبلی تھا وہ رفع یدین کرتے تھے دوسری برادری کہتی ہے گیارہویں ہو تو کہتے ہیں ہمارے ہیں اور رفع یدین ہو تو پھر کہتے ہیں ہمارے نہیں ہیں۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ ہمارے تھے ہمارے ہیں اور ہمارے رہیں گے اس کا سوال نہیں ہے سوال صرف یہ ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ بھی کسی کے مقلد ہیں یا نہیں۔ تم خود لکھ رہے ہو حنبلی ہیں تو آپ امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں تو پتہ چلا یہ ان کا ذاتی معاملہ نہیں ہے یہ ان کے امام کا معاملہ ہے تو جب وہ بھی کسی امام کے پیچھے ہیں تو ہم بھی کسی امام کے پیچھے ہیں یا تو وہ مجتہد ہوتے وہ کہتے کہ میں اپنے اجتہاد سے یہ بات کر رہا ہوں پھر علیحدہ بات تھی جب وہ بھی کسی کے پابند ہیں کسی کے مقلد ہیں تو تم تو کہتے ہو تقلید شرک فی النبوت ہے تقلید جائز ہی نہیں پھر تم کیسے کہتے ہو کہ غوثِ پاک علیہ الرحمۃ ہمارے ہیں وہ رفع یدین کرتے تھے آپ مقلد ہیں تم تقلید کو شرک کہتے ہو تمہارے کیسے ہو گئے پھر تم کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ نور نہیں، حاضر و ناظر نہیں، آپ کو علمِ غیب نہیں، اختیارات نہیں جو یہ چیزیں مانے وہ مشرک ہے اور غوث پاک رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعاً کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اِتِّصَالٖ۔

میں خدا کی ساری کائنات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سامنے یوں دیکھ رہا ہوں جس طرح ہاتھ پہ رائی کا دانہ ہو تو جو اپنا علم اتنا وسیع مان رہے ہیں وہ نبیوں کے نبی کے حق میں کتنا علم مانیں

گے آپ فرماتے ہیں۔

اِنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِیَاءَ لَیُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ عَیْنِیْ فِیْ لَوْحِ مَحْفُوْظٍ۔ (بہجۃ الاسرار)

بے شک سعید اور شقی مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں میری آنکھ کی پتلی ہر وقت لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتی ہے لوحِ محفوظ میں اول سے لے کر آخر تک یعنی قیامت تک ساری مخلوقات کا علم موجود ہے پھر جب غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس کا مطالعہ کر رہی ہے تو پوری کائنات کا علم آپ کو حاصل ہو گیا پھر غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ وَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ۔

اللہ کی ساری آبادیاں میرے زیرِ فرمان ہیں اللہ کے سارے ولی میرے تابع ہیں۔تم کہتے ہو نبی کو اختیار نہیں، آپ اپنے لیے اختیار ثابت کر رہے ہیں آپ فرماتے ہیں:

وَمَا مِنْھَا شُھُوْرٌ اَوْدُھُوْرٌ تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالٍ۔

ہر دن، ہر رات، ہر ہفتہ، ہر مہینہ اور ہر سال پہلے میرے پاس آ کر مجھ سے اجازت طلب کرتا ہے تب وہ ظاہر ہوتا ہے۔اس لیے تمہارا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے رفع یدین کرنا، نہ کرنا یہ دونوں فرعی باتیں ہیں نبی کریم ﷺ کی دونوں ادائیں ثابت ہیں آپ رفع یدین کرتے بھی تھے آپ نے رفع یدین ترک بھی کیا ہے کسی نے کوئی ادا اپنا لی اور کسی نے کوئی ادا اپنا لی۔ اللہ کو منظور یہ ہے کہ میرے یار کی ہر ادا قیامت تک زندہ رہے لیکن ایک ہے تعصب کہ حنفی غلط کرتے ہیں رفع یدین ترک کرنا ٹھیک نہیں ہے یہ تعصب والی صورت ہے یہ ناجائز ہے جب یہ بات طے شدہ ہے کہ سرکار ﷺ سے دونوں باتیں ثابت ہیں رفع یدین کرنا بھی اور نہ کرنا بھی تو پھر احناف پر اعتراض کرنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے تو ایک ہے ضد بازی میں آ کے رفع یدین کرنا اور ایک ہے کسی کی اپنی تحقیق دیانتداری سے یہ ہو کہ سرکار ﷺ رفع یدین کیا کرتے تھے لہٰذا ہم بھی کریں اگر ایسے کرتا ہے تو ہم اسے معذور سمجھیں گے لیکن مذہب مسلک یہی ہے کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔

حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا زمانہ صحابہ کے اتنے قریب نہیں جتنا امام اعظم رضی اللہ عنہ

کا زمانہ ۔قریب ہے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ 461ھ میں پیدا ہوئے امام اعظم رضی اللہ عنہ ستر ہجری میں پیدا ہوئے یا اسّی ہجری میں پیدا ہوئے اب آپ اندازہ کریں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ چار سو سال بعد پیدا ہو رہے ہیں تو پھر جو چار سو سال بعد پیدا ہو رہے ہیں وہ صحابہ کی نمازوں کی حالت بہتر جانتے ہیں یا امام اعظم رضی اللہ عنہ بہتر جانتے ہیں جو صحابہ کے دور میں پیدا ہوئے آخری صحابی کا وصال 110ھ میں ہوا ہے تو اگر ستّر میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہے تو چالیس سال صحابہ کے دور میں گزارے اور اگر اسّی میں آپ کی ولادت ہے تو تیس سال آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں گزارے تو ایسی صورت میں صحابہ کا عمل آپ بہتر جانتے ہیں اور نبی پاک ﷺ کا عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہتر جانتے ہیں اس لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔

صرف یہ بات ذہن نشین رہے کہ اُدھر غوثِ پاک علیہ الرحمۃ ہیں تو کیا اِدھر ولی کوئی نہیں حضور داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ جن کے مزار سے فیض حاصل کرتے ہیں اور پھر کیا کہتے ہیں۔

گنج بخش فیض عالم مظہرِ نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں راہ رہنما

داتا صاحب علیہ الرحمۃ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کے سرہانے تھا نیند آ گئی خواب میں دیکھا کہ میں مکے شریف میں ہوں بابِ بنی شیبہ سے اندر داخل ہوا سرکار ﷺ باہر تشریف لا رہے ہیں آپ ﷺ نے کوئی چیز اُٹھائی ہوئی ہے میں دست بوس ہوا، قدم بوسی کی، عرض کی یہ چیز مجھے دے دیں میں اُٹھالوں آپ یہ بوجھ کیوں اُٹھائے ہوئے ہیں آپ نے کپڑا ہٹایا تو ایک بوڑھا سا آدمی تھا جسے آپ نے اُٹھایا ہوا تھا حضور یہ کون ہیں فرمایا:

ایں امام تست و امامِ قومِ تست ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت

یہ تیرا بھی امام ہے اور تیری قوم کا بھی امام ہے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت۔ حضور داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ حضور کی آل ہیں، سید ہیں نبی کریم ﷺ ان کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں یہ

تیرا بھی امام ہے اور تیری قوم کا بھی امام ہے تو حضور امام اعظم رضی اللہ عنہ وہ امام ہیں جن کو نبی پاک ﷺ نے امام فرمایا اور اپنی آل کو بتلایا کہ تمہارا امام ہے پھر حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کو اُٹھایا ہوا ہے جب اُٹھایا ہوا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے قدموں سے نہیں چل رہے۔ نبی پاک ﷺ کے قدموں سے چل رہے ہیں بچہ خود چلے تو کمزور پاؤں ہیں ڈگمگاتا ہے لڑکھڑاتا ہے گرنے کا زیادہ اندیشہ ہے احتمال ہے لیکن باپ اسے اُٹھالے تو باپ کے پاؤں میں طاقت ہے وہ چلنے کا تجربہ رکھتا ہے اور صحیح جگہ کا انتخاب کر کے قدم رکھے گا تو پھر اس کے گرنے کا اندیشہ نہیں ہوسکتا تو حضور داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے اس خواب سے یہ نقطہ اخذ کیا کہ حضور ﷺ نے مجھے بتلایا کہ میں اس کو اُٹھائے ہوئے ہوں تو ابوحنیفہ اپنے قدموں سے نہیں چل رہا یہ میرے نبوت کے قدموں سے چل رہا ہے۔ لہٰذا اس کے جو فیصلے ہیں اور اس کی جو فقہ ہے اس میں لغزش نہیں ہوگی کیونکہ یہ میرے قدموں سے چل رہا ہے تو ادھر ہزاروں لاکھوں ولی ہیں اور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے پائے کے ولی ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ شان والے ولی بھی ہوسکتے ہیں۔

شیخ محمد شمس الدین حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لَوْ حَضَرَ عِنْدَنَا اَلشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ لَتَأَدَّبَ بِیْ ہمارے دور میں اگر شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ ہوتے تو میرا ادب کرتے احترام کرتے۔ ہیں بعد کے لیکن حنفی مذہب کے چوٹی کے عالم اور استاذ ہیں سمندر اور دریاؤں کی مخلوق ان کے پاس آکر پڑھتی تھی۔ اس پائے کے بزرگ ہیں کہ اگر دستر خوان پر بیٹھے ہوں مرید ان کا وہاں سے سینکڑوں میل دور ہو ان کا ارادہ بنتا کہ میرا مرید بھی اس دستر خوان سے بہرہ ور ہو، فیضیاب ہو وہ اس کی نیت پر اپنے پیٹ میں لقمہ ڈالتے لیکن چلا اس مرید کے پیٹ میں جاتا تھا۔ علامہ شامی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

صَرَّفَهُ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ وَاَنْطَقَهُ بِالْمُغِيْبَاتِ وَعَلَّمَهُ الْاَعْيَان اللہ نے ان کو طاقت دی ہے کہ وہ غیب کے ماہر ہیں غیب جاننے والے ہیں اور دونوں جہانوں پر اللہ نے انہیں اقتدار بخشا ہے۔ اگر چاہیں تو چیزوں کی حقیقتیں تبدیل کردیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ میرے دور میں موجود ہوتے تو میرا ادب کرتے۔ میری موجودگی میں قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی

رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ کا دعویٰ ہی چھوڑ جاتے۔

حضور شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کو ایک بندے نے عرض کیا کہ مجھے قادری سلسلے میں بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا چشتی سلسلہ میں بیعت ہونا ہے تو ہو جا، کہا نہیں قادری سلسلہ میں بیعت ہونا ہے۔ فرمایا چشتی سلسلہ میں بیعت ہو جا، کہا نہیں قادری، تیسری بار اس نے پھر عرض کی تو آپ نے فرمایا ادھر محبوبِ سبحانی ہیں اس لیے۔ فرمایا ہمارے سلسلے میں کئی محبوبِ سبحانی ہیں۔ حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ اپنے پیر حضور بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

پیرِ ما پیر است مولانا فرید مثل او نہ در ہشت

میرا پیر شیخ فرید الدین علیہ الرحمۃ ہے اللہ نے پوری مخلوق میں اس طرح کا پیدا ہی نہیں کیا۔ تو ایسے ایسے لوگ یہاں موجود ہیں تو اس لیے یہ کہنا کہ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ جدھر جائیں تو سب کو ادھر جانا چاہیے۔ سارے ولی ہمارے نزدیک برحق ہیں کیا نبی سارے برحق نہیں ہیں لیکن ہم شریعت کس کی مانتے ہیں نبی پاک ﷺ کی۔ ایمان سب پر ہے کہ سب نبی برحق ہیں مگر عمل کرتے ہیں تو نبی پاک ﷺ کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ ولی سارے برحق ہیں مگر تقلید امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کریں گے کیونکہ وہ ولی بھی کسی نہ کسی کے مقلد ہیں تو پھر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ ہے کہ ان کے امام بھی جن کے بارے میں یہ اعتراف کر رہے ہیں۔

اَلنَّاسُ فِی الْفِقْهِ عِیَالٌ اِلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔

(سیر اعلام النبلاء 6/403)

کہ لوگ فقہ کے معاملہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں جس طرح تربیت میں اولاد باپ کی محتاج ہے اسی طرح ہم اس تربیت کے اندر ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے محتاج ہیں تو ایسے امام کو ہم چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیوں جائیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ امام محمد رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، امام محمد رضی اللہ عنہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں تو کوئی شاگرد کا شاگرد ہے کوئی پھر اس کا آگے شاگرد ہے ہم اُن شاگردوں کے شاگردوں کے بھی جو شاگرد ہیں ان کی تقلید کریں اور اساتذہ کے جو استاذ ہیں

اُن کی تقلید کیوں چھوڑ دیں۔

آگے یہ ہے کہ جو غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام پر بکرے دیتے ہیں حالانکہ حقیقت میں مالک تو اللہ تعالیٰ ہے پھر کیسے غوث اعظم کے نام پہ بکرا دیا جاتا ہے اگر تمہارے مدرسے میں بکرے آئیں تو پھر جائز ہے بکرے تو کعبے میں جانے چاہییں مدرسے میں دینے کا کیا مطلب ۔ یہ مدرسے والے مالک ہیں اِدھر آئیں تو ٹھیک ہے اگر غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی طرف جائیں تو پھر ناجائز ہو گیا اللہ کے بندے وہ بھی ہیں اللہ کے بندے تم بھی ہو، وہ ذرا زیادہ اطاعت گزار بندے ہیں، مقبول بندے ہیں اور ہوسکتا ہے تم مبغوض، مردود بندے ہو تمہاری طرف بکروں کا جانا جائز ہو گیا اُدھر ناجائز کیوں ہو گیا۔

عجیب بات ہے اگر کسی بزرگ کے دربار پہ کوئی چیز بھیجو کہ وہاں کے درویش زائرین وغیرہ کھالیں گے اور ان کی کفالت ہو جائے گی جو وہاں ہر وقت پڑے ہیں بزرگوں کو پڑھ پڑھ کے ثواب پہنچا رہے ہیں ان کو فائدہ پہنچے گا وہاں بھیجو تو ناجائز ہے ان کے مدرسے میں بھیجو پھر کوئی نہیں پوچھے گا اتنی دور سے یہاں کیوں بھیجا وہاں مستحق کوئی نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارا پیٹ کا دھندا ہے کہ ہر چیز ادھر آئے هَلْ مِنْ مَّزِيْد جس طرح دوزخ پکارے گی کچھ اور کچھ اور یہ بھی پکار رہے ہیں هَلْ مِنْ مَّزِيْد کہیں اور کوئی چیز نہیں جانی چاہیے سب کچھ ادھر آنا چاہیے بس یہی جھگڑا ہے ورنہ اگر اِدھر آنا جائز ہے تم مالک تو نہیں، تم بھی کہو اِدھر لانا ناجائز ہے لے جاؤ یہاں سے اللہ کے پاس بھیجو۔!

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو بکرے نہیں دیتے ہیں بلکہ بکرا ذبح اللہ کے نام پہ کرتے ہیں اسے پکاتے ہیں صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور جو ثواب ملتا ہے وہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو پیش کرتے ہیں۔ یہ جو زکوٰۃ تم دیتے ہو یہ اللہ کی طرف منی آرڈر کرتے ہو اللہ رب العزت نے فرض کی ہے اور مصرف بھی بیان کر دیا ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ [سورۃ التوبہ آیت:60]

ترجمہ: زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لیے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل (وصول) کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

تو یہ مقامات بیان کر دیے کہ یہاں ان کو استعمال کیا کرو۔ اللہ رب العزت کو ضرورت نہیں ہے اللہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ میری دی ہوئی جو چیز ہے اسے میرے نام پر ساری نہیں لیکن اس کے چالیسویں حصے کو بھی دے سکتے ہیں یا نہیں۔ وہ صرف یہ خلوص دیکھتا ہے نیک نیتی دیکھتا ہے وہ تمہارے مالوں کا محتاج نہیں ہے وہ تو بتلا رہا ہے کہ جو ضرورت مند مسکین ہیں انہیں دے دو۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو گوشت کی ضرورت نہیں ہے لیکن ثواب سے کوئی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

حضور کی ﷺ ذات رحمتِ کائنات ہے مگر درود بھیجنے کا حکم دیا کہ نہیں؟ کہ میرے اوپر درود بھیجا کرو، اللہ سے دعا کیا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ تو پتہ چلا ثواب جتنا زیادہ سے زیادہ ملتا رہے اس سے بے نیاز کوئی بھی نہیں ہو سکتا تو غوثِ پاک رضی اللہ عنہ انتہائی بلند مرتبے پہ فائز ہونے کے باوجود ثواب سے بے نیاز نہیں ہیں لہٰذا جتنا زیادہ ثواب پہنچاؤ ان کو فائدہ ہوگا اور ہمیں فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ کے ایک مقبول بندے کی خدمت میں جب یہ ثواب پیش کیا وہ ہم سے راضی ہوں گے جب وہ راضی ہوئے تو نبی پاک ﷺ راضی ہو جائیں گے نبی پاک ﷺ راضی ہوئے تو اللہ پاک راضی ہو جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری والے دن صحابہ کا تحفے بھیجنا:

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہدیے تحفے بھیجنے ہوتے تھے لیکن وہ انتظار کرتے رہتے تھے کہ جب نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں گے ان کی باری ہوگی اس وقت ہم یہ ہدیے تحفے وغیرہ پیش کریں گے حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتے تو تحفوں، ہدیوں، نذرانوں کے ڈھیر لگ جاتے باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس ہوتے تو کوئی چیز نہ آتی تو آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بڑی

پریشان ہوگئیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی کوئی بڑی خاص دعوت کرتی ہیں ہمارے ہاں آتے ہیں تو کوئی چیز نہیں ہوتی ہم اس طرح کی دعوت نہیں کرسکتیں پھر حضور کی توجہ وہ نہیں ہوتی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہوتی ہے تو حضور ﷺ کے سامنے مطالبہ یہ رکھا کہ صحابہ کو حکم دیں کہ تم نے تحفے ہدیے مجھے دینے ہیں میں جہاں بھی ہوں عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا کیوں انتظار کرتے ہو۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا ان کی مرضی، ان کا انتخاب، جہاں بھیجیں، جب بھیجیں میں کیوں پابند کروں۔ اب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیئے تو حضور ﷺ کو ہیں لیکن صحابہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا کیوں انتظار ہے ان کے مکان میں کیوں بھیجتے ہیں ان کی باری والے دن کیوں بھیجتے ہیں مکان کا بھی تعین ہے، دن کا بھی تعین ہے۔ کیوں! اس لیے کہ وہ نبی پاک ﷺ کی محبوب بیوی ہیں جب وہاں تحفے ہدیے پہنچیں گے اور وہ ٹھاٹھ سے حضور ﷺ کی دعوت کریں گی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش ہوں گی تو حضور ﷺ خوش ہوجائیں گے جب حضور ﷺ خوش ہوئے تو اللہ راضی ہوجائے گا۔

عَنْ عُرْوَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ. فَقُلْنَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ وَاللهِ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَإِنَّا نُرِيْدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيْدُهُ عَائِشَةُ فَمُرِي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْمُرَ النَّاسَ أَنْ يُّهْدُوْا إِلَيْهِ حَيْثُ مَا كَانَ أَوْ حَيْثُ مَا دَارَ. قَالَتْ: فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: فَأَعْرَضَ عَنِّي. فَلَمَّا عَادَ إِلَيَّ ذَكَرْتُ لَهٗ ذَاكَ فَأَعْرَضَ عَنِّي. فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ذَكَرْتُ لَهٗ. فَقَالَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِيْنِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهٗ وَاللهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا۔

ترجمہ: حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے بھیجنے میں عائشہ

رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری سوکنیں سب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا: اللہ کی قسم لوگ جان بوجھ کر اپنے تحفے اس دن بھیجتے ہیں جس دن عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی ہے، ہم بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اپنے لیے فائدہ چاہتی ہیں، اس لیے تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ آپ لوگوں کو فرما دیں کہ میں جس بھی بیوی کے پاس رہوں جس کی بھی باری ہو اسی گھر میں تحفے بھیج دیا کرو۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کی، آپ نے کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے دوبارہ عرض کیا تب بھی جواب نہ دیا، پھر تیسری بار عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھ کو نہ ستاؤ۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ہاں ان کے لحاف میں وحی نازل ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 3775، صحیح مسلم: 6289)

تو جس طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی میں نبی پاک ﷺ کی خوشنودی سمجھتے، نبی پاک ﷺ کی خوشنودی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سمجھتے۔ ہم بھی اسی طرح سمجھتے ہیں کہ جب ہم غوثِ پاک رضی اللہ عنہ یا دوسرے اولیاء کی بارگاہ میں یہ نذرانے، تحفے پیش کریں گے تو وہ راضی ہو جائیں گے وہ راضی ہوئے تو نبی پاک ﷺ راضی ہو جائیں گے اور نبی پاک ﷺ راضی ہوئے تو اللہ پاک راضی ہو جائے گا۔

باقی رہا یہ کہ وہ کھاتے ہیں کہ نہیں، وہ تو مزار میں ہیں۔ مزار میں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کھاتے نہیں البتہ وہ جنّت کے کھانے کھاتے ہیں دنیا کے کھانے نہیں کھاتے۔ ہم ثواب پہنچاتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے کہ وہ یہ گوشت کھاتے ہیں البتہ اتنا ضرور ہم کہہ سکتے ہیں جو مزار میں ہوتے ہیں وہ کھاتے بھی ہیں اور کوئی بھوکا محتاج فقیر منگتا بن کے چلا جائے تو مزار کے اندر سے ان کو بھی کھانے کے لیے دے دیتے ہیں اور جب یہ پارٹی بھوکی ہو تو پھر ان کا دماغ

درست ہو جاتا ہے پھر مزاروں پہ جاتے بھی ہیں اور مزار والوں سے مانگتے بھی ہیں اور ماتھا بھی ٹیکتے ہیں۔

حضرت ام میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار سے انگوروں کا ملنا:

سید احمد بریلوی جو مولوی اسماعیل دہلوی کا پیرومرشد ہے اور وہابیت کا بانی ہے اس کا بھانجا محمد علی شاہ کہتا ہے کہ ہم مقامِ سرف میں گئے رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی کوئی ہوٹل وغیرہ نہیں تھا، کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب نہ تھی اور بھوک نے ہمیں بڑا ستایا ہوا تھا تو میں وہاں سرکار ﷺ کی بیوی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار پہ حاضر ہوا اور وہاں عرض کیا۔اماں آج ہم آپ کے مہمان ہیں یہ عرض کیا اور ماتھا مزار پہ ٹیک دیا۔ ہمارے لیے تو ہاتھ لگایا تو شرک کا مسئلہ ہے اور خود ماتھا ٹیک رہے ہیں بھوک بھی بڑی نعمت ہے انسان کا دماغ بھی درست کر دیتی ہے۔فرعونیت نکل جاتی ہے۔ ابلیسیّت نکل جاتی ہے دماغ ٹھیک ہو جاتا ہے۔تو وہاں یاد آ گیا کہ وفات پائے ہوئے کافی صدیاں بیت چکی ہیں لیکن آج بھی مہمان نوازی کر سکتی ہیں خوراک مہیا کر سکتی ہیں۔ وہاں یہ درخواست پیش کی اور پھر منگتے بن کے کاسہ پھیلا کے بیٹھ گئے۔ کہتا ہے کہ دو گچھے انگوروں کے میرے پاس آئے حالانکہ موسم ہی انگوروں کا نہیں تھا۔ میں نے ایک گچھا وہاں بیٹھ کے کھالیا باقی باہر آ کر بطورِ تبرک ساتھیوں میں بانٹ دیا تو پتہ چلا مزاروں میں ہوتے ہوئے وہ کھاتے بھی ہیں اور اگر کوئی منگتا چلا جائے تو اس پر بھی سخاوت کر دیتے ہیں کھلا بھی دیتے ہیں لیکن وہ جنّت کے رزق کھاتے ہیں دنیا کے رزق کے محتاج نہیں ہیں۔

سوال:

وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ [سورۃ النجم آیت:39]

ترجمہ: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

جب یہ ارشاد پاک ہے کہ انسان کو اپنے کیے کا بدلہ ملے گا تو پھر دعا اور جنازہ، قل خوانی، گیارہویں اور چہلم کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: ﴿وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ یہ آیت ہمارے لیے نہیں یہ اگلی امتوں کے لیے تھی ہمارے لیے آیت کون سی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ [سورۃ الطور آیت: 21]

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔

سوال: بچہ (یا بچی) پیدا ہونے کے بعد اگر اذان نہ پڑھی جائے اور بچہ فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

جواب: اذان اور تکبیر کے ساتھ جنازے کا کوئی تعلق نہیں ہے بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آ رہا ہو سر کی طرف سے نکلے۔ اگر سینہ اس کا باہر آ جائے، سینہ باہر آنے تک زندہ ہو پھر فوت ہو جائے اس کا بھی غسل اور نماز جنازہ ضروری ہے پاؤں کی طرف سے پیدا ہو۔ اگر ناف تک باہر نکل آئے اس وقت تک بچے میں سانس ہو بعد میں مر بھی جائے تو اس کو بھی غسل دو، کفن دو۔ نماز جنازہ اس کی بھی ضروری ہے اذان اور تکبیر کے ساتھ جنازے کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کی زندگی کے ساتھ معاملہ ہے اگر آدھے سے زیادہ باہر آنے تک زندگی ہے تو پھر غسل کفن اور اس کا جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔

سوال: خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: آج کل رواج یہ ہے کہ جو خودکشی کر کے مر جائے اس کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ لوگ زیادہ تعداد میں اس کے جنازے میں شامل ہوتے ہیں تو یہ ایک ترغیب والی صورت ہوگئی کہ دنیا سے بڑی دھوم دھام کے ساتھ جانا ہو تو خودکشی کر لو یہ ترغیب والی صورت ہو گئی اتنا کسی بڑے سے بڑے آدمی کا جنازہ نہیں ہوتا ہے جس طرح خودکشی کرنے والے کا جنازہ ہوا ہے یہ ترغیب والی صورت بن گئی۔

اس لئے ایسے آدمیوں کے جنازے میں چند آدمی شامل ہوں، وہ بھی غیر معروف، محلے کا امام و خطیب بھی شامل نہ ہو، معزز بزرگ لوگ بھی شامل نہ ہوں، زیادہ تعداد بھی نہ ہو صرف مسلمانی والی شرط پوری کر دی جائے اہتمام نہیں ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو کہ یہ تو جنازہ ہی خراب ہو جائے گا اگر ایسی موت مریں گے عاقبت تو ویسے خراب ہونی ہے تو دنیا سے جاتے

ہوئے بھی دھوم دھام نہ ہو وہ بڑی کسمپرسی کی حالت میں جارہا ہوتا کہ حوصلہ شکنی ہو اس طرح یہ کام نہیں کرنا کہ جنازہ ہی خراب ہو جائے۔

سوال: غائبانہ نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: سرکار دو عالم ﷺ نے صحیح روایتوں کے مطابق صرف ایک حضرت نجاشی اَصْحَمہ (نجاشی کا نام اَصْحَمہ بن اَبْجَر تھا) کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی اور کسی کی نہیں پڑھی اب دیکھنا یہ ہے کہ اور کسی سے سرکار ﷺ کو پیار نہیں تھا اور کوئی نماز کے قابل نہیں تھا باقیوں کی کیوں نہیں پڑھی اصل مسئلہ یہ تھا کہ باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان جہاں بھی شہید ہوتے تھے وہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنے والے مقامی لوگ موجود ہوتے تھے اس لیے آپ ﷺ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے لیکن نجاشی رضی اللہ عنہ جن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے وہ مکے سے جانے والے مہاجر تھے انہیں نہیں پتہ تھا کہ اب نمازِ جنازہ کا حکم نازل ہو چکا ہے اب جو مر جائے اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے اس لیے نجاشی کی نماز نہیں پڑھی جانی تھی تو نبی کریم ﷺ نے از راہِ کرم نوازی حضرت نجاشی اَصْحَمہ کی خدمات کا عملی طور پر اعتراف کرتے ہوئے فوراً صحابہ میں اس کی موت کا اعلان بھی کیا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی۔ تو یہ خصوصیت نجاشی کی ہے ورنہ نہ پہلے ایسا واقعہ ہوا ہے صحیح مستند روایات کے مطابق نہ بعد میں ہوا تو صرف نجاشی کی کیوں وہ اس لیے کہ وہاں نماز جنازہ کا رواج نہیں تھا۔ مکے سے جو گئے تھے تو وہاں نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا مدینے میں نازل ہوا اس لیے انہیں اطلاع نہیں تھی تو فارغ ہونے کے باوجود ان کی نماز جنازہ رہ جاتی اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

عَنْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ، فَهَلُمَّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ، قَالَ: فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ ". قَالَ: أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ آج حبش کے ایک مردِ صالح (نجاشی حبش کے بادشاہ) کا انتقال ہوگیا ہے۔ آؤ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے صف بندی کرلی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہم صف باندھے کھڑے تھے۔ ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ میں دوسری صف میں تھا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:1320)

اور اس کے متعلق بھی علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ عمدۃ القاری میں اور دوسرے حضرات علامہ طحاوی وغیرہ یہ تصریح کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کے لحاظ سے غائبانہ تھا سرکار ﷺ کے لحاظ سے غائبانہ نہیں تھا وہ حبشے میں ہیں آپ ﷺ یہاں ہیں ان کی چارپائی نبی کریم ﷺ کی نظر میں ہے اس لیے وہ غائبانہ جنازہ نہیں یا فرشتوں نے ان کی چارپائی کو اُٹھا کر آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا تو لوگوں کے لحاظ سے تو وہ غائبانہ ہے نگاہِ نبوت کے لحاظ سے وہ غائبانہ نہیں۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُشِفَ لِلنَّبِیِّ ﷺ عَنْ سَرِیْرِ النَّجَاشِیِّ حَتّٰی رَاٰہُ وَصَلّٰی عَلَیْہِ وَقَالَ عِمْرَانُ ابْنُ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَلَا نَظُنُّ اِلَّا اَنَّہٗ بَیْنَ یَدَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے نجاشی کی چارپائی بے حجاب کردی گئی حتیٰ کہ آپ ﷺ اسے دیکھ رہے تھے اور آپ ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی حضرت عمران بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یقین تھا کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے تھا۔

(مسند احمد رقم الحدیث:20027، صحیح ابن حبان:3102)

اگر غائبانہ نماز جنازہ سنّت ہے تو ہر صحابی جو کسی سرحد پہ شہید ہوتا آپ ﷺ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھ دیتے یہ صحابی بھی نہیں ہے صرف صحابہ کا خادم ہے صحابہ کو اپنے ہاں ٹھہرایا، مہمان بنایا تو جو صحابہ کا خادم ہے صحابہ کو اپنے ہاں ٹھہرایا، مہمان نوازی کی، حفاظت کی تو جو صحابہ کا خادم ہے اس سے اتنا پیار ہے جو مخدوم ہیں اُن سے پیار ہی کوئی نہیں وہ جب شہید ہوتے ہیں تو آپ

ﷺ ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔

سوال: قرآن وحدیث سے ثابت کریں کہ حضور ﷺ کا جنازہ پڑھا گیا ہے کہ نہیں، اگر پڑھا گیا ہے تو کس نے پڑھایا ہے؟

جواب: ہم جنازہ پڑھتے ہیں اس میں چار تکبیریں ہیں اور اس میں ثناء اور درود کے بعد مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا. وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا. وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا. وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا. اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ. وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

(مستدرک حاکم: 1357، مسند احمد: 883، سنن ابوداؤد: 3201، سنن ترمذی: 1024، سنن ابنِ ماجہ: 1498)

توجس نبی کی بخشش اُمت نے کروانی ہے پھر اس کا کلمہ پڑھنے کا کیا فائدہ۔ جس نبی کی بخشش اُمت کے ذمے ہے کہ وہ انہیں بخشوائے پھر ان کا کلمہ پڑھنے، ان کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے کا کیا فائدہ۔ پھر نبی کریم ﷺ پر دوسرا امام بن کے کھڑا ہو آپ ﷺ کی امامت ختم اب آپ ﷺ امام کے تحت آ گئے وہ آپ ﷺ کے لیے دُعا گو ہو رہا ہے یہ بھی آپ ﷺ کی شانِ رسالت کے خلاف تھا اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ھُوَ اِمَامُکُمْ حَیًّا وَّمَیِّتاً وہ ظاہری حیاتِ طیبہ میں جس طرح تمہارے امام تھے وصال کے بعد بھی اسی طرح تمہارے امام ہیں اُن کے اُوپر کوئی امام بن کے کھڑا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی بخشش اور مغفرت کی دُعا کا کوئی مطلب ہے لہٰذا دس دس کی ٹولی اندر حاضر ہوتی تھی درود وسلام پڑھتے تھے اور زیارت کر کے باہر آ جاتے تھے مرد سارے عورتیں، بچے، مہاجرین اور انصار تمام کے تمام جب زیارت سے فارغ ہو چکے اور ہر ایک نے درود وسلام پیش کرنے کا شرف حاصل کر لیا تو آخر میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر خواص نے حاضری دی اور درود وسلام پڑھا، زیارت کی اس طرح اس تقریب کا خاتمہ ہوا۔

سوال: آپ بریلوی لوگ یہ نہیں مانتے کہ حضور ﷺ کا جنازہ ہوا۔ قرآن

وحدیث سے یہ ثابت کریں؟

جواب: جب بعض حضرات نے باجماعت نمازِ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: هُوَ اِمَامُكُمْ حَيًّا وَّمَيِّتاً امام کوئی نہیں بن سکتا آپ ﷺ جس طرح ظاہری حیاتِ پاک میں امام تھے اسی طرح اب بھی امام ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد دوم)

اس لیے نہ کوئی امام بن کے کھڑا ہوا اور نہ باجماعت ایک جنازہ پڑھا جائے۔ دس دس کی ٹولی اندر حاضر ہوتی جائے وہ زیارت بھی کرتی جائے اور درود وسلام بھی پڑھتی جائے اس طریقے سے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی گئی یہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

ثُمَّ دَخَلَ النَّاسُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ اِرْسَالاً. دَخَلَ الرِّجَالُ حَتّٰى اِذَا فَرَغُوْا اُدْخِلَ النِّسَاءَ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ النِّسَاءُ اُدْخِلَ الصِّبْيَانَ وَلَمْ يَؤُمُّ النَّاسَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَحَدٌ۔

ترجمہ: پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر گروہ در گروہ درود (وسلام) پڑھتے تھے۔ پہلے مرد داخل ہوتے رہے یہاں تک کہ جب وہ ختم ہو گئے عورتیں داخل ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ جب عورتیں فارغ ہو گئیں، بچے داخل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ میں کسی نے لوگوں کی امامت نہیں کروائی۔

(سیرت ابن ھشام، 314/4، طبری، 452/2، ابن خلدون، 63/2)

سوال: ایک امام ایک ہی میت کی دو مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں پڑھا سکتا؟

جواب: اگر دوسری مرتبہ پڑھائے گا تو وہ نفل بن جائے گا کیونکہ فرض کفایہ تو پہلے ادا ہو چکا ہے دوبارہ پڑھے گا تو وہ نفل بن جائے گا تو نماز جنازہ میں نفل عبادت نہیں ہے یہ صرف فرض کفایہ ہے صرف دعا کر دے دُعا نفلی عبادت ہے یہ جائز ہے۔ سو بار کرے ہزار بار کرے ساری زندگی کرتا رہے دُعا نفلی عبادت ہے جائز ہے یہ ٹھیک ہے لیکن نماز جنازہ بار بار پڑھنا یہ ٹھیک نہیں

ہے اس لیے جو پہلے پڑھا چکا ہے اسے نہیں پڑھانی چاہیے اور جو پہلے پڑھ چکے ہیں انہیں بھی دوبارہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

سوال: قبر کو بوسہ دینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب: قبر کو بوسہ دینا جائز ہے اگر کسی بزرگ کی ہو ماں باپ کی ہو جائز ہے اور سجدہ کرنا ناجائز ہے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے مزار پاک کو بوسہ دے رہے تھے مروان جو مدینہ کا گورنر تھا وہ پاس سے گزرا تو کہا کیا کر رہے ہو تو انہوں نے فرمایا یہ بت نہیں ہے یہ رسول اللہ ﷺ کا مزار ہے تو تجھے تمیز کوئی نہیں کہ بت کیا ہوتا ہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کا مزارِ پاک کیا ہے؟ اس کی شان، مقام کیا ہے؟

پھر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهٗ اَهْلُهٗ وَلٰكِنِ ابْكُوْا عَلَيْهِ اِذَا وَلِيَهٗ غَيْرُ اَهْلِهٖ۔

دین پر اس وقت تک نہ رونا جب تک دین کے حاکم لائق ہوں، اہل ہوں۔ جب نالائق حاکم آ جائیں تو پھر دین پہ رونا تو فرمایا کہ اب دین پہ رونے کا وقت آ گیا ہے کہ تیرے جیسے نالائق اور نااہل حاکم آ گئے جنہیں یہ پتہ ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مزار کیا ہے اور بت کیا ہے۔

عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ قَالَ أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَأَخَذَ بِرَقَبَتِهٖ وَقَالَ أَتَدْرِي مَا تَصْنَعُ؟ قَالَ نَعَمْ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ أَبُوْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ إِذَا وَلِيَهٗ أَهْلُهٗ وَلٰكِنِ ابْكُوْا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَهٗ غَيْرُ أَهْلِهٖ۔

ترجمہ: حضرت داؤد بن صالح فرماتے ہیں کہ ایک دن مروان آ نکلا اور اس نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے قبرِ انور پر اپنا چہرہ رکھا ہوا تھا۔ اس نے اُسے گردن

سے پکڑ لیا اور کہا تم جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں اور اپنا رخ اس کی طرف کیا تو وہ حضرت سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں اور میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک اہل لوگوں کے ہاتھ میں دین رہے گا تو دین پر مت رونا لیکن جب وہ نا اہلوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا تو دین پر رونا۔

(مسند احمد رقم الحدیث:23648، مستدرک حاکم:8749)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے وصال شریف کے بعد مدینہ پاک چھوڑ کے ملک شام چلے گئے کہ میں محبوب پاک ﷺ والی خالی جگہیں دیکھ ہی نہیں سکتا، برداشت ہی نہیں کر سکتا تو اس علاقے کو چھوڑ کے شام چلے گئے نبی کریم ﷺ نے خواب میں زیارت بخشی اور فرمایا بلال تُو کتنا جفا کار ہے کہ میری زیارت کو ہی نہیں آتا، میری بارگاہ میں حاضری نہیں دیتا، بلال روتے ہوئے وہاں سے دوڑے اور یہاں سرکارِ دوعالم ﷺ کے مزار پاک پہ حاضر ہوئے تو روایات میں لفظ یہ آتے ہیں۔

"جَعَلَ يُمَرِّغُ وَجْهَهُ عَلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ۔

(وفاالوفاء باخبار دار المصطفی، ج:2، ص:408)

آپ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے مزار پاک پر اپنا چہرہ ملنا شروع کر دیا مدارج النبوت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے یہ ذکر فرمایا اور کتابوں میں بھی موجود ہے تو بوسہ دینا جائز ہے لیکن سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی کا وارث ستر ہزار کلمہ پڑھ کر اس کو پہنچائے اگر وہ جہنمی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنتی بنا دے گا کیا اللہ تعالیٰ کو فیصلہ کرتے وقت معلوم نہیں تھا کہ اس کے وارث اس کو ستر ہزار بار کلمہ پڑھ کر ثواب پہنچا دیں گے؟

جواب: یہ کیسے لازم آیا کہ اللہ کو یہ پتہ نہیں تھا جب تک ثواب نہیں پہنچا وہ اس کا حقدار ہے کہ اسے دوزخ میں پھینکا جائے جب ثواب پہنچ گیا تو تلافی ہو گئی اب وہ اس کا حقدار ہے کہ

اسے جنت پہنچا دیا جائے۔ اللہ رب العزت نے پہلے فیصلہ کیا تھا کہ بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح کر دیا جائے آدم علیہ السلام کے جو بیٹے بیٹیاں تھے وہ آپس میں بہن بھائی تھے تو اللہ نے فیصلہ فرمایا تھا کہ ان کا آپس میں نکاح کر دیا کرو پھر جب نسل پھیل گئی تو پھر فیصلہ کر دیا کہ بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح نہیں ہونا چاہیے تو آپ کیا کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ پہلے بے علم تھا اس لیے بہن بھائیوں کا نکاح جائز ہے پہلے تو دو بہنیں ایک شخص کے نکاح میں آ سکتی تھیں۔

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ [سورۃ النساء آیت:23]

ترجمہ: اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا۔

ایک خاوند اور دونوں بہنیں اس کی بیویاں تو وہ آپس میں سوکنیں بھی ہو گئیں بہنیں بھی ہو گئیں یہ جائز تھا بعد میں منسوخ کر دیا پھر کیا خیال ہے پہلا فیصلہ اللہ کا نہیں تھا وہ آپ کا تھا؟ وہ بھی فیصلہ اللہ کا تھا پچھلا بھی اللہ کا تھا اللہ رب العزت حکمتوں کے تحت فیصلوں میں تبدیلی کرتا رہتا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا

ترجمہ: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔ [سورۃ البقرہ آیت:106]

کیا نسخ اسلام میں نہیں ہے تورات والے احکام اب آپ پر لاگو ہیں یا تبدیل ہو گئے ہیں جب تبدیل ہو گئے ہیں تو وہ فیصلہ تمہارا تھا یا اللہ کا تھا وہ بھی اللہ کا فیصلہ اب تبدیلی وہ بھی اللہ کا فیصلہ ہے تو پہلے فیصلے کو کیا اللہ بدل نہیں سکتا اسے یہ اختیار نہیں۔

سوال: کیا حضور ﷺ کی قبر مبارک پر فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں۔

جواب: ثواب پیش کرنا جائز ہے نبی کریم ﷺ کو ثواب پیش کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جو درود ہم پڑھتے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے درجات کی بلندی کے لیے ہی ہم اللہ رب العزت کے حضور عرض کرتے ہیں۔ تو اگر آپ ﷺ کے ثواب میں اضافے کے لیے قرآن شریف پڑھ کے کلمہ پڑھ کر اس کا ثواب پیش کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے اور جہاں بھی ثواب پیش کیا جاتا ہے سب سے پہلے حضور ﷺ کی بارگاہ میں وہ تحفہ پیش کیا جاتا ہے پھر آپ ﷺ کے

طفیل خلفائے راشدین، ازواجِ مطہرات، اہلِ بیتِ کرام، صحابہ کرام، اولیائے کرام سب امتِ مسلمہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لیے ثواب پیش کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

سوال: کیا عورت قبروں کی زیارت کرسکتی ہے؟

جواب: رونے پیٹنے کے لیے جائے، ماتم کے لیے جائے تو پھر ناجائز ہے خاوند ساتھ ہو محرم ساتھ ہو سادہ کپڑوں میں جائے پردے کے ساتھ جائے وہاں روئے پیٹے نہیں تو پھر جائز ہے ورنہ ناجائز ہے عارضی لحاظ سے غیر محرم کے ساتھ کسی بھی سفر میں جانا ناجائز ہے بازار میں جائے بغیر خاوند کے جائز ہے بغیر محرم کے بازار میں بھی جائے تو ناجائز ہے لوگ بازاروں کا تو کوئی نہیں پوچھتے۔ صرف مزاروں کا ہی پوچھتے ہیں انہیں مزار والوں سے زیادہ خطرہ ہے بنسبت بازار والوں سے۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ محدثین میں سے اور امام طحطاوی علیہ الرحمۃ فقہاء میں سے اور دیگر فقہاء یہ تصریح فرماتے ہیں کہ پہلے عورتوں مردوں سب کا قبرستان جانا ممنوع تھا۔ سرکار ﷺ فرماتے ہیں کُنْتُ نَهَیْتُكُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا اب میں حکم دیتا ہوں فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں اب یہ جو علت بیان کی گئی ہے کہ قبروں کی زیارت موت کو یاد دلاتی ہے یہ علت عورتوں کو قبرستان جانے کی اجازت دیتی ہے کہ نہیں دیتی۔ کیا عورتوں کو موت یاد نہیں آنی چاہیے اُلٹا اُن کو موت یاد دلانے کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ساری آمدنی تو انہی پر خرچ ہوتی ہے اپنی آرائش وزیبائش پر ساری آمدنی کا تو وہی بیڑا غرق کرتی ہیں ان کو اگر موت یاد آئے تو ہوسکتا ہے مرد کو بھی سکھ کا سانس لینا نصیب ہوجائے تو اس لیے سرکار ﷺ فرماتے ہیں فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ. تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیوں! اس لیے کہ قبروں کی زیارت موت کی یاد دلاتی ہے تو موت یاد کرنا جس طرح مردوں کے لیے ضروری ہے عورتوں کے لیے زیادہ ضروری ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ. فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا تو اب ان کی زیارت کرو۔
اس لیے کہ یہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(سنن ابنِ ماجہ: 1571، صحیح مسلم: 2260)

نبی کریم ﷺ کا قبر پہ رونے والی عورت کو نصیحت فرمانا: بخاری علیہ الرحمۃ نے زیارۃ النساء کا مستقل باب قائم کیا ہے اور حدیث یہ نقل کی ہے کہ ایک عورت قبر پہ کھڑی رو رہی تھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰی صبر وہی ہے جو پہلی مرتبہ تکلیف پہنچے، تو کیا جائے۔ جو رو دھو کے تھک کے چپ کرے وہ تو جانور بھی کر جاتے ہیں وہ مومن کا کوئی کمال نہیں ہے۔ وہ غم والم کی وجہ سے دیوانی بنی ہوئی تھی کہتی ہے۔

إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي۔

دُور ہٹو تمہیں کیا پتہ میں کتنی مصیبت زدہ ہوں تمہیں ایسی مصیبت پہنچتی تو پتہ چلتا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا تُو جانتی ہے کہ تُو بات کس سے کر رہی ہے تجھے پتہ نہیں یہ کون ہستی ہے جس کے ساتھ تُو نے بات کی ہے کہا نہیں مجھے تو کوئی پتہ نہیں تو کہا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اللہ کے محبوب ہیں تُو گستاخانہ لہجے میں بات کر رہی ہے وہ رونے لگ گئی حضور ﷺ کی بارگاہ میں دوڑی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے پتہ نہیں چلا میں گستاخی کر بیٹھی خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے پھر بھی فرمایا اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰی صبر وہی ہے جو پہلی مرتبہ تکلیف پہنچے تو کیا جائے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تُو قبرستان آئی کیوں ہے تُو قبر پہ کھڑی کیوں ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ جو چیز منع تھی اس سے روک دیا کہ صبر کرو بے صبری نہ کرو۔ اگر قبر کی زیارت عورت کے لیے منع ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے تُو کیوں آئی ہے قبرستان میں آنا تو تیرے لیے جائز ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے منع نہیں کیا تو اس سے پتہ چلا کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ . قَالَ: " مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ ، فَقَالَ: اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي، قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ. فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی جاؤ جی پرے ہٹو۔ یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان نہ سکی تھی۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو اب وہ (گھبرا کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔ (معاف فرمائیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:1283، صحیح مسلم:2149)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پہ حاضری دینا:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پہ حاضری دیتی تھیں اب ان سے بڑھ کر کوئی پردے دار عورت ہو سکتی ہے کوئی شرم وحیا کا مجسمہ ہو سکتا ہے لیکن ہر جمعہ کو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پہ حاضری دیتی ہیں۔

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُ قَبْرَ حَمْزَةَ كُلَّ جُمُعَةٍ۔

ترجمہ: امام جعفر الصادق اپنے والد گرامی امام محمد الباقر سے روایت کرتے ہیں کہ

اُنہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھیں۔ (أخرجه عبد الرزاق في المصنف، 3 / 572، الرقم: 6713، والبيهقي في السنن الكبري، 131/4، الرقم: 7208)

اِسے امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پوچھتی ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اگر میں قبروں کی زیارت کروں تو کیا پڑھوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ کہا کرو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ تو آپ ﷺ نے طریقہ بتایا کہ پڑھنا کیا ہے۔ آپ ﷺ فرمادیتے تیرے لیے تو قبروں کی زیارت جائز ہی نہیں ہے تُو وظائف پوچھ رہی ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ. وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ. وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 2256، سنن نسائی: 2039)

ترجمہ: ''اے ان گھروں والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو۔ ہم میں سے آگے جانے والوں اور پیچھے رہنے والوں پر خدا سلامتی فرمائے اور خدا نے چاہا تو ہم بھی جلد ہی تمہیں ملنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب حجرہ پاک میں داخل ہوتی تھیں تو کہتی تھیں کہ ایک میرے خاوند اور دوسرے میرے باپ ہیں پھر پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے خدا کی قسم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے اچھی طرح پردہ کیے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی تو ام المومنین قبروں کی زیارت کر رہی ہیں کہ نہیں۔ سرکار ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت بغیر پردے کے مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو زیارت نہیں چھوڑی لیکن پردے کے ساتھ زیارت کے

لیے جاتی ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَأَبِي فَأَضَعُ ثَوْبِي . وَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي . فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُهُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي . حَيَاءً مِنْ عُمَرَ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے کمرے میں داخل ہو جاتی تھی جس میں نبی کریم ﷺ دفن تھے اور اس میں اپنا دوپٹہ اوڑھ لیتی تھی اور میں کہتی تھی یہ میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ دفن کیے گئے تو اللہ کی قسم عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے میں اپنا پردہ سخت مضبوط کیے بغیر داخل نہیں ہوتی تھی۔

(مسند احمد رقم الحدیث : 25716 ، مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح کتاب الجنائز باب زیارة القبور رقم الحدیث: 1712، مجمع الزوائد: 29/8)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی کی قبر پہ حاضری دینا:

آپ حج کے لیے گئیں تو جنّت المعلیٰ میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پہ گئیں وہاں جا کر سلام کیا اُن سے کلام کیا فرمایا:

لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ إِلَّا حَيْثُ مُتَّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ۔

بھائی اگر میں پہلے تجھے الوداع کر چکی ہوتی تو اب تیری قبر پہ الوداع کرنے نہ آتی اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی جب تُو فوت ہوا تھا تو جہاں فوت ہوا وہیں دفن کیا جاتا تیرے جسم کو اٹھا کر یہاں نہ لایا جاتا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ رضي الله عنهما قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنهما بِحُبْشِيٍّ، قَالَ: فَحُمِلَ إِلَى مَكَّةَ فَدُفِنَ فِيهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ أَتَتْ قَبْرَ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ:

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً
مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا
لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا

ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ إِلَّا حَيْثُ مُتَّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا مقام حبشی میں انتقال ہوا تو آپ کو مکہ مکرمہ لا کر دفن کیا گیا، جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی قبر پر تشریف لائیں تو (اشعار میں) فرمایا: ''ہم جذیمہ بادشاہ کے دو مصاحبوں کی طرح عرصہ دراز تک اکٹھے رہے یہاں تک کہ کہا گیا ہرگز جدا نہیں ہوں گے، پس جب جدا ہو گئے تو گویا کہ مدت دراز تک اکٹھا رہنے کے باوجود میں اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری''۔

پھر فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں وہاں ہوتی تو تمہیں وہیں دفن کراتی جہاں تمہارا انتقال ہوا اور اگر میں حاضر ہوتی تو تمہاری زیارت نہ کرتی۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 1055، مستدرک للحاکم: 6013، والہیثمی مجمع الزوائد :(3/60

سوال: کونڈوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: کونڈے جو بنائے گئے ہیں شیعہ کی طرف سے وہ تو بالکل ناجائز ہیں اس پر جو پابندیاں ہیں رات کو کھایا جائے فلاں کھائے فلاں نہ کھائے لکڑہارے والا معجزہ اوپر پڑھا جائے جس کی کوئی اصل نہیں یہ سب ناجائز ہے ایصالِ ثواب کی نیت ہو صدقہ وخیرات مقصود ہو کوئی بھی محتاج فقیر آئے اسے بھی کھلی چھٹی ہو تو بالکل جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں یہ بہانہ کہ حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات میں خوشی مناتے ہیں تو ان کی نیت ان کے ساتھ۔ وہ اپنی سزا بھگتتے رہیں گے تُو اپنی نیت سیدھی کر لے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذرانے کے طور پر یہ ثواب پیش کر دے تمام صحابہ تمام آئمہ اہلِ بیت تمام سلاسل اربعہ کے اولیاء کو پیش کر دے حضور کی تمام امت کو پیش کر دے کون سی رکاوٹ ہے اس میں۔

سوال: مزاروں پر حاضری کا کیا طریقہ ہے اور قبر کو بوسہ دینا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: عام لوگوں کی قبروں پر جانے کی نیت یہ ہو کہ ان کی زیارت کر کے عبرت حاصل کی جائے کہ یہ بھی ہم جیسے تھے آج دو گز زمین میں دفن ہیں ہمارا حال بھی یہی ہو گا تو اپنے اس انجام کو یاد کرے۔ اگر ولی ہیں تو پھر اس نیت پر جائے ثواب کا تحفہ بھی پیش کروں گا ساتھ اس نیت پہ بھی جائے کہ رب کے پیارے کی حاضری دوں گا تو اللہ راضی ہو جائے گا اور پھر ان کے وسیلے سے دعا کرے کہ اے اللہ میں تیرے پیارے کے در پہ حاضر ہوں اس کے طفیل میرے گناہ بخش، میری غلطی معاف کر، میری حاجت پوری کر یہ بھی ٹھیک ہے اور اگر یہ کہے کہ تم اللہ کے پیارے ہو میں تمہارے پاس حاضر ہوا ہوں تم دعا کرو اللہ رب العزت میری مشکل آسان کرے یہ طریقہ بھی ٹھیک ہے کیوں! اس لیے کہ قبر والے سنتے ہیں یہ دونوں طریقے جائز ہیں اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قبر والے نہیں سنتے وہ جاہل ہے احادیث کا منکر ہے، دین کا منکر ہے یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا یہ کس نے کہا ہے نویں صدی کے اس محدث نے جس نے پہلی دفعہ نبی کی احادیث سے ہندوستان کو منور کیا۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین

جو کہتا ہے کہ قبر والے نہیں سنتے ہیں وہ احادیث سے بھی جاہل ہے دین کا بھی منکر ہے جو یہ عقیدہ رکھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

انکارِ سماع بالفرض کفر نباشد در الحاد او شبہ نیست

اول تو قبر والوں کا سننے کا انکار کرنا کفر ہے اگر فرض کر لو کفر نہیں تب بھی بے دینی ضرور ہے ایسا بندہ ملحد ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے لہٰذا قبر والوں کے سننے کا انکار وہ بندہ کر سکتا ہے جو احادیث سے جاہل ہے جو دین کا منکر ہے جو ملحد اور بے دین ہے وہ انکار کر سکتا ہے اور بندہ کوئی

نہیں کر سکتا۔قاسم نانوتوی نے لکھا کہ اگر قبر والے نہ سنتے تو ہم نے قبر والوں کو سنا کے کیا کرنا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ۔

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلام ہو۔

ہندو سکھ عیسائی کہتے تم بھی پاگل تمہارا مذہب بھی پاگلوں والا، یہ سنتے نہیں تو پکار کیوں رہے ہو کس کو بلا رہے ہو، کس سے باتیں کر رہے ہو یہ قاسم نانوتوی صاحب کہتے ہیں اگر قبر والے نہ سنتے تو یہودی عیسائی سکھ ہمارے اوپر اعتراض کرتے لیکن کسی ہندو کسی سکھ کسی عیسائی نے نہ مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ تم پاگل ہو پاگلوں والا نظریہ ہے۔ نہ اسلام کے اس نظریے پر اعتراض کیا کہ قبر والوں کو سلام دینا چاہیے تو پتہ چلا صرف مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ نہیں بلکہ انسانیت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ قبریں خالی نہیں ہیں یہاں سننے سمجھنے والے موجود ہیں۔ جب انسانیت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے تو ان سے پوچھو کہ تم کہاں سے آئے ہو تمہارا کس پارٹی سے تعلق ہے ہندو سکھ عیسائی متفق ہیں کہ قبریں خالی نہیں ہیں یہاں سننے والے موجود ہیں جب انسانیت کا اجماعی عقیدہ ہے تو تم انسانیت کے خلاف کیوں جا رہے ہو مسلمانوں کے خلاف کیوں جا رہے ہو۔ لہٰذا یہ طریقہ ہے قبروں پہ جانے کا وہاں جا کر دعا وغیرہ مانگنے کا۔

بوسہ کسی بزرگ کا مزار ہو تو دینا جائز ہے لیکن خواص کو چاہیے کہ علیحدگی میں دیں عام لوگوں کے سامنے نہ دیں جو بندہ عام لوگوں کے سامنے بوسہ دے گا پھر عام لوگ دیکھیں گے تو وہ کہیں گے پھر ہمارا تو سجدہ ہونا چاہیے اتنا بڑا عالم چوم رہا ہے۔

سوال: ہر سال بابا سیدن شاہ کا عرس مبارک منعقد ہوتا ہے جس میں ایک رسم منائی جاتی ہے جس میں مرد اور عورتیں شرکت کرتے ہیں اور ناچ گانے کا اہتمام کرتے ہیں دربار شریف کے ساتھ مسجد بھی ہے عورتیں اور بچے مسجد میں جوتوں کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں ناچ گانے اور ڈھول وغیرہ کا بے دریغ استعمال ہوتا ہے جس سے مسجد کا تقدس پامال ہوتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

جواب: ہم اس کے قائل نہیں کہ وہاں ڈھول بجایا جائے عرس کا مقصد یہ ہے کہ وہاں

پڑھ کر کوئی ثواب پیش کرو۔ بزرگ کے مزار کی زیارت کرو ان کے مزار پر جو اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہوتی ہے اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ مقامِ ابراہیم کے پاس نفل پڑھنے کی حکمت کیا ہے باقی جگہ پر پڑھنے کی بجائے وہاں پڑھنے کا حکم کیوں دیا ہے اس لیے کہ جہاں اللہ کے محبوبوں کے قدم لگ جائیں وہ جگہ اللہ کی رحمت کا مرکز بن جاتی ہے وہاں اللہ کی رحمت برسات کی طرح برس رہی ہوتی ہے لہٰذا جو وہاں پر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت والی برسات سے فائدہ اُٹھا لے گا۔ اگر پتھر جو ایک بار اللہ کے پیاروں کے قدم چوم لیتا ہے وہ قیامت تک کے لیے اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا مرکز اور منبع بن جاتا ہے تو جہاں اللہ کے پیارے خود موجود ہوں تو وہاں پر اللہ کی رحمتوں کی کیا شان ہوگی۔

لیکن ادب سے جاؤ کچھ پڑھ کر انہیں پیش کرو پھر انہیں عرض کرو وہ دُعا کریں تمہارے لیے، اللہ تمہارے گناہ معاف کرے درجے بلند کرے اللہ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرو کہ ان کے صدقے ہمارے گناہ معاف کر یا ان کو کہو کہ تم دُعا کرو اللہ ہمارے بھی گناہ معاف کرے ہماری بھی بخشش کا سامان ہو جائے یہ صورت جائز ہے وہاں ناچنا گانا، ڈھول بجانا یا عورتوں اور مردوں کا اختلاط ناجائز ہے حرام ہے، ہم قطعاً اس کے قائل نہیں ہیں۔

سوال: فاتحہ خوانی کے موقع پر مولوی جو کپڑے لیتا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: ایک بندے کو آپ پانی پلاتے ہیں وہاں جہاں پانی دستیاب ہے حدیث پاک میں آتا ہے اس کا ثواب بھی غلام آزاد کرنے کے برابر ہے جہاں پانی نہ ملتا ہو وہاں تو اور زیادہ ثواب ہو گیا۔ جہاں پانی ملتا ہو وہاں ایک گلاس پانی کے پلانے پر غلام آزاد کرنے جتنا ثواب ہے ۔غلام آزاد کرنے کا ثواب کیا ہے اللہ اس کے بدلے تمہارے بدن کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے کسی مسلمان کو غلامی سے آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اُس (غلام) کے ہر عضو کے بدلے اُس (آزاد کرنے والے) کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرے گا۔ (بخاری رقم الحدیث: 2517، مسلم: 3795)

پانی جہاں عام ملتا ہے وہاں پانی پلانے پہ یہ ثواب ہے کھانا کھلانے پر اس سے زیادہ ثواب، کپڑے جو چھ ماہ تک جائیں وہ پہنانے پہ اور زیادہ ثواب مل جائے گا اس لیے تمہیں تکلیف کیا ہے تم گھر سے نہ دینا اگر کوئی دیتا ہے تو خود ثواب کماتا ہے اپنے فوت شدہ بھائی کو ثواب پہنچاتا ہے اس میں تمہیں تکلیف کیا ہے۔

ایک بادشاہ نے وزیر سے پوچھا کہ میرے ہاتھوں پہ بال کیوں نہیں۔ اس نے کہا جناب دے دے کے، تیرے ہاتھوں پہ کیوں نہیں، کہا لے لے کے، ان کے ہاتھوں پہ کیوں نہیں کہا مَل مَل کے، ویسے ہی بیٹھ کر ہاتھ نہ ملا کرو یا پھر سیدھے ہو جاؤ سنی بن جاؤ یا پھر قسمت والوں کو ملتے ہیں تو بیٹھ کر ہاتھ نہ ملا کرو۔ جلا نہ کرو۔

سوال: کیا نماز جنازہ کے بعد دُعا مانگنا جائز ہے؟

جواب: پہلی چیز تو یہ کہ اگر نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہو تو نہ مانگو اگر دُعا سے منع نہ کیا ہو تو پھر کسی مولوی کو تو حق نہیں پہنچتا کہ وہ منع کرے قرآن نے ایک قاعدہ بتایا ہے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

[سورة الحشر آیت: 7]

جس کا میرا رسول حکم دے اس کو کرو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ اگر دعا کا حکم بھی نہ ہو یا دعا سے روکا بھی نہ ہو تو پھر کر لو تو مرضی نہ کرو تو مرضی۔ رکاوٹ نہیں پابندی نہیں جو لوگ ناجائز کہتے ہیں پہلا حق ان کا یہ بنتا ہے کہ ثابت کریں کہ نبی پاک ﷺ نے روکا ہے منع کیا ہے کیونکہ قرآن بتا رہا ہے ﴿وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ جس سے میرا نبی روکے اس سے رک جاؤ تو جہاں نبی نہ روکے وہاں مولوی کو روکنے کی جرأت کیسے ہوئی وہ کیوں روکے اور اس کے

روکنے سے کیوں رکے۔ پھر نبی کریم ﷺ ترغیب دیتے ہیں لوگوں کو دعا کے لیے متوجہ کرتے ہیں کہ دعا ضرور کیا کرو کیوں! اس لیے کہ تمہاری میت قبر میں اس طرح ہے جیسے ڈوبنے والا ہے جیسے ڈوبنے والا آدمی فریادیں کرتا ہے کہ کوئی ملاح ہو کوئی تیراک ماہر ہو جو مجھے ڈوبنے سے بچائے اسی طرح قبر والا فریاد اور زاری کرتا ہے باپ بھائی ماں اولاد دوست کوئی دعا کرو میری امداد کرو مجھے غرق ہونے سے بچاؤ۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَيَّاشٍ . قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ . صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ . يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ . أَوْ أُمٍّ . أَوْ أَخٍ . أَوْ صَدِيْقٍ . فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا . وَإِنَّ اللهَ . عَزَّ وَجَلَّ . لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:8690)

قبر والا قبر میں اس طرح ہوتا ہے جیسے پانی میں ڈوبنے والا آدمی، غوطے کھانے والا آدمی ہوتا ہے جیسے وہ فریاد کرتا ہے کہ کوئی آئے مجھے غرق ہونے سے بچائے اسی طرح یہ فریاد کرتا ہے کوئی دعا کر کے مجھے اس عذاب سے بچائے باپ دعا کرے، ماں دعا کرے، بھائی دعا کرے، دوست دعا کرے۔

اِذَا دَعَا كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

جب کوئی دعا کرتا ہے تو پوری دنیا کی نعمتوں سے یہ دعا اس کو پیاری لگتی ہے تو نبی پاک ﷺ نے ترغیب دی رہنمائی کی کہ قبر والوں کی امداد کرو وہ فریادیں کر رہا ہوتا ہے قبر کا حال ہمیں تو معلوم نہیں تھا اس کی کیفیت کیا ہے تو نبی پاک ﷺ نے بتایا کہ وہ فریادیں کرتا ہے پکار رہا ہے کہ دعائیں کر کے مجھے بچاؤ، نبی پاک ﷺ نے یہ کیوں بتایا۔ کیا اس لیے بتایا کہ اسے نہ بچاؤ، خبردار دعا نہ کرنا، کہیں بچ جائے عذاب سے محفوظ ہو جائے دعا نہ کرنا بلکہ اس لیے بتایا کہ دعا کرو وہ تمہاری طرف انتظار کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے کہ کب باپ بھائی ماں یا دوست دعا کرتے ہیں

کہ میں اس عذاب سے چھٹکارا پاؤں۔ ہم جائیداد سنبھالنے کی فکر میں ہوں اور اس کو بھول جائیں تو یہ بڑی بے وفائی ہے۔ سرکار ﷺ ترغیب دیں اور فرمائیں

اَلدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللهِ بِالدُّعَاءِ۔

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دعا نازل شدہ مصیبت، اور جو ابھی نہیں نازل ہوئی ہے اس سے بچنے کا فائدہ دیتی ہے، تو اے اللہ کے بندو! تم اللہ سے برابر دعا کرتے رہو"۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: 3548، مستدرک للحاکم: 1/492، بیہقی فی القضاء والقدر: 191)

جو مصیبت آچکی ہو دعا اسے بھی ٹالتی ہے جو آنے والی ہو دعا اسے بھی ٹالتی ہے۔

قبر والا بیچارہ مصیبت میں ہے کہ نہیں اگلی حدیث سے پتہ چلا کہ وہ اتنا پریشان ہے جیسے غوطے کھانے والا پریشان ہوتا ہے تو مصیبت میں مبتلا ہے کہ نہیں اور سرکار ﷺ فرماتے ہیں کہ دعا آئی مصیبت کو ٹال دیتی ہے اور آنے والی مصیبت کو روک دیتی ہے اِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ جب سرکار ﷺ نے فرمایا تو ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ سرکار ﷺ فرماتے ہیں: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ جو اپنے بھائی کو کسی طرح بھی نفع پہنچا سکتا ہے اسے ضرور نفع پہنچانا چاہیے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، يَقُوْلُ: أَرْخَصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رُقْيَةِ الْحَيَّةِ لِبَنِي عَمْرٍو، قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: وَسَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُوْلُ: لَدَغَتْ رَجُلًا مِنَّا عَقْرَبٌ وَنَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَرْقِي، قَالَ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ۔

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اجازت دی سانپ کے لیے دم کرنے کی بنی عمرو کے لوگوں کو اور ایک شخص کو ہم میں سے بچھو نے کاٹا۔ ہم اس وقت بیٹھے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ ایک شخص بولا: یا رسول اللہ! میں دم کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو وہ پہنچادے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 5727)

اب دونوں حدیثیں ملا کر نتیجہ نکالو کیا نکلا۔

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ اَلدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ۔

جو کسی بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے وہ ضرور نفع پہنچائے تو دعا نفع پہنچاتی ہے تو نتیجہ کیا نکلا کہ دعا ضرور مانگو اور دعا کے ذریعے بھائیوں کو ضرور نفع پہنچاؤ۔ جس دین میں کتے کے ساتھ بھلا کر کے کنجری بخشی جائے تو کیا اس دین میں، ہم اپنے امتی بھائی کا بھلا مانگ کر بدعتی اور دوزخی بن جائیں گے؟

سوال: کیا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بدعت ہے؟

جواب: ان سے پوچھو بدعت سے آگے بھی چلو کیا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اگر یہ بدعت ہم نے کرلی ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ بدعت ہے ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے ہر گمراہی دوزخ میں لے جاتی ہے لہٰذا جو دعا مانگے گا وہ دوزخی بن جائے گا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ دعا مانگنے والا دوزخی بن جائے گا۔ جس دین میں کنجری کتے کو پانی پلائے، اس کی پیاس دور کرے وہ پیاسے کتے کی جان بچالے وہ تو جنت چلی جائے اللہ اس کے گناہ معاف کر کے جنت کا حقدار بنادے لیکن ہم اپنے بھائی کے لیے قرآن پڑھ کے، درود پڑھ کے، کلمہ پڑھ کے ثواب پہنچا کے بخشش کی دعا کردیں تو ہم دوزخی بن جائیں۔

یہ دین صرف کتوں کی بھلائی کے لیے آیا ہے بندوں کی بھلائی کے لیے نہیں آیا صرف کنجریوں کی بھلائی کے لیے آیا ہے نیکوں کی بھلائی کے لیے نہیں آیا کتنے افسوس کی بات ہے کہ کنجریوں کے لیے اتنی رعایت صرف کتوں کے بھلے کے ساتھ اور نبی پاک ﷺ کے غلاموں کے ساتھ بھلے سے اللہ ناراض ہو جائے دوزخ بھیج دے۔ یاد رکھو نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں:

اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ. فَأَحَبُّهُمْ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ۔

اللہ کو مخلوق ایسے پیاری ہے جس طرح تمہیں اولاد پیاری ہے اور جو اللہ کی مخلوق کا بھلا مانگتا ہے ان کو نفع پہنچاتا ہے اللہ کو وہ سب سے زیادہ پیارا لگتا ہے۔

(مسند أبی یعلی 65/6، 106، 194، رواہ الطبرانی فی الکبیر 86/10 والاوسط 356/5)

اور پھر نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں:

وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ۔

جب تک بندہ دوسروں کا بھلا مانگتا رہے اللہ رب العزت اس کا بھلا کرتا ہے اللہ رب العزت اس کی امداد کرتا ہے جب تک وہ لوگوں کی امداد کرتا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ بندے کے سر پہ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو لوگوں کے لیے دعا کرتے ہیں اپنے لیے نہیں کرتے ہیں وہ فرشتہ اس دعا پر آمین بھی کہتا ہے اور کیا کہتا ہے وَلَكَ بِمِثْلِ جس طرح تُو اس کے لیے مانگ رہا ہے میں اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں اللہ تجھے بھی ایسی چیز عطا کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کر دے، تو اللہ اس کی قیامت کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور فرمائے گا، اور جس نے کسی نادار و تنگ دست کے ساتھ آسانی و نرمی کا رویہ اپنایا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں آسانی کا رویہ اپنائے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کا

عیب چھپائے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا عیب چھپائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے"۔

(صحیح مسلم :2699 ،سنن ابنِ ماجہ :225،سنن ابو اودٔد:4946 ،سنن ترمذی :1426،مسند احمد:2/252)

فرشتہ اس لیے دعا کر رہا ہوتا ہے کہ وَلَكَ بِمِثْلِ اللہ تجھے بھی اس کی مثل عطا کرے اس لیے بعض بزرگوں نے معمول یہ بنالیا کہ ہم اپنے لیے مانگتے ہی نہیں ہیں ہم دوسرے بھائیوں کے لیے مانگتے ہیں کیوں! اس لیے کہ ہم اگر ان کے لیے مانگتے رہیں گے تو رب کا فرشتہ ہمارے لیے مانگتا رہے گا اتنی ہماری دعا ہمارے حق میں مانگی ہوئی قبول نہیں ہوگی جتنی فرشتے کی ہمارے حق میں مانگی ہوئی قبول ہوگی۔ فرشتہ معصوم ہے نوری ہے اس کی دعا یقیناً مقبول ہے تو جب وہ ہمارے لیے کہے وَلَكَ بِمِثْلِ اللہ تجھے بھی اس کی مثل عطا کرے تو پھر یقیناً وہ چیز ہمیں مل جائے گی ہماری دعا سے اسے ملے یا نہ ملے ہمیں فرشتے کی دعا سے ضرور مل جائے گی لوگوں کا بھلا مانگنا بہت بڑی عبادت ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایمان صرف کلمہ پڑھنے کا نام نہیں بلکہ

اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ ، أَوْ : بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً . أَعْلَاهَا شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنه. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نقل کیا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیاء (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:9، صحیح مسلم:153)

ایمان کے ستر سے زیادہ حصے ہیں سب سے افضل لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ہے یہ پڑھنا بھی اور

ماننا بھی۔ سب سے کم درجہ راہ سے تکلیف دہ چیزیں ہٹانا، کانٹے ہٹانا، پتھر ہٹانا، تکلیف دینے والی چیزیں ہٹانا بھی ایمان کا حصہ ہے اس راہ کے پتھر ہٹانا تو ایمان کا حصہ ہے تو جو فوت ہو گیا ہے اس غریب کے راہ سے جنت کے راستے میں جو پتھر پڑے ہیں اور اس کو آگے نہیں جانے دیتے وہ ہٹانا کیا ایمان کا حصہ نہیں ہوگا؟ اگر اس راہ سے تکلیف دہ چیزیں ہٹانا جو اس کو منزل پہ پہنچنے سے روکیں وہ ایمان کا حصہ ہے تو جنت کے راستے میں جو کانٹے اور پتھر اس کے راستے میں بکھرے پڑے ہیں وہ ہٹانا اور اس کے لیے جنت کا راستہ صاف کرنا کیا یہ ایمان کا تقاضا نہ ہوگا۔

اگر دعا نفع نہ دیتی جنازہ پڑھنے کی ضرورت کیا تھی جنازہ میں یہی کہتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ. فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا. وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا. وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا. وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا. اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِيمَانِ. وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ. وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ"

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو یوں دعا کی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا. وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا. وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا. وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا. اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِيمَانِ. وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ. وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ "اے اللہ! تو بخش دے، ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کو، ہمارے چھوٹوں اور ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں اور ہماری عورتوں کو، ہمارے حاضر اور ہمارے غائب کو، اے اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے ایمان پر زندہ رکھ، اور ہم میں سے جس کو موت دے اسے اسلام پر موت دے، اے اللہ! ہم کو تو اس کے ثواب سے محروم نہ رکھنا، اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرنا۔

(سنن ترمذی: 1024، سنن نسائی: 1985، سنن ابن ماجہ: 1498، مسند احمد: 2/368)

بخشش کی دعا ہی کرتے ہیں اگر ان دعاؤں کا فائدہ نہیں تو جنازے میں کیوں پڑھی جاتی ہیں جب ثابت ہو گیا چودہ سو سال کے اہلِ اسلام کے اجماع کا اور شریعت کے اس نمازِ جنازہ کے حکم کے ساتھ کہ دعائیں نفع دیتی ہیں پھر دعا سے روکنے کا کیا مطلب کیا کئی مرتبہ دعا مانگیں تو اللہ ناراض ہوتا ہے اللہ دعائیں مانگنے پہ ناراض نہیں ہوتا بلکہ نہ مانگنے پہ ناراض ہوتا ہے۔

مَنْ لَّمْ یَسْأَلُ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ۔

(سنن ترمذی:3373، سنن ابنِ ماجہ:3827، مسند احمد:2/443)

جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے جو تکبر اور بے پرواہی سے دعا مانگنا چھوڑ دے اللہ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھینچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔ [سورۃ الغافر آیت:60]

جو لوگ تکبر بڑائی اور غرور کی وجہ سے لاپرواہی کی وجہ سے مجھ سے سوال کرنا دعا کرنا ترک کر دیتے ہیں میں ذلت اور رسوائی کے ساتھ ان کو دوزخ کی آگ میں ڈال دوں گا ان کو ذلیل وخوار کر کے دوزخ کا ایندھن بنادوں گا اس لیے دعا مانگنا بہترین عبادت ہے

اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ" اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:3371)

یہ اللہ کی عبادت بھی ہے میت کے لیے نفع دینے والی بھی ہے اور جب میت کے لیے مانگی ہوئی مغفرت کے بدلے اللہ رب العزت تمہاری مغفرت کا بھی سامان کر دے گا اب سرکار ﷺ کا عمل میں اس بارے میں پیش کرتا ہوں۔ "البدائع والصنائع" کے اندر یہ روایت ہے "المبسوط" میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی جنازے کی دعا سے رہ گئے جب دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا لَا تُصَلِّیَ عَلَیْہِ وَالدُّعَاءَ لَہٗ نماز دوبارہ اس پر نہ پڑھو دعا مانگ سکتے ہو۔

کیوں! اس لیے کہ میں ولی اقرب ہوں میرے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اب تمہارے

لیے گنجائش نہیں۔اب دعا کر سکتے ہو اگر جنازہ کے بعد دعا نہیں تو ان کو نماز جنازہ کے بدل کے طور پر دعا کا حکم کیوں دیا۔اس سے پتہ چلا کہ سرکار ﷺ کے حکم اور فرمان سے بھی ثابت ہے کہ دعا مانگنی جائز ہے۔

حضرت طلحہ ابن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے نبی کریم ﷺ عیادت کے لیے تشریف لے گئے صورتِ حال دیکھی تو تسلی ہوگئی کہ رات نہیں نکال سکیں گے ان کو حکم دیا کہ یہ رات کو فوت ہو جائیں گے جس وقت فوت ہوں اس وقت غسل کفن کے بعد مجھے اطلاع دینا میں خود نمازِ جنازہ پڑھاؤں گا لیکن حضور کے اس غلام نے وصیت کی کہ میں آدھی رات کو فوت ہو رہا ہوں اگر نبی پاک ﷺ تشریف لے آئے تو راستے میں یہودی بستے ہیں ہو سکتا ہے تکلیف پہنچائیں اگر میری وجہ سے نبی پاک ﷺ کو تکلیف پہنچی تو میرے لیے قبر میں بھی یہ ندامت کا موجب ہوگا کہ میرے لیے نبی پاک ﷺ کو تکلیف پہنچے۔

اس لیے رات کو عرض نہیں کرنا صبح جا کر عرض کر دینا آپ دعا فرما دیں گے میرا کام بن جائے گا،رات کو غسل کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھ کے انہیں دفن کر دیا صبح جا کر نبی کریم ﷺ کو عرض کیا حضور آپ کا غلام رات کو فوت ہو گیا ہے ہم نے اس کو دفن کر دیا یہ ان کی وصیت تھی کہ رات کو سرکار ﷺ کو تکلیف نہ دینا صبح عرض کر دینا ہم اس کے مطابق آپ کو عرض کر رہے ہیں لہٰذا دعا فرما دو۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو ساتھ لے آئے اس کی قبر پر تشریف لے گئے چار تکبیر کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ کے ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ پھر آپ نے ہاتھ اُٹھائے تو دعا کیا کی:

اَللّٰهُمَّ اَلْقَ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ تَضْحَكُ إِلَيْهِ وَيَضْحَكُ إِلَيْكَ۔

(معجمِ کبیر رقم الحدیث:3473, مجمع الزوائد:4194)

خدایا طلحہ تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے یہ اس طرح تیری بارگاہ میں حاضر ہو کہ تُو اسے دیکھ کر مسکرا رہا ہو یہ تجھے دیکھ کر مسکرا رہا ہو یہ اس طرح حاضر نہ ہو کہ جس طرح مجرم حاکموں کے پاس حاضر ہوتے ہیں بلکہ ایسے حاضر ہو جیسے یار یاروں کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔یار یار کے سامنے آئے تو چہرے پہ رونق آجاتی ہے مسکراہٹ آجاتی ہے خوشیاں چہرے پہ رقص کرتی ہیں

اگر دشمن سامنے آئے تو آنکھوں سے آگ نکلنے لگ جاتی ہے ماتھے پہ بل پڑ جاتے ہیں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔

اس لیے عرض کی اس طرح نہ حاضر ہو جیسے دشمن دشمن کے پاس ہوتا ہے مجرم حاکم کے پاس حاضر ہوتا ہے بلکہ اس طرح حاضر ہو جس طرح دوست دوستوں کے پاس حاضر ہوتے ہیں ہاتھ اُٹھانا بھی ثابت، جنازے کے بعد دعا مانگنا بھی نبی پاک ﷺ کے عمل سے ثابت ہے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے یہ روایت جو میں عرض کر رہا ہوں طبرانی معجم صغیر میں موجود ہے فتح الباری شرح بخاری باب الجنائز میں موجود ہے عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجنائز میں موجود ہے اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں بھی موجود ہے۔

جب سرکار ﷺ کا اپنا عمل بھی ثابت ہے سرکار ﷺ کا حکم بھی ثابت نماز دوبارہ نہ پڑھو دعا مانگنا بھی ثابت اور عام حکم بھی ثابت کہ میت بیچارہ تمہارے انتظار میں ہے دعا کیا کرو اس کی نجات کا سامان کرو ۔ترغیب بھی آپ ﷺ دیں فائدے بھی بتائیں کہ مصیبتوں کو دعا ٹالتی ہے اور یہ بھی بتایا کہ دعا عین عبادت، روحِ عبادت اور مغزِ عبادت ہے اب جو روکتا ہے وہ نبی پاک ﷺ کا مکمل طور پر باغی ہے اور امتِ مسلمہ کا دشمن ہے۔اور سب سے بڑا کمینہ دشمن وہ ہے جو مرے ہوؤں سے دشمنی کرے۔

زندہ بندے کی دشمنی ہوتی رہتی ہے لیکن مر جائے دشمن تو اگلے دشمنی چھوڑ دیتے ہیں باز آجاتے اب مر گیا اب کیا دشمنی کرنی ہے لیکن جو مُردوں سے بھی دشمنی نہ چھوڑیں ان سے بڑا کمینہ اور دشمن کون ہو سکتا ہے۔

سوال: نمازِ جنازہ کی دو تکبیریں رہ جائیں تو مقتدی کیسے ادا کرے؟

جواب: دو امام کے ساتھ ہو گئیں ان میں پہلے ثناء پڑھے گا پھر درود پڑھے گا جو دو رہ گئی ہیں۔تیسری میں میت کے لیے دُعا کر دے گا چوتھی پہ سلام پھیر دے گا یہ تب ہے اگر مقتدی اور امام کھڑے ہوں جیسے سنی کھڑے رہتے ہیں الحمد شریف قل شریف پڑھتے ہیں اگر جلدی والی پارٹی ہو چارپائی کھینچنے کے لیے تیار کھڑے ہوں وہاں دو پر سلام پھیر دے آگے پڑھنے کی گنجائش ہی کوئی نہیں۔

سوال: کیا قبر میں عہد نامہ رکھنا جائز ہے تو کس صورت میں رکھنا جائز ہے؟

جواب: میت کے سر کے اوپر جگہ بنا دی جائے تو وہاں رکھ دیا جائے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی کہ قبر میں میرے ساتھ عہد نامہ رکھنا لہٰذا بڑے بڑے اکابر وصیت کرتے چلے آئے ہیں اس کا طریقہ یہی ہے کہ سر کی طرف اوپر جگہ بنائی جائے وہاں رکھ دیا جائے۔

سوال: میت کو قبرستان لے جاتے وقت میت کا سر کس طرف ہونا چاہیے؟

جواب: مسئلہ یہ ہے کہ سر آگے رکھنا نہ تو واجب ہے، نہ فرض ہے، نہ سنّت مؤکدہ ہے۔ آداب سے یہ ہے کہ سر آگے رکھو پاؤں پیچھے رکھو کیونکہ تمہارا اپنا تجربہ ہے کہ بس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھیں تو حال کیا ہوتا ہے اگلی سیٹ پر بیٹھیں تو حال کیا ہوتا ہے آگے دھکے کم لگتے ہیں اور پیچھے زیادہ۔ اگر سر آگے ہو، پاؤں پیچھے ہوں، پاؤں کو چلو جھٹکے لگیں لیکن سر کو تو سکون ہوگا اگر سر پیچھے ہو جائے پاؤں آگے ہو جائیں تو سر کو جھٹکے لگیں گے اس لیے میت کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے آداب سے یہ ہے کہ سر آگے رکھو اور پاؤں پیچھے رکھو۔ لیکن جہاں کعبہ کی طرف ٹانگیں ہو رہی ہوں کعبے کا ادب بھی ضروری ہے وہاں اگر چند قدم پھیر کر، لمبا چکر کاٹ کر لے جا سکتے ہیں تو ٹھیک ہے اس طرح کعبے سے اس کی ٹانگیں بھی بچا سکتے ہیں سر بھی آگے رکھ سکتے ہوں تو تھوڑی تکلیف تم کر لو۔ اگر نہیں تو پھر کعبے کے احترام کی خاطر اس کی ٹانگیں آگے کر دو سر پیچھے کر دو کیونکہ کعبے کا ادب ضروری ہے۔ نماز میں کعبے کی طرف منہ کرنا فرض ہے اس لیے جس کا گھٹنا دوہرا نہیں ہو سکتا اب وہ ٹانگیں آگے نکال لے تو اس کی مجبوری ہے کیوں! اس لیے کہ منہ کعبے کی طرف کرنا فرض ہے لیکن میت کا سر آگے رکھنا فرض، واجب یا سنّت مؤکدہ نہیں اس لیے وہاں خواہ مخواہ ٹانگیں کیوں کی جائیں۔ اس کی تو مجبوری ہے اگر منہ کعبے کی طرف نہ کیا جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کی ٹانگیں اُدھر ہوں گی۔ یہاں فرض ہے وہاں فرض نہیں ہے آداب سے ہے مگر بہتر یہ ہے کہ سر آگے ہو کعبے کی طرف ٹانگیں کرنا یہ کعبے کی بے ادبی ہے۔ اللہ کیا فرماتا ہے:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

[سورۃ الحج آیت:32]

صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں اگر وہ نشانیوں سے ہیں تو کیا اللہ کا گھر نشانیوں سے نہیں ہے۔ ﴿وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ﴾ جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے وہ مومن اور متقی ہے اور جو تعظیم نہیں کرتا وہ مومن اور متقی نہیں ہے چھوٹا دودھ پیتا بچہ ہو، وہ منہ کعبے کی طرف کر کے پیشاب کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہے۔ لیکن ماں اس کو اُٹھا کر کعبے کی طرف منہ کرا کے پیشاب کرا دے تو ماں گناہ گار ہے، بچہ تو نادان ہے لیکن یہ تو نادان نہیں۔ اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ٹانگیں کعبے کی طرف نہ کیا کرو، ٹانگیں آگے کر دیں اگر کچھ فاصلہ زیادہ طے کرنا پڑا تو وہ فاصلہ طے کر کے اس کا سر بھی آگے رکھو وہ بھی راحت میں رہے، ٹانگیں بھی کعبے کی طرف نہ ہوں تو بہتر ہے۔ نہیں تو ٹانگیں آگے کر دو سر پیچھے کر دو۔

شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر جوتا پاک ہو تو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اب جوتا پہن کر آپ مسجد داخل ہوں تو ہائے ہائے ہو جائے گی، شور مچ جائے گا کہ تم اُتار کے آ جاؤ، جوتا اُتار کر آنا ادب ہے مسجد اللہ کا گھر ہے چلو پاک ہی سہی لیکن ہے تو جوتا ہی۔ اُتار کے آؤ تو زیادہ ادب ہے اس لیے ضروری نہیں کہ ہر جائز پہ عمل کیا جائے۔ کچھ حالات کو بھی دیکھنا پڑتا ہے، مقامی تقاضوں کو بھی دیکھنا پڑتا ہے اس لیے نیا فتنہ نہ پیدا کیا جائے جو طریقہ چل رہا ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

سوال: عرس کے صرف تین دن ہوتے ہیں تو سرکارِ دو عالم ﷺ کے انتقال کے تین دن بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کی حالت واضح کریں محرم میں شادی بیاہ اور نئی چیز کے پہننے سے کیوں منع کیا جاتا ہے دلیل سے واضح کریں؟

جواب: جہاں تک سوال کا تعلق ہے معیاد بے شک مقرر ہے اگر خاوند فوت ہوتا ہے تو بیوی چار ماہ دس دن سوگ کر سکتی ہے وہ بھی یہ نہیں کہ سینہ کوبی کرے، بال نوچے، گریبان پھاڑے، سر پہ راکھ ڈالے، رانوں پہ تھپڑ مارے۔ یہ نہیں صرف آرائش و زیبائش ترک کر دے یہ جو اپنے آپ کو بنانا سنوارنا ہے یہ ترک کر دے تیل لگانا، خوشبو لگانا، کنگھی کرنا، پاؤڈر وغیرہ لگانا، نئے اعلیٰ لباس پہننا یہ ترک کر دے، سادہ میلا کچیلا لباس ہو اور تیل خوشبو وغیرہ نہ لگائے عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ بیوی چار ماہ دس دن اپنے خاوند کے لئے سوگ کر سکتی ہے اور کوئی بھی رشتے دار قریب سے

قریب تر محبوب سے محبوب تر فوت ہو تو تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں ہے۔

حتیٰ کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان فوت ہوئے تو تیسرا دن جب ختم ہونے کو تھا انہوں نے خوشبو وغیرہ منگا کے لگالی تو فرمایا سرکار دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد ہمیں خوشبوؤں کی ضرورت کوئی نہیں لیکن کوئی میری اس حالت کو دیکھ کر یہ نہ کہے کہ باپ پر سوگ تین دن سے زیادہ منا رہی ہے اور اُمت کی عورتوں کو غلط فہمی نہ ہو وہ غلط راستے پہ نہ چل پڑیں اس لئے میں خوشبو لگا کر تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ خواہ کسی کا باپ مرے تو بھی تین دن سے زیادہ سوگ نہیں منانا چاہیے۔

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، قَالَتْ: لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّأْمِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا ، وَقَالَتْ: إِنِّي كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

ترجمہ: زینب بنت ابی سلمہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر جب شام سے آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المومنین) نے تیسرے دن "صفرہ" (خوشبو) منگوا کر اپنے دونوں رخساروں اور بازوؤں پر ملا اور فرمایا کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ کوئی بھی عورت جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کے سوا کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ منائے اور شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن کرے۔ تو مجھے اس وقت اس خوشبو کے استعمال کی ضرورت نہیں تھی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:1280، صحیح مسلم:3725، ابوداود:2299، سنن ترمذی:1195)

یہ بات اپنی جگہ ہے کہ بیوی کا خاوند کے لئے چار ماہ دس دن سوگ کرنا جائز باقی کوئی بھی رشتہ ہو تو تین دن تک جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ رہ گیا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا معاملہ تو وہ شہادت پر خوشی مناتے تھے، مبارکیں دیتے تھے انہیں سوگ کرنے کی ضرورت کیا تھی اگر کسی کا بیٹا شہید ہوتا تو اُس کے باپ کو اور اگر بھائی شہید ہوتا تو اُس کے بھائی کو مبارک دی جاتی کہ تیرے بھائی کو شہادت نصیب ہوگئی تیرے بیٹے کو شہادت نصیب ہوگئی تو وہاں سوگ اس موت پر نہیں کیے جاتے تھے یہ معاملہ بھی اپنی جگہ ہے اور نبی کریم ﷺ کے فرمان پہ صحابہ کرام علیہم الرضوان عمل نہ کرتے تو اور کون کرتا تو انہوں نے بھی سوگ نہیں منایا۔

حتیٰ کہ وہ صدیق رضی اللہ عنہ جن کے دل میں نبی پاک ﷺ کے فراق کا غم اتنا تھا کہ سانس لیتے تھے تو مکان کی چھت جلنے لگ جاتی تھی اتنی کہ اندر سے وہ جلی ہوئی ہوا سانس کی صورت میں باہر نکلتی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے فراق میں آپ کا جسم پگھلتا گیا۔

(مستدرک، ج،3ص،63، اسد الغابہ لابن الاثیر ج،3ص،244)

سوا دو سال بھی پورے نہ کر سکے کہ پہلے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی ابھی زندہ تھے لیکن اس تکلیف کی وجہ سے خلافت ان کے حوالے کر دی لیکن جی کڑا (سخت) کر کے اُمت کی رہنمائی کی، رکھوالی کی اور کشتیٔ اسلام کو بھنور سے نکالا اور کنارے لگایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہی حکم دیا کہ تمہیں پتہ ہے میرا نبی پاک ﷺ کے ساتھ قلبی لگاؤ کتنا تھا لیکن میں رونے دھونے نہیں بیٹھا رہا میں نے جی کڑا کر کے دل کو تھام کے اسلام کی کشتی کو سہارا دیا اس کی ناخدائی اور ملاحی کی اور اسے کنارے لگایا تو میری موت پر تُو بھی رونے دھونے نہ لگ جانا بلکہ دل مضبوط کر کے اسلام کی سربلندی کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا۔ تو اس لئے اُن حضرات کا یہ پیشہ اور طریقہ نہیں تھا۔

اور جنہوں نے جنگیں لڑنی ہوں اور جہاد کرنے ہوں وہ اگر رونے دھونے لگ جائیں تو پھر جنگیں لڑی نہیں جا سکتیں۔ جس بندے کو پتہ ہے کہ میں مر جاؤں گا تو پیچھے میرے گھر والے تو ساری زندگی روتے ہی رہ جائیں گے وہ پھر کس دلیری کے ساتھ میدانِ جنگ میں جائے گا تو جن کو پتہ ہو کہ پچھلے صبر کریں گے اور اللہ رب العزت مجھے قبول کرے گا مجھے ابدی حیات ملے گی

خون کا قطرہ زمین پہ گرنے سے پہلے جنّت میں میری جگہ بن جائے گی اور مجھے جگہ دکھا دی جائے گی تو وہ بڑی جرأت کے ساتھ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ میدانِ جنگ کی طرف جائے گا تو اس لئے یہ جو تماشہ بنا دیا گیا ہے کہ چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ ہونے کو ہے اور ہمارا وہ غم اور ماتم ختم ہونے پہ نہیں آیا تو یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔

اور پیٹنا انہوں نے ہے، سینہ ان کا ہے، ہاتھ ان کے ہیں جتنا مرضی ہے ماریں، پیٹیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں، ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ کم از کم اتنی اصلاح تو کرلیں کہ جب شہادت ان پاک ہستیوں کی ہوئی ہے اس کے بعد شروع کریں۔ دس محرم کی ظہر کو ماتم ختم ہو جاتا ہے ٹھیک ہے یا غلط ہے۔ شام کو جو روضے بنے ہوتے ہیں، تابوت بنے ہوتے ہیں وہ اکھڑ کے دفن ہو جاتے ہیں انہیں آگ بھی لگا دی جاتی ہے وہ بھی ختم کر دیے جاتے ہیں تو مرنے کے بعد ہندو بھی اپنے میت کو روئے پیٹے گا، سکھ بھی مرنے کے بعد روئے پیٹے گا مگر یہ عجیب غم ہے کہ جب تک زندہ ہیں رویا پیٹا جا رہا ہے۔

اور جب شہید ہو گئے ہیں تو رونا پیٹنا ختم ہو گیا ہے تو یہ ان پاک ہستیوں کی زندگی پہ ماتم ہے یا ان کی شہادت پہ ماتم ہے ہمیں کوئی یہ فلسفہ سمجھائے یہ کس چیز کا ماتم ہے جب تک زندہ ہیں بڑے غم کا اظہار ہے۔ وہ شادیاں کر رہے ہیں مہندیاں لگ رہی ہیں فیروزیاں بھری جا رہی ہیں سیجیں بچھ رہی ہیں اُن کا حال یہ ہے اور یہ ماتم کیے جا رہے ہیں اور جب وہ شہید ہو گئے ہیں ان کا غم، ماتم ختم ہو جاتا ہے یہ تماشہ کیا ہے پیٹو تمہارا مذہب ہے تو اس کے مطابق عمل کرو مگر کم از کم کسی عقلمند سے مشورہ تو لے لو کہ کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے شہادت کے وقت کے بعد سے شروع کرنا چاہیے یا شہادت کے وقت پہ ختم کر دینا چاہیے جب تک وہ زندہ تھے شادیاں کر رہے تھے اس وقت پیٹتے رہنا چاہیے۔ کسی سکھ سے ہی مشورہ لے لو ہندو سے نہیں لیتے وہ زیادہ سیانے ہوتے ہیں۔ کسی سکھ سے ہی لے لو وہ سر پھرے ہوتے ہیں لیکن وہ بھی تمہیں یہ مشورہ تو نہیں دے گا کہ وفات پر غم ختم کر دو اور وفات سے پہلے شروع رکھو۔

باقی رہا ہمارا معاملہ کہ ہم بھی کوئی نیا کام ان دنوں میں نہیں کرتے ہیں تو جن کو وہ یاد تازہ ہوتی ہے ظاہر ہے ان کے ذہن پہ ایک اثر ہوتا ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ ان دنوں میں قرآن

پڑھ کے، درود پڑھ کے ان کو ثواب پہنچائیں اور جو ذرائع ہیں تو ان کو ثواب پہنچائیں تو وہ یاد ان کے ذہنوں سے مٹتی نہیں ہے اس لئے وہ ان دنوں میں گریز کرتے ہیں شرعاً ناجائز نہیں، نہ شادی کرنا، نہ عمارت بنانا، اور نہ ہی کوئی نیا کام کرنا لیکن یہ تو نہیں کہ شریعت جس سے نہ روکے آدمی خوا مخواہ اُسے کرے وہ اپنی مصلحت کو دیکھے۔ تو ان دنوں میں جن کو یہ یاد تازہ ہو جاتی ہے کہ کس طرح وہ گھر سے چلے پھر ان کے ساتھ کیسا دھوکہ ہوا کیسی فریب کاری ہوئی۔

کلمہ پڑھنے والوں نے ادھر تقاضے کر کے بلایا اور کہا تمہاری راہوں میں ہم آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں اور جب یہ مہمانانِ عزیز وہاں پہنچتے ہیں تو پھر وہی لوگ تلواریں لے کے سامنے آجاتے ہیں اور ان کو ان کے خون میں نہلا دیتے ہیں تو جن کو یہ واقعات یاد آتے ہیں وہ پھر کسی ایسے نئے کام میں دلچسپی نہیں لے سکتے ان اماموں کی یاد انہیں اس چیز کی اجازت نہیں دیتی تو وہ اس لئے نہ کریں تو معزور ہیں ہاں شریعت کی رو سے ناجائز نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ شریعت نے صرف تین دن سوگ جائز رکھا ہے اس سے زیادہ کا سوگ جائز نہیں رکھا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان

سوال: کیا گستاخانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ دنیاوی برتاؤ جائز ہے یا نہیں ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِي فَقُوْلُوْا: لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ۔

جب ان لوگوں کو دیکھو جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب کرتے ہیں تو کہو تم پر اللہ کی لعنت ہو۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِي فَقُوْلُوْا: لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا بھلا کہتے ہوں تو کہو: اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: 3866)

جن پر لعنت کرنی ضروری ہے کیا وہاں یاری دوستی قائم ہو سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

لَا تُؤَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ۔

ان بدعتی، گمراہ لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، نہ مل کر کھاؤ، نہ مل کر پیو اگر وہ مر جائیں تو نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی رشتہ داری قائم نہیں ہو سکتی ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن شریف کی روشنی میں صحابہ افضل ہیں یا اہل

بیت افضل ہیں؟

جواب:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٤﴾

ترجمہ: یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی۔ ان کے لیے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لیے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔

(سورۃ البقرۃ آیت:134)

وہ امت گزر گئی ان کے عمل ان کے کام آنے ہیں تمہارے عمل تمہارے کام آنے ہیں تجھ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے کیا کیا۔ تجھ سے یہ پوچھا جائے گا کہ تُو نے کیا کیا ہے تُو اپنے اعمال کا محاسبہ کر۔ نیکیاں کتنی ہیں بدیاں کتنی ہیں تُو کتنا افضل ہے تیری شان کتنی اعلیٰ ہے تُو اپنی بات کر۔ دوسرا اہلِ بیت کے معنیٰ میں بھی لوگوں کو مغالطہ ہے کہ کسی کی رگوں میں صرف نبی کا خون ہو اور نبیوں کی راہ پہ نہ ہو تو کیا وہ خون کام دے سکتا ہے۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ہے کیا اس کی رگوں میں نوح علیہ السلام کا خون تھا یا نہیں؟ لیکن جب ڈوبنے لگا تو نوح علیہ السلام نے عرض کیا:

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

ترجمہ: اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا۔ [سورۃ ھود آیت:45]

تیرا وعدہ ہے کہ تیری اہل کو بچاؤں گا میرا بیٹا غرق ہو رہا ہے وعدہ پورا کر۔ اللہ نے فرمایا تیری اہل سے ہے ہی نہیں۔

لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ [سورۃ ھود آیت:46]

ترجمہ: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔

یہ تیری آل سے نہیں ہے کیوں! اس لیے کہ اس کا نظریہ اور اس کا راستہ اور آپ کا نظریہ اور راستہ الگ ہے۔ اور یہ آپ کی آل ہی نہیں تو صرف خونی رشتہ آل نہیں خونی رشتہ بھی ہو

ساتھ غلامی بھی ہو اطاعت بھی ہو تو پھر آل ہے۔ پتہ چلا اصل دارومدار کس پہ ہے غلامی پر اتباع پر خونی رشتہ ہو تو نور علیٰ نور ہو گیا اگر خونی رشتہ نہ ہو اتباع کامل ہو تو

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ [سورۃ الحجرات آیت: 13]

جتنا متقی زیادہ ہو جائے گا اتنی اس کی اللہ کی بارگاہ میں قدر و قیمت زیادہ ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ بھی ذہن میں رکھو کہ کیا سسر اپنی بہو سے نکاح کر سکتا ہے داماد اپنی ساس سے نکاح کر سکتا ہے بیٹا اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہے باپ بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے جیسے باپ کے لیے بیٹی حرام، ایسے ہی سسر کے لیے بہو حرام ہے جیسے بیٹے کے لیے ماں حرام، ایسے ہی داماد کے لیے ساس حرام ہے۔ اب سسر اور ساس بھی گھرانے کا فرد بنے کہ نہیں بنے جو حکم باپ کا ہے وہ سسر کا ہے جو حکم بیٹی کا ہے وہ بہو کا ہے۔ جو بیٹے کے لیے ماں کا درجہ ہے وہی ساس کا درجہ ہے سسر اور ساس ماں کی جا بجا بنے کہ نہیں۔ داماد اولاد کی جا بجا بنا کہ نہیں تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ رشتہ سسر والا ہے کہ نہیں وہ اہلِ بیتِ مصطفیٰ ﷺ سے کیسے فارغ ہو گئے۔ اس لیے اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ سب سے اونچی شان امت میں سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے پھر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، اس کے بعد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما پھر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا مرتبہ ہے تو اہلِ بیت باقی امت سے اونچی شان والے لیکن ان تین حضرات کو نبی کریم ﷺ نے خود عزت بخشی ہے اور بیان فرمائی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاص طور پہ فرمایا:

یَا عَلِیُّ اِنَّ اَبَابَکۡرٍ وَّعُمَرَ خَیۡرٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ وَاَهۡلِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِیۡنَ اِلَّا النَّبِیّٖنَ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔

ترجمہ: اے علی! ابو بکر و عمر زمین والوں سے افضل، آسمان والوں سے افضل، پہلوں سے افضل، بعد والوں سے افضل، سوائے نبیوں اور رسولوں کے باقی سب

سے افضل ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق جلد 30، رقم الحدیث:6259)

یہ مقام ان کو خود نبی کریم ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔ کوفے کی جامع مسجد کے منبر پہ بیٹھ کر مولا علی رضی اللہ عنہ نے کیا اعلان فرمایا:

خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ . وَعُمَرُ۔

ترجمہ: اس امت میں نبی پاک ﷺ کے بعد اُونچی شان ہے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

سوال: یزید نے جب بیعت مانگی تھی تو چاروں صحابہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی اولادیں موجود تھیں یزید نے صرف حضرت علی کی اولاد سے بیعت کیوں مانگی؟

جواب: یہ آپ کو کس نے بتایا ہے کہ ان سے نہیں مانگی باقیوں سے مانگی انہوں نے کر دی چار حضرات نے نہیں کی ان کو دوبارہ اس نے کہا بیعت کرو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ ابھی زندہ ہیں جس وقت وصال ہو جائے گا باقی لوگ جعلی بیعت کریں گے میں بھی کر دوں گا آج میں کوئی بیعت نہیں کرتا جتنا مرضی آپ زور لگا لیں میں بیعت نہیں کرتا انہوں نے کہا ٹھیک ہے جو مرضی ہے کر۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بعد میں جب اکثر لوگوں نے بیعت کر لی تو انہوں نے بھی بیعت کر لی بیعت مانگی گئی کر لی امام حسین رضی اللہ عنہ سے مانگی گئی نہ پہلے کی نہ بعد میں کی۔

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نہ پہلے کی نہ بعد میں کی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے بیعت مانگی گئی نہ پہلے کی نہ بعد میں کی۔ یہ نہیں کہ مطالبہ صرف ان سے ہوا باقی جگہ سے مطالبہ نہیں ہوا مطالبہ ہوا۔ لیکن تین حضرات ڈٹ گئے امام حسین رضی اللہ عنہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے لینی نہیں اور جو مانگے گا میں بیعت کر دوں گا مجھے میرے والد نے منع کیا ہے تُو نے خلافت کے قریب نہیں جانا میں نے تو حکومت، خلافت کرنی نہیں۔ تو انہوں نے مطالبہ پورا کر دیا

باقیوں نے پورا نہیں کیا۔

اس نے پھر اپنی خباثت کا پورا اظہار کیا امام حسین رضی اللہ سے ٹکر لی آپ شہید ہو گئے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے پھر یزید تو مر گیا جہنم واصل ہو گیا بعد میں جب عبد الملک بن مروان بادشاہ بنا اس کے گورنر حجاج نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اس طریقے سے وہ بھی شہادت پا کر دنیا سے چلے گئے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ دوسروں سے اس نے مطالبہ نہیں کیا، مطالبہ کیا لیکن تین حضرات ڈٹے رہے ان کے ساتھ جو وہ کر سکتا تھا اس نے خباثت کی باقی حضرات بچے رہے۔

سوال: بوقت نکاح و رخصتی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس بائیس سال بتائی گئی ہے دوسرا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ آپ کی عمر پچیس برس سے زیادہ نہ تھی کیونکہ چالیس برس کی عمر میں طبی نقطۂ نظر سے سات یا آٹھ اولادیں ناممکن ہیں؟

جواب: اللہ کی قدرت کے سامنے یہ طب اور آپ کے فلسفے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی حتیٰ کہ مائیں آپ کہتی ہیں کہ ہم تو اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ہم سے اولاد پیدا ہو حضرت سارہ علیہا السلام نے کیا کہا:

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝

ترجمہ: کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے۔

[سورۃ ھود آیت:72]

فرشتو کیا کہتے ہو میں بچے جنوں گی مجھ سے اولاد پیدا ہو گی میں اتنی بوڑھی میری ہڈیوں میں مغز ہی نہیں میری بچہ دانی سوکھ چکی ہے کیا اب مجھ سے اولاد پیدا ہو سکتی ہے اور میرے خاوند کی سو سال سے زیادہ عمر ہو گئی ہے اس کی ہڈیوں میں مغز ہی ختم ہو گیا ہے کیا میں بچے جنوں گی۔

فرشتے کیا کہتے ہیں:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ

الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ [سورۃ ھود آیت:73]

ترجمہ: فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبھا (تعجب) کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے اس گھر والو بے شک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

تم تعجب کر رہی ہو تم نبی کے گھرانے کی فرد ہو حضرت خلیل کی اہل بیت ہو اور تم اللہ کی قدرت پہ تعجب کر رہی ہو تم تو بیٹے پہ حیران ہو رہی ہو ہم تو یہ بھی کہنے آئے ہیں کہ تُو پوتا بھی گود میں کھلائے گی تُو پوتا بھی گودی میں لے گی ہم اس کی بشارت بھی دینے آئے ہیں تو جب ماں خود کہہ رہی ہے کہ میں اولاد کے قابل نہیں ہوں اور اللہ اُس وقت بچہ دے رہا ہے پھر بچہ ہی نہیں دے رہا بلکہ پوتا بھی وہ اپنی گودی میں کھلا رہی ہیں اس لئے یہ کہنا کہ طبی نقطۂ نظر سے تیری طب کا اللہ پابند نہیں ہے وہ اپنی قدرتیں دکھاتا رہتا ہے طبی نقطۂ نظر سے باپ کے بغیر ماں سے بچہ ہو سکتا ہے بتا تیری طب کیا کہتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس سے پیدا ہوئے حضرت مریم علیہا السلام سے کیا اکیلی ماں سے کوئی بچہ پیدا ہو سکتا ہے طب کیا کہتی ہے باپ ماں کا نطفہ ملے بغیر بچہ ہو سکتا ہے؟ باپ بھی نہ ہو ماں بھی نہ ہو پھر بچہ ہو جائے طب کہتی ہے اس طرح ناممکن ہے حضرت آدم علیہ السلام کا باپ کون ہے؟ ماں کون ہے؟ طب کیا کہتی ہے پسلی سے انسان پیدا ہو سکتا ہے۔

حضرت حوا کس سے پیدا ہوئیں کسی نطفے سے نہیں پیدا ہوئیں آپ کا باپ کوئی نہیں ماں کوئی نہیں حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئیں بتا تیری طب کیا کہتی ہے فلسفی کہتا ہے ایک سو بیس سال طبعی عمر ہے ایک سو بیس سال پہ بندہ اپنے آپ مر جاتا ہے مگر یہ جھوٹ ہے حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان سے قبل نو سو پچاس سال تو تبلیغ کی ہے اگر چالیس سال کے بعد بھی اعلانِ نبوت کیا ہو تو دس سال کم ہزار سال طوفان سے پہلے اور اس کے بعد بھی تین سو سال تک زندہ رہے تو بارہ سو سال اُن کی عمر بنتی ہے یا تیرہ سو سال اور تیرا فلسفہ اور طب کہتی ہے کہ ایک سو بیس سال سے آگے آدمی جا ہی نہیں سکتا اس لئے یہ طب وغیرہ اللہ رب العزت کی قدرت کے سامنے بیکار ہوتی ہے۔

ہمارے مہر غلام دستگیر صاحب ساٹھ سال کی ان کی امی جان تھیں تب یہ پیدا ہوئے بچپن

سال میں عورت کا خون بند ہو جاتا ہے پچپن سال کی عمر میں عورت کا رحم سے خون آنا بند ہو جاتا ہے وہ سن ایاس کو پہنچ جاتی ہے مگر حضور پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں پیدا ہوئے ہیں اور تمہارے سامنے موجود ہیں مدرسہ بنایا ہوا ہے اور کتنے کاروبار کر رہے ہیں اس لئے طب بیچاری وہاں دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

جہاں نبی کی نگاہ ہو جاتی ہے یا ولی کی نگاہ ہو جاتی ہے یا اللہ اپنی قدرت کے کرشمے دکھانا چاہتا ہے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال ہے اور آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کوئی بیس سال کے قریب رہی ہیں کیونکہ ہجرت سے دو یا تین سال پہلے آپ کا وصال ہوا تو سرکار دو عالم ﷺ کی پچیس سال عمر تھی پندرہ سال وہ ہوئے پھر تین سال پہلے تو دس سال یہ ہوئے تو پچیس سال نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہی ہیں۔

تو اس طرح یہ سات اولادیں اگر سال سال میں بھی پیدا ہوتی جائیں تو چالیس اور سات سینتالیس ہو گئے تو پچپن سال میں سن ایاس کو جا کے رحم سے خون آنا بند ہو جاتا ہے تو پندرہ سال کا پیریڈ اس کے لئے چاہیے تو بچہ سال بعد بھی پیدا ہو سکتا ہے تو سات اولادیں تو سینتالیس سال تک پیدا ہو سکتی ہیں اس کے بعد بھی سات آٹھ سال مز[illegible] بچے پیدا ہونے کی گنجائش ہے تیری طب کیسے کہتی ہے کہ نہیں ہو سکتے۔

شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کی تحقیق:

رہ گیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو حدیث کی کتابوں میں صراحت موجود ہے کہ سات سال کی تھیں۔ تو نکاح ہوا۔ نو سال کی تھیں تو شادی ہوئی بخاری شریف کے اندر موجود ہے مدینہ پاک میں آنے پر چونکہ پانی بدل گیا ہوا بدل گئی سارے حضرات بیمار ہو گئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اتنی بیمار ہوئیں کہ سر کے بال جھڑ گئے جب پھر دوبارہ صحت یاب ہوئیں اور سر پہ بال اُگے ذرا بال نظر آنے لگ گئے تو یہ بچوں کے ساتھ لکڑی پر کھیل رہی تھیں میڑھی لکڑی ہوتی ہے ایک بچہ اُدھر بیٹھ گیا ایک اِدھر بیٹھ گیا اس نے دبایا تو یہ سر اُٹھ گیا اِس نے دبایا تو وہ سر اُٹھ گیا اس طرح مقابلہ شروع تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح کھیل رہی تھیں امی جان آئیں انہوں نے پکڑ لیا گھر لے گئیں غسل دیا نئے کپڑے پہنائے اور ام المومنین

بنا کے نبی پاک ﷺ کے گھر بھیج دیا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: " تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ، فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِي فَوَفَى جُمَيْمَةً فَأَتَتْنِي أُمِّي أُمُّ رُومَانَ وَإِنِّي لَفِي أُرْجُوحَةٍ وَمَعِي صَوَاحِبُ لِي فَصَرَخَتْ بِي، فَأَتَيْتُهَا لَا أَدْرِي مَا تُرِيدُ بِي، فَأَخَذَتْ بِيَدِي حَتَّى أَوْقَفَتْنِي عَلَى بَابِ الدَّارِ وَإِنِّي لَأُنْهِجُ حَتَّى سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِي، ثُمَّ أَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ مَاءٍ فَمَسَحَتْ بِهِ وَجْهِي وَرَأْسِي، ثُمَّ أَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ، فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ، فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِي فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى، فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح جب ہوا تو میری عمر چھ سال کی تھی، پھر ہم مدینہ (ہجرت کر کے) آئے اور بنی حارث بن خزرج کے یہاں قیام کیا۔ یہاں آ کر مجھے بخار چڑھا اور اس کی وجہ سے میرے بال گرنے لگے۔ پھر مونڈھوں تک خوب بال ہو گئے پھر ایک دن میری والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں۔ اس وقت میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی انہوں نے مجھے پکارا تو میں حاضر ہو گئی۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ ان کا کیا ارادہ ہے۔ آخر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھر کے دروازہ کے پاس کھڑا کر دیا اور میرا سانس پھولا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں جب مجھے کچھ سکون ہوا تو انہوں نے تھوڑا سا پانی لے کر میرے منہ اور سر پر پھیرا۔ پھر گھر کے اندر مجھے لے

گئیں۔ وہاں انصار کی چند عورتیں موجود تھیں، جنہوں نے مجھے دیکھ کر دعا دی کہ خیر و برکت اور اچھا نصیب لے کر آئی ہو۔ میری ماں نے مجھے انہیں کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے میری آرائش کی۔ اس کے بعد دن چڑھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا میری عمر اس وقت نو سال تھی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 3894، 3896، 5133، 5134، 5156، 5158، 5160، صحیح مسلم: 3479، 3480، 3481)

بخاری جیسی کتاب کے اندر یہ حدیث صحیح موجود ہے تو پھر اس کے مقابلے میں اٹکل پچو سے کام لینا کہ چونکہ ایوب خان نے کہا ہے اٹھارہ سال سے قبل کی بچی کا نکاح نہیں ہو سکتا لہٰذا ایوب خان سے بھی بڑھ کے آگے انہوں نے مزید چار سال کا اضافہ کر دیا کہ بائیس سال سے پہلے شادی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ کہاں کا قاعدہ ہے کہ اٹھارہ سال، بیس سال، یا بائیس سال سے پہلے شادی نہیں ہونی چاہیے اسلام میں کوئی پابندی نہیں جب بچی بالغ ہو جائے فوراً شادی کر دو اور بالغ بچی نو سال کی بھی ہو سکتی ہے دس گیارہ سال کی بھی ہو سکتی ہے پندرہ تو آخری حد ہے لڑکے کی بلوغت یا لڑکی کی بلوغت کے لئے پندرہ سال عمر آخری حد ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے قمری سال معتبر ہیں:

یہ شاہ صاحب کی توجہ کے لئے ہے کیونکہ آپ کو قانونی نقطے پیش آتے رہتے ہوں گے اسلامی نقطۂ نظر سے سال قمری معتبر ہیں پندرہ سال قمری ہیں شمسی نہیں ہیں عیسوی نہیں ہجری سال ہیں اور یہ پندرہ سال ہوں تو عیسوی چودہ سال سات مہینے بنتے ہیں تو گویا اس طرح پانچ مہینے کی گنجائش نکل آئی ہے تو جو بچے بالغ ہو جاتے ہیں اور ماں باپ کے لئے ان بچیوں کا بٹھانا بڑا پریشان کن ہوتا ہے ایک لمحے کے لئے بھی وہ برداشت نہیں کرتے تو ان کے لئے پانچ ماہ کی مہلت اچھی خاصی مہلت ہے تو عمر کے لحاظ سے چودہ سال سات ماہ عیسوی میں بھی بچی بالغ ہو جاتی ہے تو بلوغت کے بعد نکاح میں کیا حرج ہے بلوغت سے پہلے بھی اگر بدن توانا ہو اور فربہ، موٹا ہو پھر بھی شادی ہو سکتی ہے اسلام میں یہ کوئی پابندی نہیں ہے۔

حضرت عمرو ابنِ عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ ابنِ عمرو ہیں باپ بیٹے میں گیارہ سال کا فرق ہے تو گویا دس سال کے تھے کہ شادی ہوگئی گیارہویں سال میں باپ بن گئے۔

(تذکرۃ الحفاظ: ج1ص 35-34)

اٹھارہ سالہ نانی:

(امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ عباد بن عباد المہلبی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:
أَدْرَكْتُ فِيْنَا يَعْنِي الْمَهَالِبَةَ امْرَأَةً صَارَتْ جَدَّةً وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِ عَشْرَةَ سَنَةً ، وَلَدَتْ لِتِسْعِ سِنِيْنَ ابْنَةً. فَوَلَدَتِ ابْنَتُهَا لِتِسْعِ سِنِيْنَ. فَصَارَتْ هِيَ جَدَّةً وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِ عَشْرَةَ سَنَةً۔ (سنن الدار قطنی: ج4ص 502، 3881)

میں نے اپنوں یعنی مہالبہ میں ایک عورت کو پایا جو کہ اٹھارہ سال کی عمر میں نانی بن چکی تھی۔ نو سال کی عمر میں اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ تو اسکی بیٹی بھی نو سال کی عمر میں ماں بن گئی۔ اس طرح وہ اٹھارہ سال کی عمر میں نانی بن گئی)

عرب کا مزاج کچھ اور ہے آپ کا مزاج کچھ اور ہے عرب میں ہر بندہ دو دو، تین تین ،چار چار شادیاں کرتا ہے آپ دو بھی نہیں کر سکتے اوّل تو بیوی نہیں مانے گی وہ مان بھی جائے تو آپ نباہ نہیں سکو گے مگر وہاں بیوی مجبور کرتی ہے خاوند کو میری سہیلی لے آمیں اکیلی نہیں گزارہ کر سکتی تو وہاں ہر بندہ دو تین شادیاں لازمًا کرتا ہے وہاں کی آب و ہوا کی تاثیر ہی ایسی ہے تو اس لئے عرب کے مزاج کو تو اپنے مزاج پہ قیاس نہ کر اور بخاری شریف جیسی حدیث کی صحیح کتابوں کے مقابلے میں اپنے اٹکل پچو سے کام لینے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا ہے۔

سوال: حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو لڑائی ہوئی اس کی وجہ بیان فرمائیں اس لڑائی میں غلط فہمی کی وجہ کون سی تھی اور جو لوگ اس جنگ میں مارے گئے ان کا انجام کیا ہوا؟

جواب: غلط فہمی کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا جوان مدینہ میں ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں قرآن پڑھتے ہوئے شہید کر دیے جائیں اگر حضرت علی رضی

اللہ عنہ دخل دیتے تو یہ قتل تک نوبت نہ پہنچتی اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے پرواہی کا دخل ہے اور جو مالک ابنِ اُشتر وغیرہ اُدھر محاصرے میں پیش پیش تھے وہی حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی کمانڈر رہتے تھے تو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے میں پیش پیش ہوں وہی پھر حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کے لشکر کے کمانڈر بن جائیں تو پھر مغالطہ لگنا چاہیے کہ نہیں۔ یہ غلط فہمی ہونی چاہیے کہ نہیں کہ علی پاک رضی اللہ عنہ کا دخل نہ ہوتا تو عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہ ہوتے۔ (سید شریف رضی-نہج البلاغہ- خط نمبر 58)

تھوڑا اُوپر چلے جائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام طُور پہ چلّہ کاٹنے اور اللہ سے تورات لینے گئے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کے گئے۔ پیچھے سامری نے بچھڑا بنایا قوم کو کہا کہ یہ تمہارا خدا ہے موسیٰ بھول کے طُور پہ چلے گئے ہیں لہٰذا تم اس کی پوجا پاٹ کرو، قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور دیکھا کہ قوم بچھڑے کو پوج رہی ہے تو انہوں نے اپنے بڑے بھائی اور نبی حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا:

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ [سورۃ طٰہٰ آیت:94]

ترجمہ: اے میرے ماں جائے! نہ میری ڈاڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال۔

او میرے بھائی میرے سر کے بال چھوڑ، میری داڑھی کے بال چھوڑ۔ ہارون علیہ السلام بڑے بھائی ہیں دونوں نبی ہیں اور ایک نبی دوسرے نبی کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کے گھسیٹ رہا ہے کس خیال پر کہ تُو موجود تھا میں تمہیں خلیفہ بنا کے گیا تیرے ہوتے ہوئے یہ شرک کیوں ہوا ہے تیری کمزوری ہے، تیری سستی ہے، تیری لاپرواہی ہے اس وجہ سے یہ شرک ہو رہا ہے اگر موسیٰ علیہ السلام پیغمبر کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ میرے بھائی ہارون علیہ السلام کی سستی کی وجہ سے یہ شرک شروع ہوا ہے اور وہ اپنے بھائی کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کے گھسیٹ سکتے ہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سامنے بیٹھے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہرِ مدینہ میں موجود ہونے کے باوجود یہ غلطی لگ سکتی ہے کہ نہیں لگ سکتی۔ یہ غلط فہمی کی اصل وجہ تھی اگر پیغمبر ہو کر اُن میں یہ غلط فہمیاں ہو سکتی ہیں یہ مرتبہ پیغمبری پر تو نہیں ہیں اُمتی ہیں

لہٰذا غلط فہمی کی بناء پر نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اصل سبب بن رہی ہے۔

حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی جو جنگ جمل ہوئی اس میں بھی یہی غلط فہمی کارفرما ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو جنگیں ہو رہی ہیں ان کے اندر بھی یہی غلط فہمی کارفرما ہے۔ حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کی اپنی مجبوری کہ اٹھارہ ہزار آدمی بلوائی تھے محاصرہ کرنے والے تھے یکدم سب کے خلاف کاروائی کیسے کرتے۔ ان کی اپنی مجبوری لیکن وہ لوگ سوچتے ہیں کہ اگلا خلیفہ بھی تو برحق خلیفہ تھا اس کی جان کی حفاظت بھی ضروری تھی اس کا تعاون بھی ضروری تھا وہ کیوں نہیں کیا گیا اس لحاظ سے یہ اختلاف ان میں پیدا ہو گیا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے بتلادیا کہ یہ کفر واسلام کی جنگ نہیں تھی یہ ذاتیات کی وجہ سے جنگ نہیں تھی بلکہ یہ صرف غلط فہمی کی وجہ سے جنگ تھی تو آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی جب اُن میں صلح ہو گئی تو اب ہمیں ان لڑائیوں کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی لڑائیاں چھیڑنے کی تو ضرورت ہم محسوس کرتے ہیں کیا ہمیں ان کی صلح کی ضرورت نہیں؟ تو جب ان کی آپس میں صلح ہو گئی تو ہمیں اس کو مدنظر رکھنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ رہ گیا یہ معاملہ کہ جو درمیان میں قتل ہوئے ان کا معاملہ کیا ہوا۔ ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دونوں فریق جنتی ہیں نبی کریم ﷺ کو پتہ ہے میرے بعد صحابہ میں اختلاف ہوگا لڑائیاں ہوں گی اللہ سے عرض کرنا چاہا کہ میری امت میں لڑائی نہ ہو، اختلافات نہ ہوں۔ اللہ نے فرمایا محبوب وہ تو میرا حتمی فیصلہ ہے لڑائیاں تو ہوں گی لیکن میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ دونوں فریق کو جنت عطا کردوں گا اس لیے وہ دونوں فریق جنتی ہیں۔ کیوں! اس لیے کہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مارے جارہے ہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (جو خلیفہ برحق ہیں) کے خون کے بدلے کی نیت سے لڑائی کر رہے تھے لہٰذا وہ بھی ایک جائز مطالبے کے تحت جان دے رہے ہیں وہ بھی حق پر ہیں اور جو مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑ کر مارے جارہے ہیں اور جو موجودہ خلیفے برحق ہیں ان کی اعانت میں اپنی جان قربان کر رہے ہیں لہٰذا وہ بھی حق پہ ہیں وہ بھی جنتی ہیں۔ (ابن عساکر 139/59)

سوال: بارہ اماموں کے نام بتا دیں؟

جواب: اگر نام نہ آئیں تو پھر کیا ہوگا ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چالیس ہزار کم وبیش پیغمبر ہیں ان میں سے آپ چالیس کے نام مجھے بتلا دیں اگر نام نہ آئیں تو ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا صرف اتنا عقیدہ رکھو کہ جتنے اللہ کے نبی ہیں سب برحق ہیں ہم انہیں مانتے ہیں اسی طرح یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ کی طرف سے جتنے امام ہیں وہ سب برحق ہیں ہمارا ان پہ ایمان ہے اتنا ہی مان لو کافی ہے اگر خواہ مخواہ نام ہی سننے ہیں تو حضرت علی، امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی ، امام علی نقی، امام حسن عسکری اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہم ہیں۔ باقی یہ بات یاد رہے کہ ہمارے نزدیک بارہ بھی امام ہیں۔ یہ نہیں کہ بارہ ہی امام ہیں یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے زمیندار لوگ کہتے ہیں کہ

(روندی یاراں نوں لے لے ناں بھراواں دا)

وہ ان اماموں کی بات نہیں کرتے ہیں وہ اور اماموں کی بات کرتے ہیں۔

وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا [سورۃ المائدۃ آیت:12]

ترجمہ: اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے۔

یہودیوں کے بارہ گروہ تھے ہر ایک کا ایک ایک سردار تھا تو ذہن میں وہ نام رکھتے ہیں ادھر بارہ اور لے لیتے ہیں اصل چکر، بے ایمانی اس میں یہ ہے ورنہ یہ بتاؤ کہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ 265ھ میں انتقال فرما گئے اب 1427ھ جا رہا ہے تو تقریباً پونے بارہ صدیاں، پونے بارہ سو سال گزر رہے ہیں ان میں ایک بندہ بھی نبی کریم ﷺ کی اولاد سے کامل کوئی نہیں نکلا تو جن کی اولاد میں ترقی کا حال یہ ہے کامل بننے کا حال یہ ہے روحانی رفعت کا حال یہ ہے وہ باہر کیا رنگ چڑھائیں گے اور باہر والے لوگوں کو کیا کامل کریں گے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [سورۃ آل عمران آیت:31]

ترجمہ: اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو

جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اے محبوب اعلان کر دو کہ جب تک میری غلامی کا طوق گلے میں نہیں ڈالو گے تو جتنی بھی اللہ کی محبت ظاہر کرو ہر دن روزہ رکھو ہر رات قیام میں گزارو، ساری جائیداد سونا، چاندی وغیرہ صدقہ کر دو اللہ تمہارا محب ہونا بھی قبول نہیں کرے گا لیکن اگر میری غلامی کا طوق گلے میں ڈال لو گے تو پھر اللہ رب العزت صرف تمہارا محب ہونا ہی قبول نہیں کرے گا بلکہ خود تمہارا محب بن جائے گا اور تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ کوئی بھی کسی قوم، کسی خاندان، کسی قبیلہ اور کسی بھی علاقہ سے تعلق رکھے لیکن نبی کریم ﷺ کی غلامی کا پٹا اس کے گلے میں ہو اللہ اسے محبوب بنا لے گا۔ اللہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ قریشی ہے کہ نہیں، یہ سید ہے کہ نہیں، یہ نواب ہے کہ نہیں، رئیس ہے کہ نہیں، مغل ،خان ہے کہ نہیں، وہ موچی ہو، نائی ہو، آرائیں ہو یا قصائی ہو کوئی بھی ہو وہ دیکھتا صرف یہ ہے کہ میرے یار کی غلامی کا پٹا اس کے گلے میں ہے کہ نہیں۔

اگر ہے تو وہ اسے محبوب بنا لیتا ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ میری اتباع کرتے جاؤ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا جہاں غیر آئیں غلامی کا طوق گلے میں ڈالیں تو محبوبِ خدا بن جائیں تو پھر نبی پاک ﷺ کی آل ہو اور شریعت کی پابند بھی ہو تو پھر وہ کیوں نہ امام بنے وہ کیوں نہ غوث بنے، قطب بنے اور وہ کیوں نہ اللہ کے محبوب اور ولی بنیں۔ ہم غوث پاک رضی اللہ عنہ کو کیوں نہ امام مانیں، حسنی حسینی سید بھی ہیں اور وقت کے غوثِ اعظم ہیں اور حضرت مہدی کے ظہور تک قطبیتِ کبریٰ کا تاج بھی ان کے سر پر ہے اور سینکڑوں بندے ان کی محفل میں یہودیت اور عیسائیت سے توبہ کرتے۔ شرابی، زانی اور بدمعاش لوگ بدمعاشیوں سے توبہ کرتے اور کامل ولی بن جاتے۔ ہم اس غوث کو کیوں نہ اپنا امام تسلیم کریں۔ خواجہ ہند حسنی سید ہیں ہندوستان میں نذرانے وصول کرنے نہیں آئے تھے دینِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن کرنے آئے تھے یہاں تو ہندو مت ہیں بتوں کی پوجا ہے وہ آئے تو کس لیے، اسلام کی شمع روشن کرنے کے لیے۔ آئے تو اکیلے لیکن گئے تو نوے لاکھ کو کلمہ پڑھا کے گئے، بتوں سے ہٹا کے ربِّ واحد کی بارگاہ میں جھکا کے گئے اور ان کے گلے سے زنار اُتروا کے نبی پاک ﷺ کی غلامی کا طوق ان کے گلے میں ڈال

کے گئے اس خواجہ ہند کو کیوں نہ ہم اپنا امام تسلیم کریں۔

دجال قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر نظر کسی اور پر نہ پڑی اگر پڑی تو غوث کے لاڈلے پر پڑی۔ پیر سیال کے لاڈلے پیر مہر علی شاہ پر پڑی کہ تم مقابلہ کرو۔ اہل حدیث تھے یا دیوبندی تھے سب نے آپ کا انتخاب کیا کہ یہ جواب دے سکتے ہیں اور پھر یہ حسنی حسینی سید میدان میں آیا مگر مرزا کو قادیان سے باہر قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کہا پیر صاحب گولڑوی کے ساتھ پٹھان ہیں وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اگر تُو نبی ہے تو تیرے ساتھ اللہ کے فرشتے ہوتے پھر پشاور کے پٹھان غالب ہوتے یا اللہ کے فرشتے غالب ہوتے۔ پشاور کے پٹھانوں سے ڈر گیا تو پھر رب کے فرشتے تیرے ساتھ نہیں تھے اگر نبی ہوتا تو تیرے ساتھ فرشتے ہوتے۔

بغیر نقطوں کے تفسیر:

مرزا نے ایک اور شوشہ چھوڑا کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر تم بھی لکھو، میں بھی لکھتا ہوں۔ عربی میں لکھو لیکن عربی میں ایسے الفاظ ہوں جن پر نقطہ کوئی نہ ہو، لفظ اللہ پر نقطہ کوئی نہیں، محمد ﷺ کے لفظ پہ نقطہ کوئی نہیں، احمد کے لفظ پہ نقطہ کوئی نہیں۔ اس طرح تفسیر عربی میں لکھو ثالث مقرر کر لیں گے فیصلہ تمہارے حق میں ہو گیا تم سچے اور میں جھوٹا، میرے حق میں ہو گیا تو میں سچا اور تم جھوٹے۔ آپ نے فرمایا ابوالفضل فیضی نے پورے قرآن کی تفسیر عربی میں لکھی ہے جس پر نقطہ کوئی نہیں [1] "تفسیر سواطع الالہام؛ ابوالفضل فیضی" کی ایک سو چودہ سورتیں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں کی تفسیر بے نقط الفاظ میں لکھ دی ہے۔

---

[1] غیر منقوط کتب: (1) ہادی عالم اردو میں سب سے پہلے سیرت نبوی پر غیر منقوط سیرت کی کتاب مولانا ولی رازی نے لکھی ہے۔ سیرت کی اس کتاب میں کہیں بھی کوئی نقطہ نہیں ہے۔ سب الفاظ ایسے استعمال کیے گئے ہیں جن میں نقطہ نہیں آتا۔ (2) صل علی محمد، صائم چشتی کی نعتیہ شاعری کی کتاب۔ (3) غیر منقوط ترجمہ قرآن ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ۔ (4) سواطع الالہام، ابوالفضل فیضی کی تفسیر 6 جلدیں طبع لکھنؤ (ھدیۃ العارفین) (5) موارد الکلم ابوالفضل فیضی اخلاق میں ایک غیر منقوط رسالہ (ھدیۃ العارفین)۔ (6) تفسیر سورۃ الفاتحۃ تالیف علی ابن محمد الحزوری الشافعی مفتی آمدی المتوفی 1210ھ۔ (ایضاح المکنون)۔ (7) شرح الفاتحہ الماردینی، عبد السلام بن السید عمر بن محمد الحنفی الماردینی المفتی (ھدیۃ العارفین)۔ (8) در الاسرار فی تفسیر القرآن، سید محمود بن محمد الدمشقی المعروف بابن حمزۃ دمشق الحنفی (ایضاح المکنون)۔ (9) دیوان شعر تجلی الردوی محمود چلپی بن عبداللہ القسطنطینی الردوی الحنفی (ھدیۃ العارفین)۔

تُو سات آیتوں والی سورت کی بات کرتا ہے اگر سات آیتوں کی تفسیر بے نقط لکھنے والا نبی ہو سکتا ہے پھر ایک سو چودہ سورتوں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں کی تفسیر بے نقط لفظوں کے ساتھ لکھنے والا تو خدا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ یہ کون سی بات ہے آ سامنے کاغذ قلم دوات تُو بھی رکھ دے اور میں بھی رکھ دیتا ہوں تُو اپنی قلم سے کہہ وہ تیرے کاغذ پہ لکھے اور میں اپنی قلم کو کہوں گا وہ میرے کاغذ پہ لکھے جس کی قلم لکھے وہ سچا اور جس کی قلم نہ لکھے وہ جھوٹا ہوگا۔

یہ گولڑے شریف کی کسی کتاب میں نہیں ہے یہ حضور پیر جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ملفوظات کی کتاب ہے اس میں میں نے پڑھا آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرحمۃ نے یہ دعویٰ کیا کہ کاغذ قلم دوات تُو بھی رکھ دے میں بھی رکھ دیتا ہوں تُو اپنی قلم کو کہہ تیرے کاغذ پہ لکھے اور میں اپنی قلم کو کہوں گا وہ میرے کاغذ پہ لکھے جس کی قلم لکھے وہ سچا

= (10) قصیدہ نعتیہ منطق الرؤوی مصطفیٰ بن احمد المشہور المنطقی (ھدیۃ العارفین)۔ (11) شرح علی قصی مؤلف: احمد بن محمد بن عمر، ابن خضر (خزانۃ التراث-فہرس مخطوطات)۔ (12) تفسیر سورۃ الکوثر مؤلف: زین العابدین افندی، رومی (خزانۃ التراث-فہرس مخطوطات)۔ (13) طرح الدرر لحل اللآلیٔ والدرر الشربینی: یوسف بن محمد بن عبدالجواد بن خضر۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے زمانے میں دو بھائی تھے ایک کا نام ابوالفضل اور دوسرے کا نام فیضی، تھا دونوں اپنے وقت کے بڑے عالم تھے، ان کے علم کا یہ حال تھا کہ انہوں نے عربی زبان میں قرآن مجید کی ایک بے نقط تفسیر لکھی، یعنی اس تفسیر میں با، تا، ثا، جیم، خا، ذال، زا، شین، غین، نون وغیرہ میں سے کوئی حرف بھی کہیں استعمال نہیں ہوا، انہوں نے اس تفسیر کا نام "سواطع الالہام" رکھا، اس نام میں بھی نقطہ نہیں ہے، ابوالفضل بڑا تھا، اس کے سامنے اگر کوئی چیز دو مرتبہ پڑھ دی جاتی تھی تو اسے زبانی یاد ہو جاتی تھی، اور فیضی چھوٹا تھا اس کے سامنے اگر کوئی چیز ایک مرتبہ پڑھ دی جاتی تھی تو اسے زبانی یاد ہو جاتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت کے شعراء کے ناک میں دم کر رکھا تھا، جب کوئی شاعر بادشاہ کی منقبت لکھ کر لاتا تو بادشاہ اسے دربار میں کہتا کہ اپنا کلام پیش کرو، وہ کھڑے ہو کر پڑھتا تو فیضی کو وہ منقبت یاد ہو جاتی اور وہ اٹھ کر کہتا: بادشاہ سلامت یہ تو میرا کلام ہے، بادشاہ کہتا کہ اگر یہ تیرا کلام ہے تو پھر سناؤ، وہ کھڑے ہو کر پوری منقبت سنا دیتا، اب جب یہ سناتا تو دو دفعہ ہو جاتا، اس کے بعد بڑا بھائی بھی کھڑے ہو کر کہتا: بادشاہ سلامت! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میرے بھائی کا کلام ہے اور پھر وہ بھی سنا دیتا تھا، اندازہ کریں کہ وہ کتنے ذہین تھے، ان کے پاس اتنا علم تھا مگر اللہ رب العزت کے یہاں ان کی قبولیت نہ ہوئی اور فقط درباری ملاں بن کر رہ گئے، یہی دو بھائی تھے جنہوں نے وقت کے بادشاہ کو فتویٰ دیا تھا کہ اس کے لیے تعظیمی سجدہ کرنا جائز ہے، امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی مخالفت انہی دونوں بھائیوں نے کی اور ان کو جیل میں بھی انہی دونوں نے پہنچایا۔ یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ دونوں وقت کے مجدد کے دشمن بن گئے تھے۔ نوٹ: ابوالفضل فیضی کا تعلق اہل تشیع سے تھا۔

اور جس کی نہ لکھے وہ جھوٹا ہوگا لیکن مرزا کو نبی کے لاڈلے کا یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی میدان میں نہ آسکا تو پھر اس مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کو ہم اپنا امام کیوں نہ تسلیم کریں جو جھوٹے نبی کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے اور اس کا کذاب ہونا، دجال ہونا لوگوں پہ ظاہر اور واضح کر رہا ہے اس لیے ہمارا عقیدہ کیا ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نُور کا
تُو ہے عینِ نُور تیرا سب گھرانہ نُور کا

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وصال کس طرح ہوا؟

جواب: آپ بیمار رہیں نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے آپ کا آخری وقت تھا آپ رو رہی تھیں کہ اللہ مجھ سے جواب طلبی کرے گا میری زندگی میں کوئی کمی بیشی ہوئی ہو پتہ نہیں کیا بنے گا اس طرح کے خیالات ہیں رو رہی ہیں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے انہوں نے تسلی دی اماں گھبرانے کی ضرورت کیا ہے آپ نبی پاک ﷺ کی بیوی ہیں آپ کو نبی پاک ﷺ والی جنت ملے گی آنکھیں بند کرنے کی دیر ہے آپ سیدھا نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گی۔ پریشان ہونے کی ضرورت کیا ہے۔

آپ کا وصال طبعی موت سے ہوا، کئی دن بیمار رہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان پوچھتے رہے اور پھر آپ کے حکم سے آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ یہ روایت گھڑی گئی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا تھا اُوپر تنکے رکھے آپ وہاں سے گزرنے لگیں تو کنوئیں میں گر گئیں اور فوت ہو گئیں یہ بکواس ہے جھوٹ ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ سفید جھوٹ ہے لیکن میرے نزدیک اس سے بڑا سیاہ جھوٹ ہے ہی کوئی نہیں۔

عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ. قَالَ: اسْتَأْذَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَ مَوْتِهَا عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ مَغْلُوبَةٌ. قَالَتْ: "أَخْشَى أَنْ يُثْنِيَ عَلَيَّ". فَقِيْلَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمِنْ وُجُوْهِ الْمُسْلِمِيْنَ. قَالَتْ: اِئْذَنُوْا لَهُ. فَقَالَ: كَيْفَ

تَجِدِينَكِ؟ قَالَتْ: بِخَيْرٍ إِنِ اتَّقَيْتُ. قَالَ: فَأَنْتِ بِخَيْرٍ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ زَوْجَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَلَمْ يَنْكِحْ بِكْرًا غَيْرَكِ. وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ. وَدَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ خِلَافَهُ. فَقَالَتْ: دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَثْنَى عَلَيَّ. وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نِسْيًا مَنْسِيًّا۔

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تھوڑی دیر پہلے، جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ میری تعریف نہ کرنے لگیں۔ کسی نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور خود بھی عزت دار ہیں (اس لیے آپ کو اجازت دے دینی چاہیے) اس پر انہوں نے کہا کہ پھر انہیں اندر بلا لو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اللہ کے نزدیک اچھی ہوں تو سب اچھا ہی اچھا ہے۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان شاء اللہ آپ اچھی ہی رہیں گی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور آپ کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا اور آپ کی براءت (قرآن مجید میں) آسمان سے نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ابھی ابن عباس آئے تھے اور میری تعریف کی، میں تو چاہتی ہوں کہ کاش میں ایک بھولی بسری گمنام ہوتی۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: 4753)

میلاد النبی ﷺ

سوال: کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جلوس نکالا۔ ثابت کریں؟

جواب: یہ ڈیرہ اسماعیل خان جا کر مولوی فضل الرحمٰن سے پوچھ تو بھی جلوس نکالتا ہے تیرا باپ بھی جلوس نکالتا تھا نصف صدی سے زیادہ عرصہ تمہیں ہو گیا کیا نبی پاک ﷺ نے یہ جلوس نکالا ہے اپنے بڑوں سے نہیں پوچھتے ہو ہم سے کیوں پوچھتے ہو وہاں حکومت کی طرف سے چالیس ہزار روپیہ ملتا ہے جہاں سے پیسہ ملے وہاں جلوس جائز جہاں اپنی جیب سے خرچ کرنا پڑے وہاں ناجائز، چنیوٹ میں ناجائز، ربوے میں جائز، دریا کے ایک کنارے جائز اور دوسرے کنارے ناجائز، دریا، بھکر ناجائز اور ڈیرہ اسماعیل خان میں جائز شریعت کا مسئلہ دریا سے آگے نکلے تو پھر بدل جاتا ہے مشرقی کنارے ہو تو حرام اور مغربی کنارے چلا جائے تو پھر حلال ہو جاتا ہے شریعت تبدیل ہو جاتی ہے دوسرے کنارے جلوس نکالنا اگر ناجائز ہے تو بڑوں سے پوچھو اگر ان کے لیے جائز ہے تو پھر ہمارے لیے بھی جائز ہے ہم پر فتوے کیوں لگاتے ہو۔

رہ گیا یہ مسئلہ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جلوس نکالا یا نہیں نکالا انہوں نے نکالا تو ہے لیکن تمہیں اللہ نے اندھا کر دیا ہے تمہیں نظر نہیں آتا۔ نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کے مدینہ پاک آئے مرد اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے بچے اور جوان گلیوں میں دوڑ رہے ہیں۔

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ . وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطَّرِيْقِ يُنَادُوْنَ : يَا مُحَمَّدُ . يَا رَسُوْلَ اللهِ . يَا مُحَمَّدُ . يَا رَسُوْلَ اللهِ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:7522)

گلیوں میں دوڑنے کا کیا مطلب ہے چھتوں پہ چڑھنے کا کیا مطلب ہے نبی پاک ﷺ کے پاس آ کر کیوں نہیں بیٹھ گئے چھتوں پہ چڑھنا گلیوں میں دوڑنا جلوس ہے کہ نہیں۔ سند جلوس کی سامنے آ گئی خوشی کے موقع پر جلوس نکالنا جائز ہے جب نبی پاک ﷺ مدینہ پہنچے تو پتہ لگ رہا ہے کہ جلوس نکلا ہوا ہے مرد عورتیں چھتوں پہ چڑھے ہوئے ہیں بچے جوان گلیوں میں دوڑ رہے ہیں

لیکن کیا نبی پاک ﷺ نے منع کیا ہے پتہ چلا نبی پاک ﷺ نے منع نہیں کیا۔ جب آپ ﷺ کے سامنے جلوس نکل رہا ہے آپ نے منع نہیں کیا تمہاری شریعت الگ ہے یا تم شریعت کے مالک ہو نبی پاک ﷺ منع نہیں کرتے تمہیں جرأت کیسے ہوئی منع کرنے کی۔ رہ گیا مسئلہ کہ انہوں نے ہجرت پہ جلوس نکالا ہے اور تم ولادت پہ نکالتے ہو جب جلوس نکالنا ثابت ہو گیا ہے خوشی کا اظہار کرنا جائز ثابت ہو گیا انہوں نے ہجرت کر کے مدینے آنے کی خوشی منائی ہم نبی پاک ﷺ کے دنیا پہ آنے کی خوشی مناتے ہیں اُن کے لیے وہ نعمت ہمارے لیے یہ نعمت اگر نبی پاک ﷺ دنیا پر نہ آتے تو ہمیں قرآن کہاں سے ملتا اسلام کہاں سے ملتا ایمان کہاں سے ملتا اس لیے خوشی مناتے ہیں۔

سوال: میلاد کا جلوس صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، امام اعظم، مولوی احمد رضا، خواجہ قمر الدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے نہیں نکالا تو پھر تم کیوں نکالتے ہو؟

جواب: چلو نکالا نہیں لیکن کیا فتویٰ لگایا کہ یہ شرک ہے، حرام ہے، بدعت ہے ایک آدمی چیز جائز سمجھتا ہے لیکن کرتا نہیں۔ میں تہجد کو قابلِ ثواب سمجھتا ہوں لیکن پڑھتا نہیں تو کیا مطلب ہے میں نہ پڑھوں تو ناجائز ہو گا اس لیے عمل کرنا اور چیز ہے ناجائز سمجھنا اور چیز ہے تم خواجہ قمر الدین علیہ الرحمۃ کے اتنے متبع ہو تو پھر خواجہ قمر الدین علیہ الرحمۃ نے جائز سمجھا ہے تو تم بھی جائز سمجھو۔ حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے زمانے میں دار العلوم کے طلباء سیال شریف کے صاحبزادگان، سیال شریف کی عوام سیال شریف میں جلوس نکالتے تھے اور آپ کی اجازت سے نکالتے تھے پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ان کے نزدیک جلوس ناجائز ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے جلوس نہیں نکالا تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے بہرحال نکالیں یا نہ نکالیں یہ الگ مسئلہ ہے سوال ہے کہ جائز ہے یا ناجائز ہے جو تم نے جشن منایا ہے یہ صحابہ نے کسی جگہ منایا ہے تابعین نے تبع تابعین نے صد سالہ ڈیڑھ صد سالہ یہ جشن منائے؟ تم خود کرو تو عین اسلام بن جاتا ہے ہم اسی طرح کا کریں تو وہ خلاف اسلام ہو جاتا ہے تم نے کیوں جلوس نکالا، کیوں جشن منایا کہ دار العلوم وہ مدرسہ ہے کہ جہاں قرآن پڑھایا جاتا ہے تفسیر پڑھائی جاتی ہے حدیث پڑھائی جاتی ہے دین پڑھایا جاتا ہے جن دیواروں کے اندر دین پڑھایا جائے ان کی عظمت تو

ہے لیکن دین والے کی آمد کی عظمت ہی کوئی نہیں۔ جس مسجد سے دین شروع ہوا ہے اس مسجد کی بھی عظمت کوئی نہیں۔ مسجد نبوی کا جشن کیوں نہیں منایا گیا پہلے وہ چودہ سو سالہ جشن مناتے پھر دیوبند کا مناتے جب وہ صحابہ نے نہیں منایا تابعین نے نہیں منایا تبع تابعین نے نہیں منایا تم اپنے دیوبند کا کیوں مناتے ہو۔ اس کا مطلب ہے تم دیوبند کو اس مسجد سے جو مرکزِ ہدایت ہے اس سے زیادہ اہمیت دیتے ہو اگر ان کے نہ منانے کے باوجود تمہارا جشن منانا جائز ہے تو پھر سرکار ﷺ کے صحابہ نہ منائیں، تابعین نہ منائیں، امام اعظم نہ منائیں تب بھی ہمارے لیے جائز ہے۔

ان پڑھے لکھے جاہلوں سے پوچھو کہ احکام کی اقسام کتنی ہیں فرض واجب، سنت، مستحب، مباح، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی اور حرام آٹھ اقسام ہیں ایک چیز فرض بھی نہیں، واجب بھی نہیں، سنت بھی نہیں تو وہ حرام کیسے ہوسکتی ہے پچھلے درجے کس طرف گئے مستحب بھی رہ گیا، مباح بھی چھوٹ گیا مکروہ تنزیہی بھی جائز کی قسم ہے انہوں نے سب سے چھلانگ لگا کر آگے نکل کر حرام کا اور کفر کا فتویٰ دے دیا۔ کتابیں پڑھاتے ہوئے ان کا دین اور ہوتا ہے اور جب عوام کے سامنے آئیں اس وقت ان کا دین اور ہوتا ہے اس وقت علم کو وہاں ہی چھوڑ کے آتے ہیں یہاں جہالت کے پتلے بن کر تمہارے سامنے آتے ہیں۔ کسی چیز کا سنت ہونا اور بات ہے کارِ ثواب، جائز یا مباح ہونا اور بات ہے، ہم جلوس نکالنے کو مستحب سمجھتے ہیں فرض یا واجب نہیں سمجھتے، سنت نہیں سمجھتے ہیں مستحب ہونے کے لیے سند چاہیے تو سند موجود ہے نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ کے اندر تشریف لے آئے۔ مدینے والوں کے لیے عید بنی کہ رب کا محبوب ہمارا مہمان بن گیا ہے پھر مدینے والوں نے کیا کیا مسلم شریف اُٹھا کے دیکھو باب الہجرت میں ہے۔

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَ تَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ. يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. يَا مُحَمَّدُ. يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 2009، کتاب الزہد)

مرد اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے، بچے جوان گلیوں میں دوڑنے لگے تو کیا پکار رہے ہیں یا مُحَمَّدُ. یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. یا مُحَمَّدُ. یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ان کو خوشی ہے نبی پاک ﷺ کے مدینے

آنے کی، ہمیں خوشی ہے نبی پاک ﷺ کے دنیا پہ قدم ٹکانے کی۔ انہوں نے اس لیے جلوس نکالا کہ رب کا پیارا ہمارے گھر آیا، ہماری بستی میں آیا۔ ہم اس لیے خوشی مناتے ہیں کہ رب کا یار دنیا میں قدم ٹکا کے ہماری ہدایت کا سامان فرما گیا، ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا گیا، جنّت کے قابل بنا گیا، ہمیں دینِ اسلام دے گیا، ہمیں قرآن دے گیا اور ہمیں بتوں سے ہٹا کے ربِّ واحد کے آگے جھکا گیا اس رنگ میں ہم نبی پاک ﷺ کی آمد کا شکریہ اَدا کرتے ہیں۔

صلوٰۃ وسلام کا کے مسائل

سوال: آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام سدرہ سے اُترنے کا ارادہ فرمائیں تو نبی کریم علیہ السلام محسوس فرمالیتے ہیں فضائل درود شریف میں ہے کہ درود شریف فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے آپ ﷺ کی قوتِ سماعت اس قدر قوی ہے تو اس حدیثِ پاک کا کیا مطلب ہوگا؟

جواب: آپ نے قوتِ شامہ اور سامعہ کو گڑ بڑ کر دیا ہے۔ جبریل علیہ السلام سدرہ سے اُترنے کا ارادہ فرمائیں تو نبی کریم علیہ السلام محسوس فرماتے تھے یہ میں نے قوتِ شامہ یعنی سونگھنے والی قوت کی بات کی تھی آپ نے سننے والی قوت کا سوال اُٹھا دیا ہے درود نبی کریم ﷺ تک فرشتے پہنچاتے ہیں تو تمہارے عمل بھی اللہ تک فرشتے پہنچاتے ہیں تو کیا پھر اللہ رب العزت کو فرشتوں کے بغیر پتہ نہ چلا؟ تو پھر اس کے ﴿عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کے دعوے گئے۔

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ [سورۃ التغابن آیت:4]

ترجمہ: اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ہونے کے دعوے گئے۔

ترجمہ: نہاں اور عیاں کے جاننے والے۔ [سورۃ الزمر آیت:46]

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ کے دعوے ختم۔

ترجمہ: غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

[سورۃ النمل:65]

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وغیرہ کے امتیازات ختم۔

ترجمہ: اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔

[سورۃ الانعام آیت:59]

فرشتوں کی پہنچانے کی ڈیوٹی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرشتے نہ پہنچائیں تو اللہ کو علم

نہیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ اللہ کی صفاتِ کمالیہ کے مظہرِ اتم ہیں لہٰذا یہاں بھی یہ مطلب نہیں کہ فرشتے پہنچائیں تو آپ ﷺ کو پتہ چلتا ہے نہ پہنچائیں تو نہیں پتہ چلتا۔

قیامت کے دن نبی کریم ﷺ امت کی صفائی میں گواہی دیں گے اگر امت کے ایمان، کفر، اخلاص، نفاق، نیکی اور بدی کو براہِ راست نہیں دیکھ رہے تو خود گواہ بن سکتے ہی نہیں کیونکہ اگر فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کو پتہ چلتا ہے تو پھر اصلی گواہ تو فرشتے ہوئے۔ اصلی گواہ عدالت میں موجود ہو وہ گواہی نہ دے تو فرعی گواہ (یعنی شہادت علی الشہادت والے) کی گواہی کا شرعاً اعتبار ہی نہیں۔ شہادت علی الشہادت کا اعتبار اس وقت ہے جب اصلی گواہ عدالت میں نہ جا سکے وہ اپنی گواہی وہاں جا کر نہ دے سکے پھر اس گواہ پر گواہ عدالت میں بھیجے جا سکتے ہیں لیکن اگر اصلی گواہ عدالت میں موجود ہو تو اس کی گواہی پر مبنی جس کی گواہی ہے اس کی گواہی قابلِ قبول ہی نہیں کیونکہ اصلی گواہ گویا منحرف ہو چکے ہیں اس لیے وہ گواہی نہیں دے رہے ہیں تو جب وہ اپنی شہادت سے منحرف ہو چکے ہیں ان کی شہادت پر بنیاد رکھتے ہوئے کوئی دوسرا آدمی گواہی کیسے دے سکتا ہے۔ اسی لیے ہمارے اکابرین نے فرمایا۔

یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ۔ و حقیقت ایمانِ او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ کدام است۔ پس او می شناسد گناہان شمار او درجات ایمانِ شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمار او لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔

ترجمہ: یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں کیونکہ حضور علیہ الصّلوٰۃ السلام نور نبوت سے ہر دیندار کے اس رتبہ پر مطلع ہیں کہ جس تک وہ پہنچا ہوا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے، اور اس حجاب سے بھی واقف ہیں کہ جس کی وجہ سے رکا ہوا ہے، تو حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجاتِ ایمان کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو

جانتے اور پہچانتے ہیں، اسی لیے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شہادت دنیا وآخرت میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔(تفسیر عزیزی جلد اول ص، 518زیر آیت ویکون الرسول علیکم شہیدا)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نور نبوت سے مطلع ہیں کس پر ہر دین دار کے مرتبۂ دین پر کہ وہ ایمان کے کس درجے پر ہے اس کی ترقی میں جو رکاوٹ پیش آئی وہ کون سی ہے۔

پس او می شناسد گناہان شمار او درجات ایمانِ شمار او اعمال نیک وبد شمار او اخلاص و نفاق شمار او لهذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔

نبی کریم ﷺ تمہاری نیکی اور بدی کو جانتے ہیں اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو براہ راست جانتے ہیں ایمان اور کفر کو بھی جانتے ہیں تبھی ان کی گواہی آپ کے حق میں قابلِ قبول ہو گی۔

علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهِ لِأُمَّتِهِ وَ مَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَ نِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ۔ وَخَوَاطِرِهِمْ۔ وَذٰلِكَ جَلِيٌّ عِنْدَهٗ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔

(المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ۱ /252،المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی المکتب الاسلامی العربی بیروت 580/4)

نبی کریم ﷺ ظاہری حیات طیبہ میں تھے یا اب قبرِ انور کے اندر ہیں آپ ﷺ ہر دو حالت میں برابر امت کو دیکھ رہے ہیں ان کے دلوں کی کیفیات کو دیکھ رہے ہیں ان کی نیتیں، ارادے، عزائم ومقاصد سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور یہ سب کچھ آپ ﷺ کے سامنے واضح ہے۔

حضرت سعید ابنِ مسیب کی روایت میں ہے:

مَا مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَتُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ اَعْمَالُ اُمَّتِهٖ غُدْوَةً

وَّعَشِيَّةً وَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ اَعْمَالِهِمْ فَلِذٰلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

ہر دن صبح وشام بلکہ ہر لمحہ ہر آن نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں امت کے چہرے بھی پیش ہوتے ہیں امت کے عمل بھی پیش ہوتے ہیں وہ چہروں سے بھی جانتے ہیں اور عملوں سے بھی جانتے ہیں اسی لیے قیامت کے دن وہ امت کی صفائی کی گواہی دیں گے۔ اس لیے فرشتوں کا عرض کرنا ان کی ڈیوٹی ہے اُن کی عبادت ہے اللہ کے حضور بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں یہ ان کی عبادت ہے ذمہ داری ہے، لیکن براہِ راست اللہ بھی جانتا ہے اور اللہ کی عطا سے پیارے مصطفیٰ ﷺ بھی جانتے ہیں اللہ رب العزت ہم سب کو صحیح دین سیکھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: بعض علماء جمعہ عیدین کے بعد کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو بدعت کہتے ہیں اس کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: بدعت کا معنیٰ کیا ہے ایک ہے عربی بولی میں اس کا معنیٰ اور ایک ہے شریعت میں اس کا معنیٰ۔ عربی بولی میں ہر نئے کام کو بدعت کہا جاتا ہے حتیٰ کہ آسمان بنانا بھی بدعت ہے زمین بنانا بھی بدعت ہے اور اللہ اس لحاظ سے بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ہے اللہ نے نئے سرے سے آسمان زمین بنائے، نہ پہلے کوئی مادہ تھا نہ شکل وصورت موجود تھی مادہ بھی شکل وصورت بھی نئے سرے سے بنی لہٰذا زمین بدعت آسمان بدعت اور بنانے والا بدیع ہو گیا نئے سرے سے بنانے والا ہو گیا ایک یہ ہے بدعت کا لغوی معنیٰ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح باجماعت شروع کرائی ایک امام کے پیچھے آکر دیکھا حضرت ابی کے پیچھے سینکڑوں صحابہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں خوش ہو کر فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یہ بڑی اچھی بدعت ہے تو پھر بدعت بھی ہے اچھی بھی ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: "خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ

لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، اور کچھ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہوگا، چنانچہ آپ نے یہی ٹھان کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:2010)

کیوں! اس لیے کہ وہ شرعی بدعت نہیں لغوی بدعت ہے یہ نیا کام ہے سرکار ﷺ نے اس طرح با جماعت ایک امام کے پیچھے یہ نفل پڑھنے کا حکم نہیں دیا یہ نیا کام ہے بدعت بھی ہے لیکن شریعت کے خلاف نہیں اس لیے اچھا بھی ہے ایک ہے بدعت کا شرعی معنیٰ مَا خَالَفَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ جو چیز قرآن اور سنت کے خلاف ہو وہ بدعت ہے داڑھی منڈانا کیا یہ قرآن کے مطابق

ہے حدیث کے مطابق ہے؟ یہ بدعت ہے کیوں! اس لیے کہ قرآن کے خلاف ہے۔

قرآن سے ثابت ہے کہ انبیاء کی داڑھی تھی حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ میں پکڑا یہاں سے پتہ چلا کہ ہارون علیہ السلام کی داڑھی بڑی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آ گئی تو قرآن سے بھی ثابت اور حدیث پاک سے بھی ثابت ہے کہ داڑھیاں بڑھاؤ موچھیں کٹاؤ اب اگر کوئی موچھیں بڑھاتا ہے داڑھی کٹاتا ہے تو بدعت ہے کہ نہیں مگر نہ شراب پینا بدعت، نہ چوری کرنا بدعت، نہ قتل کرنا بدعت اور نہ ڈاکے مارنا بدعت۔ بدعت رہ گئی ہے تو دعائیں مانگنا بدعت رہ گیا ہے بدعت کا عربی زبان میں معنیٰ ہے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔ ایک ہے شریعت کے اندر بدعت کا معنیٰ جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو وہ چیز بدعت ہے اب جو بندے کہتے ہیں کہ درود وسلام بدعت ہے ان سے پوچھو کہ نبی پاک ﷺ نے منع کیا ہے کہ کھڑے ہوکر درود وسلام نہ پڑھو۔ اللہ نے قرآن میں کہیں منع کیا ہے کہ کھڑے ہوکر نہ پڑھنا۔

اللہ نے یہ تو حکم دیا ہے کہ درود وسلام پڑھو کیا یہ ساتھ حکم دیا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنا کھڑے ہو کر نہ پڑھنا۔ رب نے حکم دیا پڑھو بیٹھ کر پڑھو، کھڑے ہو کر پڑھو، اکیلے پڑھو، مل کے پڑھو جب اللہ پابندی نہ لگائے اللہ کا رسول پابندی نہ لگائے تو اور کون پابندی لگا سکتا ہے جب ایک کام جائز ہو تو ہر طرح جائز ہے اس کی ایک صورت کو اختیار کرلو تمہیں آزادی ہے۔ نفل پڑھنے جائز ہیں کوئی سو نفل پڑھے تب بھی جائز ہے ہزار پڑھے تب بھی جائز ہے کوئی بیس رکعتیں پڑھے تب بھی جائز ہے اب ایک آدمی بیس رکعتیں پڑھے دوسرا سو پڑھے۔ کیا اب بیس والے کو حق حاصل ہے کہ سو رکعتیں پڑھنے والے کو کہے کہ تم نے سو رکعتیں کیوں پڑھی ہیں سو والا کہے تم سو کیوں نہیں پڑھتے کوئی نہ پڑھے تب بھی چھٹی ہے کسی کو پابند کردینا کہ اس طرح نہیں ہونا چاہیے یہ ٹھیک نہیں۔

میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ ہمارے اوپر الٹا واجب کردیتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پڑھا کرو اگر یہ اعتراض نہ کرتے تو پھر کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز تھا بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز تھا جب کھڑے ہوکر پڑھنا جائز ہے انہوں نے کہا کہ ناجائز ہے اب ہم پر واجب ہوگیا کھڑے ہو کر پڑھنا۔ ایک شرعی مسئلہ یاد رکھو جو کام جائز ہو مگر لوگ اس کی مخالفت شروع کردیں اس وقت وہ

واجب ہو جاتا ہے کیونکہ آپ عملاً نہ کریں لوگ نا جائز ہونے کے فتوے دیتے رہیں تو آہستہ آہستہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ چیز بیٹھ جائے گی کہ واقعی یہ چیز نا جائز ہے تالاب پر وضو کرنا جائز ہے ضروری نہیں لیکن معتزلہ نے کہا نا جائز ہے اس وقت کے حنفی علماء نے فتویٰ دیا کہ اب لوگوں پر تالاب پر وضو کرنا واجب ہو گیا ہم بھی نہ کریں وہ فتوے بھی دیں کہ نا جائز ہے آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں یہ چیز بیٹھ جائے گی کہ یہ چیز نا جائز ہے۔

اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک بھی مسلم ہے کسی نے مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا کہ جس علاقے میں کوا کھانا گناہ سمجھا جاتا ہو وہاں کوا کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے کارِ ثواب ہے کہ نہیں ؟اس نے کہا کہ اسے وہاں کوا کھانے پہ بڑا ثواب ملے گا مرغا تیتر بٹیر کھانے پہ ثواب نہیں، بکرے کھانے پہ ثواب نہیں لیکن کوا کھانے پہ ثواب ہے کیوں !اس لیے کہ لوگ بُرا سمجھتے ہیں اگر تمہارے لیے کوا کھانا ثواب بن سکتا ہے کیوں !اس لیے کہ اس کو سنی بُرا جانتے ہیں چاہے مُردار خور ہے، گندگی کھانے والا ہے پلید جانور ہے اس کا گوشت تمہارے لیے کھانا کارِ ثواب بن گیا کیوں !اس لیے کہ سنی جلتے ہیں جب انہوں نے مخالفت کی ہے تو اب لازم ہو گیا ہے۔

سوال: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کبھی اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھا آپ یہ بدعت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے تھے تجھے علم غیب ہے کہ نہیں پڑھتے تھے دکھا کدھر لکھا ہوا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے تھے ہمارا ایمان ہے کہ وہ پڑھتے تھے کیونکہ نبی پاک ﷺ کا حکم ہے جب اذان ہو جائے ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ پھر مجھ پر سلام بھیجو "فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا جو ایک بار مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ. فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ. ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ. فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً. صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا. ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِي الْوَسِيلَةَ. فَإِنَّهَا

مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ. لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ. وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ. فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ. حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "جب مؤذن کی اذان سنو تو تم وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو کیونکہ وسیلہ دراصل جنت میں ایک مقام ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا اور جو کوئی میرے لیے وسیلہ (مقام محمود) طلب کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

صحیح مسلم رقم الحدیث: 849)

نبی پاک ﷺ نے ترغیب دی کہ ایک کے بدلے اللہ دس درود بھیجے گا ایک بار پڑھو گے تو اللہ کی طرف سے دس درود مل جائیں گے اگر دو بار پڑھو گے تو بیس، تین بار پڑھو گے تو تیس، دس بار پڑھو گے تو سو، جتنا مرضی ہے اللہ کی رحمتیں حاصل کیے جاؤ اللہ ایک ایک کے بدلے تمہیں دس دس عطا کیے جائے گا جب نبی پاک نے حکم دیا ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ تو صحابہ نے عمل کیا ہوگا یا نہیں اگر کہو نہیں کیا تو شیعہ سچے ہو گئے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ نبی کی بات نہیں مانتے تھے نبی کا حکم نہیں مانتے تھے انہوں نے اپنی الگ شریعت بنالی تھی پھر شیعہ کی بات ٹھیک ہوگئی پھر ان کا رد کس بات کا کرتے ہو سپاہ صحابہ بنا کر ملک میں قتل وغارت کیوں کرتے ہو جب تمہارا عقیدہ بھی وہی ہوا جو ان کا ہے پھر وہ اور تم ایک چیز بن گئے اختلاف کیوں کرتے ہو۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ نبی پاک ﷺ کا یہ حکم ہے ہمارا یہ ایمان اور عقیدہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ضرور اس پہ عمل کرتے ہوں گے اگر تم کہتے ہو کہ اس طرح نہیں کرتے تھے پھر اس کا جواب دو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کیسا عاشق ہے جو اپنے نبی کا حکم ہی نہیں مانتا۔

جب اللہ چھٹی دے رہا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾
اے ایمان والو، بے ایمانوں کو نہیں فرمایا بلکہ ایمان والوں کو فرمایا کہ میرے حبیب پر درود وسلام بھیجو وقت کی پابندی نہیں، جگہ کی پابندی نہیں۔ ہاں سات مقامات پر پابندی ہے ان مقامات پر درود وسلام پڑھنا مکروہ ہے پیشاب کرتے وقت، استنجاء کرتے وقت، بیوی سے مباشرت کرتے وقت، جمائی آئے، تعجب کے موقع پر، سودا بیچنے کے لیے لوگوں کو درود کے ذریعے متوجہ کیا جائے پھر کہا گوبھی آلو لے لو، بھنڈیاں لے لو یہ بھی منع ہے۔ ذبح کرتے وقت اَللّٰهُ اَكْبَر کے ساتھ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ پڑھنا مکروہ ہے۔

دیکھیے "درّ مختار" باقی ہر جگہ درود پڑھنا مستحب ہے جب فقہاء کرام اسے ہر جگہ مستحب قرار دے رہے ہیں تو مؤذن کا بدن پاک، کپڑے پاک، جہاں کھڑا ہے وہ جگہ پاک پھر اس کے لیے کیا رکاوٹ ہے کیوں نہیں پڑھ سکتا ہمارے لیے کیا رکاوٹ ہے ہمارا بدن پاک، کپڑے پاک، جگہ پاک ہم کیوں نہیں پڑھ سکتے۔

سوال: بریلوی لوگ شانِ رسالت زیادہ بیان کرتے ہیں خدا کی شان، رسول اللہ سے زیادہ ہے پھر وہی زیادہ بیان کرنی چاہیے۔

جواب: ماشاء اللہ، اللہ کی شان زیادہ ہے لہٰذا وہ بیان کرنی چاہیے نبی کی کم ہے لہٰذا کم بیان کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ کی شان میں اختلاف کوئی نہیں لیکن یہاں نبی کی شان میں تمہارا اختلاف ہے اس لیے زیادہ بیان کرتے ہیں تاکہ تمہاری ناک کٹے، دل دکھے اس لیے ہم بیان کرتے ہیں۔ اللہ کی شان میں اختلاف ہی کوئی نہیں وہاں زیادہ زور لگانے کی ضرورت ہی نہیں۔ جہاں نبی کی شان کے منکر ہیں علم کا انکار، حاضر و ناظر ہونے کا انکار، اختیارات کا انکار، نبی پاک ﷺ کی شفاعت کا انکار اور نبی پاک ﷺ کی حیات کا انکار جہاں ایسے منکر موجود ہوں وہاں زیادہ زور لگانا پڑتا ہے تاکہ لوگوں کے ذہن صاف ہو جائیں تاکہ کم از کم ہمارے لوگ تو ایسے غلط عقیدے کے مالک نہ بنیں۔

اور یاد رکھو تمہاری توحید کیا ہے اللہ کے نبی کا علم، اللہ کے نبی کا اختیار، تنکا نہیں توڑ سکتے ان کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تمہاری توحید یہ ہے، ہم پوری کائنات کا علم بیان کر کے کیا کہتے ہیں یہ

علم انہیں کس نے دیا اللہ رب العزت نے دیا ان کے اختیارات بیان کر کے کہ انہوں نے اپنے لعاب سے بھوکوں کو سیر کرا دیا، اندھوں کو روشن آنکھیں دے دیں، سانپ کا زہر جن کی جان لے رہا تھا لعاب لگا کر اس زہر کو ختم کر دیا۔ یہ شانیں کس نے دی ہیں اللہ رب العزت نے دی ہیں۔ پھر ہم توحید اچھی بیان کر رہے ہیں یا تم اچھی بیان کر رہے ہو؟ ایک عالم کی شان آدمی بیان کرے کہ کتنا بڑا عالم ہے کہ باقی سب اس کے آگے جاہل ہیں یہ اچھی ہے یا یہ کہو کہ یہ وہ عالم ہے فلاں شیخ التفسیر اس کا شاگرد، فلاں شیخ الحدیث اس کا شاگرد، فلاں شیخ الفقہ اس کا شاگرد، فلاں شیخ الادب اس کا شاگرد، فلاں قاضی القضاۃ اس کا شاگرد۔ اس میں زیادہ شان بیان ہو رہی ہے یا پہلی صورت میں۔ ہم اللہ کے بندوں کی شان بیان کر کے بتاتے ہیں کہ یہ کمالات ان کو کس نے عطا کیے ہیں اللہ رب العزت نے لہٰذا یہاں سے ہی پتہ چل گیا کہ جس کے بندوں کی شان یہ ہے اس خدا کی شان کیا ہوگی۔

نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ نے ایک مٹھی مٹی کی پھینک کے ہزار کافروں کو اندھا بھی کر دیا، بزدل بھی بنا دیا وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ستر کافر مارے گئے ستر قیدی بھی بن گئے اور کچھ کافر ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ گئے تو اللہ رب العزت نے کیا فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ [سورۃ الانفال آیت:17]

ترجمہ: اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

محبوب آپ نے نہیں مارا میں نے مارا۔ اللہ کی شان پتہ ہی یہاں سے چلتی ہے جس کے بندے کی شان یہ ہے اس خدا کی شان کیا ہوگی۔

سوال: کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یارسول اللہ کا نعرہ لگایا تھا بریلوی حضرات یا علی کا نعرہ لگاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مدینہ پاک میں سرکار ﷺ کے تشریف لانے پر صحابہ کرام علیہم الرضوان جب جلوس نکالتے تھے تو وہ کیا کہتے تھے

يَا مُحَمَّدُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ. يَا مُحَمَّدُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث:7522)

یہ نعرہ ہے کہ نہیں لیکن یا محمد کہنے سے اللہ نے روک دیا۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔[سورۃ النور آیت:63]

نام لینے سے روک دیا ہمارے لیے حکم کیا ہے یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ اس طرح پکارا کرو یہ نعرہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے۔ نبی پاک ﷺ کو پکارنے سے شرک لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ رب العزت کے رسول ہونے کی حیثیت سے ان کو اللہ کی بارگاہ میں جو رسائی حاصل ہے اس کے تحت وہ شفاعت کر کے دُعا کر کے اللہ رب العزت کے خزانوں سے ہمیں عطا کر سکتے ہیں اور مہربانی فرماتے ہیں۔ جس طرح وہ مہربانی فرماتے ہیں اسی طرح مولا علی رضی اللہ عنہ بھی سرچشمہ ولایت ہیں یہ بھی اپنے غلاموں پر نگاہِ کرم فرماتے ہیں اُن کو یا علی پکارنا اس نیت پر کہ وہ بھی نگاہ فرمائیں توجہ فرمائیں ہمارے لیے دُعا بھی کریں اللہ نے جو انہیں اختیارات بخشے ہیں اُن کے تحت ہمیں فیضان بھی عطا کریں، جب یا رسول اللہ کہنا جائز ہے تو یا علی کہنا بھی جائز ہے۔ جو تم نے نکالا ہوا ہے تخت و تاج ختم نبوت زندہ باد یہ قرآن میں ہے؟ حدیث کی کسی کتاب میں ہے کہ تخت و تاجِ ختمِ نبوت زندہ باد لیکن نبوت والا مردہ باد۔ (نعوذ باللہ)۔

سلانوالی ضلع سرگودھا کی تحصیل ہے وہاں حسینیہ مدرسے والے اسٹیشن پر آرہے تھے ساتھ طلباء بھی تھے وہ نعرے لگاتے آرہے تھے نعرہ تکبیر تخت و تاجِ ختمِ نبوت زندہ باد، فلاں مولوی زندہ باد یہ نعرے لگ رہے تھے اللہ راضی نے کہا نعرہ رسالت کیوں نہیں لگاتے ہو اس نے خود ہی نعرہ رسالت لگا دیا جس کے جواب میں مولویوں نے بھی اور طالب علموں نے بھی مردہ باد کہا۔

میں نے مولوی شریف حسین کو لکھا کہ اتنا ظلم اتنی زیادتی نبی پاک ﷺ کے بارے میں مردہ باد کے نعرے۔ وہ کہنے لگا بچوں نے لگا دیا تھا بڑوں نے تو نہیں لگایا تھا میں نے کہا ہمارے بچے تو اس طرح نہیں کہتے تمہارے بچے اس طرح کیوں کہتے ہیں اس کا مطلب ہے تمہارے مدرسے میں یہ تعلیم دی جاتی ہے تم ان کے ذہن میں یہ چیز بھرتے ہو تو تب وہ یہ زہر اُگلتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے تمہارے مدارس میں تعلیم ہی یہ دی جاتی ہے کہ نبی کی شان کو گھٹاؤ، نبی

پاک ﷺ کی حیات کا انکار کرو اور مردہ باد کے نعرے لگاؤ۔

سوال: ایک ولی اللہ نبی اکرم ﷺ کی محفل میں حاضر ہوتا ہے لیکن جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام روتے کیوں تھے جب کہ تصوّف کی رُو سے وہ حضور ﷺ کو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونا یہ بھی برحق ہے حضرت ابوالعباس مرسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال ہو گئے ہیں کہ ایک لمحے کے لیے بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کا چہرہ پاک میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا۔ جب اوجھل ہوا میں اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھوں گا۔ بے شک یہ چیز بھی مسلّم ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ کہ نبی پاک ﷺ صحابہ کے سامنے نہیں آئے آپ نے انہیں نہیں فرمایا کہ اس جھگڑے کا یہ فیصلہ ہے اس کا یہ حل ہے یہ سوال علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی کے اندر اُٹھایا ہے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ چونکہ وہ نبی پاک ﷺ سے عالمِ بیداری میں قیامت تک آنے والے معاملات کی تفاصیل سن چکے تھے جب آپ ﷺ نے ظاہری طور پر موجود ہوتے ہوئے انہیں سب کچھ بیان کر دیا تھا اب ان کا اپنا فرض بنتا ہے کہ وہ انہیں یاد رکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ اب نبی پاک ﷺ کو دوبارہ آ کر سمجھانے کی کیا ضرورت ہے لیکن بعد والوں کو وہ سرکار ﷺ کی زیارت والی دولت نصیب نہیں ہوئی، آپ ﷺ کا شرفِ صحبت نصیب نہیں ہوا لہٰذا ان پر نبی کریم ﷺ نے کرم فرمایا اور ان کو زیارت عطا فرمائی۔

جو بعد والے ہیں ان کا حکم اور ہے اور جنہوں نے زیارت کی اور فرمان براہِ راست سنے ہیں ان کا حکم اور ہے اس لیے ان کو نبی کریم ﷺ نے دوبارہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بعد والوں کو رہنمائی کی ضرورت تھی اس لیے ان پہ کرم فرما کے خواب میں یا ویسے ان کو فرما دیتے۔ بہر حال جب اولیائے کرام سے ایک چیز تواتر سے ثابت ہو تو اس کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا اللہ کے کاموں میں حکمتیں ہوتی ہیں کوئی ضروری نہیں کہ ہم ہر حکمت کو سمجھ بھی سکیں۔

حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے ہیں آپ کے ایک مرید (خادم) کو حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوگئی خواب میں وہ دیکھ رہے ہیں غوث پاک رضی اللہ عنہ نے خطبہ چھوڑ

دیا اس غلام کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے لوگ حیران ہوئے کہ جو ہستی وقت کا بادشاہ بھی آئے تو آنکھ اُٹھا کر دیکھتے نہیں وہ ایک مرید کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ بڑی دیر کے بعد آپ منبر پر آئے خطبہ مکمل کیا نماز پڑھائی خاصوں نے جب عرض کیا حضور یہ کیا معاملہ تھا فرمایا وہ خواب میں نبی پاک ﷺ کو دیکھ رہے تھے میں جاگتے ہوئے زیارت کر رہا تھا میری جرأت کیسے ہوتی کہ حضور ﷺ نیچے موجود ہوں اور میں نے منبر پہ کھڑے ہو کر خطبے دینے شروع کیے ہوں اس لیے میں دست بستہ ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو گیا۔

اولیاء کرام سے یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ زیارت ہوتی ہے روحانی طور پر عالمِ بیداری میں ہوتی ہے اور خواب میں بھی ہوتی ہے اس لیے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ صحابہ کے سامنے نبی کریم ﷺ کیوں نہیں آئے ان کو کیوں نہیں سمجھایا جب پہلے ہی سب تفصیلات بتا دیں تو اب ان کو دوبارہ سمجھانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

سوال: سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نُورُ الہُدیٰ فارسی کا ترجمہ جناب امیر حسین نیازی صاحب نے کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کے آگے حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سوار ہو کے گئے اور اس وقت آپ کو تمام اولیاء کرام کی گردنوں پر قدم رکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: بزرگانِ دین نے جو کتابیں لکھی ہوتی ہیں بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بعد میں نااہل قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں وہ آتی ہیں تو پھر وہ اپنی طرف سے قطع برید کوئی کمی بیشی، کوئی حاشیے، اضافے کر دیتے ہیں حتیٰ کہ مُحی الدین ابنِ عربی کی جو کتابیں تصوف کے موضوع پر موجود ہیں ان میں ایسے جملے بھی موجود ہیں جو قرآن کی صریح آیتوں کے خلاف ہیں۔ پھر وہاں پر سوائے اس کے اور کوئی توجیہہ نہیں ہوتی کہ یہ بعد والے لوگوں نے اپنی طرف سے من گھڑت اضافے کر دیے ہیں شیخ مُحی الدین ابنِ عربی نے یہ نہیں فرمایا۔

جب تک کسی بزرگ سے کسی کتاب کا تواتر سے منقول ہونا اور اس کا ہر باب ہر فصل کا منقول ہونا ثابت نہ ہو تو اس بزرگ پر ذمہ داری نہیں ڈالی جا سکتی۔

رہ گیا یہ مسئلہ کہ حضور شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی روحِ پاک نے سواری بننے کا شرف

حاصل کیا ہے آخر معراج کے واقعہ پر مبسوط کتابیں موجود ہیں نبی پاک ﷺ بھی تو اپنے بچے کی یہ خدمت کہیں بیان فرما دیتے کہ میرے بیٹے عبد القادر نے میری یہ نوکری دی ہے۔ رفرف کا بیان کیا ہے، اسرافیل کا بیان کیا ہے، براق کا بیان کیا ہے، جبریل کا ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن شیخ عبد القادر جیلانی کا نام ہی نہیں لیا گیا ہے اس کا مطلب ہے نبی پاک ﷺ نے لاج نہ رکھی جس نے اتنی بڑی نوکری دی ہے نبی پاک ﷺ کو اُٹھایا ان کا نام ہی نہ لیا۔ نبی پاک ﷺ نے بڑی بیوفائی کی، نبی پاک ﷺ نے ان کے حقِ خدمت کو بڑا ہی نظر انداز کیا ہے ان کا نام ہی نہیں لیا۔

رہ گیا قدم کا مسئلہ، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا قدم پھر سب ولیوں کی گردنوں پر آ گیا۔ حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا قدم گزرے ولیوں کی گردن پر بھی ہے یا نہیں۔ پہلے لوگ اس کے بالکل قائل نہیں ہیں آج کے واعظین جو جاہل مجہول دوسرے اولیاء کی شانوں سے بے خبر ہیں ناواقف ہیں یہ ان کا من گھڑت نظریہ ہے ورنہ پہلے بزرگوں میں کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ تمام متقدمین کی گردنوں پر بھی غوث پاک کا قدم ہے۔

آپ مجھے اپنے ایمان سے بتائیں کہ کوئی بچہ جتنا بھی لائق قابل ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ میرے باپ کی گردن پر میری ٹانگ ہے میرے استاذ کی گردن پر میری ٹانگ ہے میرے پیر کی گردن پر میری ٹانگ ہے۔ صحابہ کو چلو چھوڑ دو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما صحابی بھی ہیں اس کے بعد امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، حضرت موسیٰ کاظم، حضرت علی رضا، محمد تقی علی نقی اور حسن عسکری رضی اللہ عنہم یہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے آباؤ اجداد ہیں کہ نہیں۔ ان کی گردنوں پر قدم رکھنے کا اعلان کیا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کر سکتے ہیں بندہ اپنی عقل سے ہی سوچ لیتا ہے ہر آن ایک جیسا ہی نہیں ہوتا۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ [سورۃ البقرہ آیت:176]

میں ہر چیز جانتا ہوں اور ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ میں ہر چیز پر قادر ہوں۔ کُلِّ شَیْءٍ کا لفظ دونوں جگہ یہ ہے کہ نہیں لیکن جہاں علیم ہے وہاں اللہ کی ذات بھی داخل ہے اللہ کی صفات بھی داخل ہیں وہ اپنی ذات کو بھی جانتا ہے اپنی صفات کو بھی جانتا ہے مخلوقات کو بھی جانتا ہے لیکن جہاں ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ کا لفظ ہے وہاں كُلِّ شَيْءٍ پر نہ اس کی ذات داخل ہے نہ اس کی

صفات داخل ہیں یہ نہیں کہ اس نے اپنی ذات کو خود پیدا کیا ہے۔ اپنی صفتوں کو خود پیدا کیا ہے اپنے علم، حیات، سننے، دیکھنے، ارادے، قدرت، کلام اور تخلیق کو خود پیدا کیا ہے تو ذاتِ باری بھی اور صفاتِ باری بھی اس سے خارج ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو اللہ نے فرمایا چار پرندے لے لے نزدیک کر لے اچھی طرح پہچان لے پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر لے۔

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

ان پرندوں کے ٹکڑے تمام پہاڑوں پر بکھیر دے اب کیا خیال ہے تمہارے سرگودھے کی پہاڑیوں پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹکڑے رکھ گئے تھے ہمالیہ کی چوٹی پر بھی رکھ گئے تھے تو مطلب یہ ہے کہ آس پاس کے پہاڑوں پر ان کے ٹکڑوں کو بکھیر دو نہ کہ سارے جہان کے پہاڑوں پر یہ ٹکڑے بکھیر دو۔ تو عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ کا لفظ ہر پہاڑ پر ہے لیکن یہ مفہوم مراد نہیں۔ مطلب ہے جو قریب قریب کے پہاڑ ہیں ان پر۔ تو اگر قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیٍّ فرمایا تو پھر جب یہ مرتبہ و مقام ملا ہے اس کے پیچھے کی بات کی جا رہی ہے قدم بن آج رہا ہے تو اگلوں کی گردن پر بھی آ گیا ہے جب قطبیت کا مرتبہ ملا ہے اس وقت ان کی گردنوں پر آئے گا مل آج رہا ہے جو پہلے سے قطب بن کے آئے ہیں غوث بن چکے ہیں ان کی گردنوں پر کیسے آ گیا ہے۔ پہلے غوثِ اعظم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، دوسرے غوثِ اعظم عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تیسرے غوثِ اعظم عثمان ذو النورین، چوتھے غوثِ اعظم علی المرتضیٰ، پانچویں امام حسن، چھٹے امام حسین، ساتویں زین العابدین، آٹھویں محمد باقر، نویں جعفر صادق، دسویں موسیٰ کاظم، گیارہویں علی رضا، بارہویں محمد تقی، تیرہویں علی نقی اور چودھویں حسن عسکری رضی اللہ عنہم ہیں اور جب تک حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو قطبیت کا مقام نہیں ملا یہ سارا پیریڈ حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی غوثیت کبریٰ رہی۔ پھر جب حضرت مہدی رضی اللہ عنہ آئیں گے اس وقت غوثیت کبریٰ ادھر منتقل ہو جائے گی۔ تو انتہاء بھی پتہ چل گئی کہ حضرت مہدی کے ظہور کے بعد وہ غوث اعظم ہیں حضرت حسن عسکری کے وصال کے بعد بھی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اس منصب تک پہنچنے تک وہ پہلا پیریڈ حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی غوثیتِ کبریٰ رہی اور آپ فرماتے ہیں دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْباً میں دین پڑھتا رہا حتیٰ کہ مجھے اللہ نے قطب بنا دیا۔

پہلے پڑھا پھر پڑھایا، پڑھانے کے دوران آپ کو قطبیت کا مقام ملا اس وقت آپ نے اعلان فرمایا۔ایک غوث بغداد میں ظاہر ہوتا تھا اس کے پاس ابنِ سقا، شیخ عبد القادر جیلانی اور عبد اللہ نامی آدمی گئے۔عبد اللہ نے کہا میں نے یہ سوال کرنا ہے یہ جواب دے ہی نہ سکے گا ابن سقا نے کہا میں سوال کروں گا دیکھنا کیا جواب دیتا ہے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو جا رہا ہوں زیارت کے لیے، دُعائیں لینے کے لیے میں تو کوئی سوال نہیں کروں گا۔ جب وہاں پہنچے تو اس غوث نے عبد اللہ کی طرف جلال سے دیکھ کر فرمایا تیرا یہ سوال ہے اس کا یہ جواب ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تُو دنیا سے مرتد ہو کر کوچ کرے گا چنانچہ وہ کافر ہو گئے سفیر بنے عیسائی ملک میں گئے بادشاہ نے بچی کا رشتہ دیا اس شرط پر کہ تُو عیسائی ہو جا تو وہ عیسائی ہو گیا اس غوث کا فرمان حرف بحرف پورا ہو گیا۔

ابنِ سقا کو کہا کہ تُو نے بھی بے ادبی کی ہے لیکن اتنی نہیں کی لہٰذا تُو دنیا میں غرق ہو جائے گا اُس کو قضا کا عہدہ ملا جیسے جج ہوتے ہیں رشوتیں لیں تو ایمان بچ گیا لیکن ویسے بری حالت رہی، فسق و فجور میں اور رشوتیں وغیرہ لینے میں مبتلا رہا۔حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم نے میرا ادب کیا ہے اللہ رب العزت تمہیں اس ادب کے بدلے اعلیٰ مرتبہ اور مقام عطا کرے گا میں دیکھ رہا ہوں کہ بغداد کے منبر پہ بیٹھ کر تم اعلان کر رہے ہو گے قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیٍّ اس وقت کے جتنے ولی ہوں گے وہ اپنی گردنیں آپ کے آگے جھکا دیں گے۔اپنی بات نہیں کی حضرت جی میرے کندھے پر قدم رکھتے جاؤ مل جو گئے ہیں اکٹھے ہو گئے ہیں باقیوں کی گردنوں پہ بعد میں رکھنا لیکن نہیں۔فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ منبر پر بیٹھے ہو گے اور اس وقت کے ولی اپنی گردنیں تمہارے آگے جھکا دیں گے۔

علم المیراث

سوال: ایک شخص بے اولاد فوت ہو گیا ہے جس کے ورثاء میں متوفی کے سگے بھائی کی اولاد بھی موجود ہے اور چچازاد بھائی بھی موجود ہے اب شرعاً اس کی متروکہ وراثت کس کو ملے گی؟

سوال: جدی برادری نے بھی وراثت لینی ہو تو قریبی موجود ہو گا وہ لے گا بھائی موجو ہیں تو وہ، بھائی موجود نہیں تو چچے، چچے نہیں تو ان کی اولاد، اگر اولاد نہیں تو جو باپ کے چچا ہیں ان کی اولاد اسی طرح جدی برادری پھر ورثہ ان کی طرف چلا جائے گا۔

سوال: اگر بیٹے نہ ہوں تو بیٹیوں کو کتنی وراثت ملے گی؟

جواب: اگر ایک بیٹی ہو تو آدھی وراثت کی مالک ہے اگر بھائی نہ ہوں اور اگر دو ہوں تو دو تہائی کی مالک ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص کسی اولاد کو وراثت زیادہ دے جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: وہ مالک ہے جس کو دے جائے دے سکتا ہے مکروہ ضرور ہے کسی اولاد کو زیادہ دینا اس میں کراہت ہے ناپسندیدہ فعل ہے۔ لیکن وہ خود مالک ہے جس کو دے جائے وہ مالک بن جائے گا گناہ اس کے ذمہ رہ جائے گا نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت بشیر انصاری آئے عرض کیا میری بیوی نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے بیٹے نعمان کو غلام ہبہ کروں اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ نبی پاک ﷺ کو گواہ بنانا تب میں خوش ہوں گی تب میں حاضر ہوا ہوں میں اپنے بیٹے کو غلام ہبہ کر رہا ہوں آپ گواہ بن جائیں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا میں زیادتی پر گواہ نہیں بن سکتا زیادتی ضرور ہے، ناپسندیدہ فعل ضرور ہے۔

عَنِ الشَّعْبِيِّ، حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ: أَنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْ أَبَاهُ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا، فَالْتَوَى بِهَا سَنَةً ثُمَّ بَدَا لَهُ، فَقَالَتْ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا وَهَبْتَ لِابْنِي، فَأَخَذَ أَبِي

بِيَدِي وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ. فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمَّ هٰذَا بِنْتَ رَوَاحَةَ أَعْجَبَهَا أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى الَّذِي وَهَبْتُ لِابْنِهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَشِيرُ أَلَكَ وَلَدٌ سِوَى هٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ: أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ۔

ترجمہ: سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان کی ماں بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے ان کے باپ سے سوال کیا کہ اپنے مال میں سے کچھ ہبہ کردیں، ان کے بیٹے کو (یعنی نعمان کو) لیکن بشیر نے ایک سال ٹالا۔ پھر وہ مستعد ہوئے ہبہ کرنے کو، ان کی ماں بولی: میں راضی نہیں ہوں گی جب تک تم گواہ نہ کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہبہ پر، میرے باپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میں ان دنوں لڑکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی ماں بنت رواحہ نے جو یہ چاہا کہ آپ گواہ ہو جائیں اس ہبہ پر جو میں نے اس لڑکے کو کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بشیر! کیا اس کے سوا اور بھی تیرے لڑکے ہیں؟" بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کو بھی تو نے ایسا ہی ہبہ کیا ہے؟" بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو پھر مجھے گواہ مت کر کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:4182، صحیح بخاری:2587)

لیکن اگر باپ کسی کے نام کر جائے تو وہ مالک بن جائے گا۔ لیکن مرنے کے بعد بچے بچیاں سب وارث ہیں جتنی بقایا جائیداد ہے لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا دنیا کی کوئی طاقت اسے محروم نہیں کر سکتی ہے باپ خود مالک ہے وہ اگر فرق کرتا ہے، گناہ سر اُٹھالیتا ہے زیادتی اپنے ذمے لے لیتا ہے۔

سوال: نبی پاک ﷺ نے کیا وراثت چھوڑی اور اس وراثت کے وارث کون ہیں اگر کوئی شخص کہے کہ نبی پاک ﷺ نے تین وراثتیں چھوڑی ہیں جو مندرج ذیل ہیں سیاسی وراثت، ولایت کی وراثت اور علمی وادبی وراثت۔ سیاسی ولایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلا فصل خلیفہ ہیں ولایت کی وراثت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بلا فصل ہیں علمی وادبی وراثت میں دیگر صحابہ بلا فصل ہیں وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہ خواہ مخواہ کی طوالت ہے جس وراثت کی نفی ہے وہ مال والی وراثت ہے نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں کوئی وراثت بھی نہیں چھوڑتا۔ نَحْنُ مَعَاشِرَ الأَنْبِيَاءِ لَا نُوَرِّثُ . مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ ذَالِكَ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَالِكَ الْحَدِيثِ، فَقَالَ مَالِكٌ: بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِي أَهْلِي حِينَ مَتَعَ النَّهَارُ إِذَا رَسُولُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِينِي، فَقَالَ: أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى رِمَالِ سَرِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ مُتَّكِئٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ، فَقَالَ: يَا مَالِ إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ. فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَمَرْتَ بِهِ غَيْرِي، قَالَ: اقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَسْتَأْذِنُونَ، قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا، ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَا يَسِيرًا، ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ

وَعَبَّاسٍ، قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا فَدَخَلَا فَسَلَّمَا فَجَلَسَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ. فَقَالَ الرَّهْطُ: عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ. قَالَ عُمَرُ: تَيْدَكُمْ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ. هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: "لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" يُرِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ. قَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذَالِكَ فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وعَبَّاسٍ. فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذَالِكَ: قَالَا: قَدْ قَالَ ذَالِكَ. قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ. ثُمَّ قَرَأَ وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ إِلَى قَوْلِهِ قَدِيرٌ سورة الحشر آية 6 فَكَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ قَدْ أَعْطَاكُمُوهُ وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ. فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ. فَعَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ حَيَاتَهُ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَالِكَ. قَالُوا: نَعَمْ. ثُمَّ قَالَ: لِعَلِيٍّ وعَبَّاسٍ أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَالِكَ. قَالَ

عُمَرُ: ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ فِيهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ. ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ أَبَا بَكْرٍ فَكُنْتُ أَنَا وَلِيَّ أَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا عَمِلَ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي فِيهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ. ثُمَّ جِئْتُمَانِي تُكَلِّمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ جِئْتَنِي يَا عَبَّاسُ تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ. وَجَاءَنِي هٰذَا يُرِيدُ عَلِيًّا يُرِيدُ نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا. فَقُلْتُ: لَكُمَا إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا. قُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا عَمِلَ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ وَبِمَا عَمِلْتُ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا. فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا إِلَيْنَا فَبِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا فَأَنْشُدُكُمْ بِاللهِ. هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ؟. قَالَ: الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ. فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ. قَالَا: نَعَمْ. قَالَ: فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَالِكَ فَوَاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَالِكَ. فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ فَإِنِّي أَكْفِيكُمَاهَا۔

ترجمہ: مالک بن اوس بن حدثان نے (زہری نے بیان کیا کہ) محمد بن جبیر نے مجھ سے (اسی آنے والی) حدیث کا ذکر کیا تھا۔ اس لیے میں نے مالک بن اوس کی خدمت میں خود حاضر ہو کر ان سے اس حدیث کے متعلق (بطور تصدیق) پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ دن چڑھ آیا تھا اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' اتنے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک بلانے والا میرے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں اس قاصد کے ساتھ ہی چلا گیا اور عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک تخت پر بوریا بچھائے' بوریے پر کوئی بچھونا نہ تھا' صرف ایک چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ پھر انہوں نے فرمایا' مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے' میں نے ان کے لیے کچھ حقیر سی امداد کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم اسے اپنی نگرانی میں ان میں تقسیم کرا دو' میں نے عرض کیا' یا امیر المومنین! اگر آپ اس کام پر کسی اور کو مقرر فرما دیتے تو بہتر ہوتا۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے یہی اصرار کیا کہ نہیں' اپنی ہی تحویل میں بانٹ دو۔ ابھی میں وہیں حاضر تھا کہ امیر المومنین کے دربان یرفا آئے اور کہا کہ عثمان بن عفان' عبدالرحمٰن بن عوف' زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں انہیں اندر بلا لو۔ آپ کی اجازت پر یہ حضرات داخل ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ یرفا بھی تھوڑی دیر بیٹھے رہے اور پھر اندر آ کر عرض کیا علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو بھی اندر آنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں انہیں بھی اندر بلا لو۔ آپ کی اجازت پر یہ حضرات بھی اندر تشریف لے آئے۔ اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا' یا امیر المومنین! میرا اور ان کا فیصلہ کر دیجیے۔ ان حضرات کا جھگڑا اس جائیداد کے بارے میں تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نضیر کے

اموال میں سے (خمس کے طور پر) عنایت فرمائی تھی۔ اس پر عثمان اور ان کے ساتھ جو دیگر صحابہ تھے کہنے لگے' ہاں' امیر المومنین! ان حضرات میں فیصلہ فرما دیجیے اور ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے بےفکر کر دیجیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' اچھا' تو پھر ذرا ٹھہریے اور دم لے لیجیے میں آپ لوگوں سے اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' جو کچھ ہم (انبیاء) چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خود اپنی ذات گرامی بھی تھی۔ ان حضرات نے تصدیق کی' کہ جی ہاں' بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ اب عمر رضی اللہ عنہ، علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف مخاطب ہوئے' ان سے پوچھا۔ میں آپ حضرات کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا آپ حضرات کو بھی معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے یا نہیں؟ انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک ایسا فرمایا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں آپ لوگوں سے اس معاملہ کی شرح بیان کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس غنیمت کا ایک مخصوص حصہ مقرر کر دیا تھا۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی دوسرے کو نہیں دیا تھا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی وما أفاء الله على رسوله منهم سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد قدیر تک اور وہ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص رہا۔ مگر قسم اللہ کی یہ جائیداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو چھوڑ کر اپنے لیے جوڑ نہ رکھی' نہ خاص اپنے خرچ میں لائے' بلکہ تمہی لوگوں کو دیں اور تمہارے ہی کاموں میں خرچ کیں۔ یہ جو جائیداد بچ رہی ہے اس میں سے آپ اپنی بیویوں کا سال بھر کا خرچ لیا کرتے اس کے بعد جو باقی بچتا وہ اللہ کے مال میں شریک کر دیتے

(جہاد کے سامان فراہم کرنے میں) خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی زندگی میں ایسا ہی کرتے رہے۔ حاضرین تم کو اللہ کی قسم! کیا تم یہ نہیں جانتے؟ انہوں نے کہا بیشک جانتے ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں آپ حضرات سے بھی قسم دے کر پوچھتا ہوں' کیا آپ لوگ یہ نہیں جانتے ہیں؟ (دونوں حضرات نے جواب دیا ہاں جانتے ہیں) پھر عمر رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اٹھالیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں' اور اس لیے انہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مخلص) جائیداد پر قبضہ کیا اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مصارف کیا کرتے تھے' وہ کرتے رہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اس طرز عمل میں سچے مخلص' نیکوکار اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے پاس بلالیا اور اب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نائب مقرر ہوا۔ میری خلافت کو دو سال ہو گئے ہیں۔ اور میں نے بھی اس جائیداد کو اپنی تحویل میں رکھا ہے۔ جو مصارف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں کیا کرتے تھے ویسا ہی میں بھی کرتا رہا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے اس طرز عمل میں سچا' مخلص اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ پھر آپ دونوں میرے پاس مجھ سے گفتگو کرنے آئے اور بالاتفاق گفتگو کرنے لگے کہ دونوں کا مقصد ایک تھا۔ جناب عباس! آپ تو اس لیے تشریف لائے کہ آپ کو اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی میراث کا دعویٰ میرے سامنے پیش کرنا تھا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس لیے تشریف لائے کہ آپ کو اپنی بیوی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کا دعویٰ پیش کرنا تھا کہ ان کے والد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی میراث انہیں ملنی چاہیے' میں نے آپ دونوں حضرات سے عرض کر دیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما گئے کہ ہم پیغمبروں کی کوئی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پھر مجھ کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ میں ان جائیدادوں کو تمہارے قبضے میں دے دوں، تو میں نے تم سے کہا، دیکھو اگر تم چاہو تو میں یہ جائیداد تمہارے سپرد کر دیتا ہوں، لیکن اس عہد اور اس اقرار پر کہ تم اس کی آمدنی سے وہ سب کام کرتے رہو گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں کرتے رہے اور جو کام میں اپنی حکومت کے شروع سے کرتا رہا۔ تم نے اس شرط کو قبول کر کے درخواست کی کہ جائیدادیں ہم کو دے دو۔ میں نے اسی شرط پر دے دی، حاضرین کہو میں نے یہ جائیدادیں اسی شرط پر ان کے حوالے کی ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا، بیشک اسی شرط پر آپ نے دی ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، میں نے اسی شرط پر یہ جائیدادیں آپ حضرات کے حوالے کی ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا بیشک۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر مجھ سے کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو؟ (کیا جائیداد کو تقسیم کرانا چاہتے ہو) قسم اللہ کی! جس کے حکم سے زمین اور آسمان قائم ہیں میں تو اس کے سوا اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔ ہاں! یہ اور بات ہے کہ اگر تم سے اس کا انتظام نہیں ہو سکتا تو پھر جائیداد میرے سپرد کر دو۔ میں اس کا بھی کام دیکھ لوں گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 4577، صحیح بخاری: 3094، سنن ترمذی: 1610، سنن نسائی: 4148، سنن ابو داؤد: 2963)

تو یہ مالی وراثت کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا پیغمبرانِ کرام کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے وَلٰكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ وہ وارث بناتے ہیں تو علم کا وارث بناتے ہیں فَمَنْ أَخَذَهٗ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ جو علوم دینیہ حاصل کر رہا ہے وہ پیغمبرانِ کرام کی بہت بڑی میراث حاصل کر رہا ہے۔ (اصول کافی: 32/1 باب صفة العلم و فضلہ)

رہ گیا یہ مسئلہ کہ تین وراثتیں ہیں ایک وراثت سیاست کی ہے وہ حضرت صدیق رضی اللہ

عنہ کے پاس ہے تو کیا ولایت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس نہیں تھی یہ نقشبندی سلسلہ براہِ راست حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا ہے تو ولایت کوئی نہیں ؟ نبی کریم ﷺ کے بعد پہلے غوثِ اعظم حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تیسرے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، چوتھے مولائے مرتضیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ ہیں تو یہ کہنا کہ وہ ولایت کے وارث نہیں ہیں سیاست کے وارث ہیں یہ بات غلط ہے پھر اسلام میں سیاست، دین اور ولایت یہ الگ الگ چیزیں نہیں ہیں نبی پاک ﷺ میں حکومت اور نبوت اکٹھی ہوگئی ہے تو بعد والے حضرات میں حکومت اور ولایت اکٹھی نہیں ہوسکتی؟ حضرت سلیمان علیہ السلام میں نبوت اور حکومت اکٹھی ہوئی کہ نہیں اور حکومت بھی بے مثال کہ

لَا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ [سورۃ ص آیت:35]

ترجمہ: میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو حکومت ملی بظاہر اور کسی کو ایسی حکوت نہ ملی اور نہ ملے گی حضرت سلیمان علیہ السلام نبی بھی ہیں حاکم بھی ہیں تو اس لیے یہ تقسیم کرنا غلط بات ہے ہر صحابی اپنی اپنی شانِ کے لائق نبی کریم ﷺ کے کمالات کا، آپ کے فیوضات و برکات کا امین ہے۔

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کے آگے جھولی پھیلاؤ گے وہ اپنے انوار و تجلیات سے تمہاری جھولیاں بھر دیں گے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ . قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنَ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. وَقَالَ: أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ۔

(الشفا بأحوال المصطفى للقاضي عياض ((القسم الثاني: فيما يجب على الأنام من حقوقه ....)) الباب الثالث: في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره...، رقم الحديث: 61، الحكم: إسناده حسن)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے بعد ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا اور کہا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند

ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ ❶ مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ولایت کے لحاظ سے بے شک آپ کے خلیفہ بلافصل ہیں لیکن ہر صحابی جن میں یہ صلاحیتیں استعدادیں موجود تھیں وہ سارے ہی خلیفہ بلافصل ہیں ان میں بالفصل کون ہے سارے ہی بلافصل ہیں اور یاد رکھو صحابی کے قدموں کی جو دھول ہے بعد والے لاکھوں غوث قطب ہوں تو وہ اس دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتے چہ جائیکہ صحابی کے برابر ہوں۔

◆ اس حدیث کے رجال تمام کے تمام ثقہ ہیں القاضي أبو علي الحسين بن محمد الصدفي ان کے بارے میں امام ذہبی کا کہنا ہے کہ ال إمام العلامة الحافظ، برع في الحديث متنا و إسنادا مع حسن امام علامہ الحافظ جن کی حدیث متن وسند کے لحاظ سے حسن ہوتی ہے أَبُو الْحُسَيْنِ المبارك بن عبد الجبار الطيوري ان کے بارے میں ابن حجر اور امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ثبت ہیں وَأَبُو الْفَضْلِ أحمد بن الحسن البغدادي ان کے بارے میں یحی بن معین السمعانی اور امام ذہبی کہتے ہیں کہ ثقہ حافظ تھے أبو يعلى أحمد بن عبد الواحد البغدادی خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں حسن تھے أَبُو عَلِيٍّ السِّنْجِيُّ الحسن بن محمد السنجی خطیب بغدادی کہتے ہیں یہ بڑے شیخ تھے اور ثقہ تھے مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ محمد بن أحمد المحبوبی یہ امام ترمذی کے شاگرد ہیں ان کے بارے میں امام حاکم صاحب مستدرک اور امام ذہبی کا کہنا ہے کہ یہ ثقہ حافظ تھے محمد بن عیسی الترمذی یہ امام ترمذی ہیں صاحب السنن الترمزی جن کے حفظ وثقات میں کوئی شک نہیں ہے الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الواسطی ان کے بارے میں امام احمد کہتے ہیں کہ ثقہ ہیں سنت کے پیرو ہیں اور ابو حاتم و ابن حجر کہتے ہیں صدوق ہیں سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ یہ ثقہ و امام ہیں زائدة بن قدامة الثقفی ابو حاتم، امام نسائی، ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ امام ذہبی، ابو حاتم، ابن حجر نے اس کی توثیق کی ہے رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ ابن سعد، ذہبی، ابن حجر نے اسے ثقہ کہا ہے حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ یہ صحابیٔ رسول ہیں جن کی عدالت پر شک کرنا ہی نقص ایمان کی نشانی ہے۔ اگر اس حدیث کو مقبول ہونے کے باوجود کوئی ضیعف ہی کہتا ہے تو بھی یہ حدیث صرف ضعیف ہی ہوگی اس کا متن پھر بھی صحیح ہے کیوں کہ ایک اور صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ستاروں کی مانند کہا گیا ہے، ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ باب بيان أن بقاء النبي ﷺ أمان لأصحابه: عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْنَا الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قُلْنَا: لَوْ جَلَسْنَا حَتَّى نُصَلِّيَ مَعَهُ الْعِشَاءَ، قَالَ: فَجَلَسْنَا فَخَرَجَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: مَا زِلْتُمْ هَاهُنَا؟ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، صَلَّيْنَا مَعَكَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ قُلْنَا نَجْلِسُ حَتَّى نُصَلِّيَ مَعَكَ الْعِشَاءَ، قَالَ: أَحْسَنْتُمْ أَوْ أَصَبْتُمْ، قَالَ: فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَكَانَ كَثِيرًا مِمَّا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي،

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جنہوں نے ملوکیت کو خلافت میں تبدیل کیا تھا ان کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ (جن کا نام لے کر بارش کی دُعا کرو تو اللہ بارش عطا کردے) عظیم محدث ہیں ان سے پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں جو جہاد کیے، جنگیں لڑیں ان کے گھوڑے کی ناک میں جو گردو غبار پڑی عمر بن عبد العزیز جیسے سینکڑوں ان کے گھوڑے کی ناک میں پڑنے والی غبار کی بھی برابری نہیں کر سکتے۔ اس لیے باقی ولی اور غوث قطب کی اس مرتبے اور منصب کے مقابل حیثیت ہی کوئی نہیں جو نبی پاک ﷺ کے دیدار کی خاطر ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نصیب ہوا ہے۔

سوال: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس باغِ فدک مانگنے گئی تھیں یا نہیں گئی تھیں؟

جواب: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا آپس میں کیا رشتہ ہے حضرت صدیق نانا ہیں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نواسی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں کہ نہیں۔

- فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:6466)

ترجمہ: سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ ہم نے مغرب کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھیں تو بہتر ہوگا۔ پھر ہم بیٹھے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہیں بیٹھے رہے ہو؟

ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھی، پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء کی نماز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھیں تو بہتر ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا یا ٹھیک کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے، پھر فرمایا کہ ستارے آسمان کے بچاؤ ہیں، جب ستارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات کا وعدہ ہے وہ آجائے گی (یعنی قیامت آجائے گی اور آسمان بھی پھٹ کر خراب ہوجائے گا)۔ اور میں اپنے اصحاب کا بچاؤ ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ اور فساد اور لڑائیاں)۔ اور میرے اصحاب میری امت کے بچاؤ ہیں۔ جب اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی اختلاف وانتشار وغیرہ)

. اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَ اَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ ط

ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ [سورۃ الاحزاب آیت: 6]

تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنی ماں، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنی بیٹی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے نانا بنے کہ نہیں۔ پھر نانے اور نواسی کا مسئلہ ہے اگر نواسی نانے سے کوئی چیز مانگے اور نانا حقیقتِ حال واضح کردے اس میں شور مچانے کی ضرورت کیا ہے یہ نانے اور نواسی کا معاملہ ہے۔

رہ گیا یہ مسئلہ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدک نہیں دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں دیا اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ مجرم ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مجرم ہیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ دینے کے باوجود مجرم نہیں تو پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مجرم نہیں۔ جو راستہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے وہی راستہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے جب صدیق کی تائید باب مدینۃ العلم کر رہے ہوں پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات کو نشانہ کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ اگر خدا ہمارے صدر کو توفیق دے یہ انڈیا پہ حملہ کردے، انڈیا والے کہیں یہ دو ضلعے ہم سے لے لو لیکن جنگ نہ کرو ہم تمہارے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے اب وہ دو ضلعے پرویز مشرف صاحب اپنے نام لگا لیں گے یا قومی ملکیت ہوں گے ملکِ پاکستان کا حصہ بنے گا بس یہی بات ہے۔

نبی کریم ﷺ فوجوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔ باقی بیوقوفی انہوں نے کی وہ لڑ پڑے زمین بھی گنوا بیٹھے، سونے چاندی درہم و دینار بھی دے بیٹھے، عورتوں کو لونڈیاں بنوا بیٹھے، بچوں کو بھی غلام بنوا بیٹھے، جانیں بھی گنوا بیٹھے انہوں نے سمجھ داری سے کام لیا ہم سے لڑائی نہیں ہو سکتی آدھا علاقہ ہم سے لے لو اور ہم سے صلح کر لو اب آدھا علاقہ جو انہوں نے دیا یہ قومی ملکیت ہے یہ نبی کریم ﷺ کی ذاتی جائیداد نہیں اس پر انتظامی قبضہ آپ کا ہے، مالکانہ قبضہ آپ کا نہیں ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ پہلے نبی پاک ﷺ کے قبضے میں تھی پھر جو بھی آپ کے بعد امام بنا اس کے تصرف میں ہو گی۔ اس سے اہلِ بیت کے خرچے بھی پورے کرے گا جو بچ جائے گی اس سے جہاد کی تیاری کا سامان خریدے

گا۔ یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پہلے میں تمہارے خرچ پورے کروں گا جو بچ جائے گا اس کو جہاد کی تیاری کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ رَضِیَتْ بِذٰلِکَ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کے راضی ہوگئیں۔

(البدایۃ والنھایۃ: 6/ 33 نیز دیکھئے العواصم من القواصم: ص 38) درۃ نجفیہ شرح نہج البلاغہ (الدرۃ النجفیہ صفحہ 331، 332 مطبوعہ ایران) میں موجود ہے ابن میثم شرح نہج البلاغہ (شرح نہج البلاغ، جلد 5، صفحہ 7، از ابن میثم البحرانی مطبوعہ تہران) میں یہ موجود ہے سنن بیہقی میں یہ روایت موجود ہے۔

(شرح نهج البلاغة، لابنِ ابی الحدید جلد 4، صفحه 44، شرح نهج البلاغة، لابنِ میثم البحرانی جلد 5، صفحه 107، الدرۃ النجفیة صفحه 332، شرح النهج البلاغه، جلد 5، صفحه 960، فارسی لعلی نقی، مطبوعه تهران)

طلاق کے مسائل

سوال: اگر خاوند پاگل ہو تو بیوی نکاح فسخ کرا سکتی ہے کہ نہیں؟

جواب: اگر لڑکے کے ٹھیک ہونے کی امید ہو تو پھر نکاح فسخ نہیں کرانا چاہیے اگر امکان ختم ہو جائے امید نہ ہو تو پھر حکم، ثالث مقرر کر لیا جائے وہ نکاح کالعدم کرا دے یا یہ ہو سکتا ہے کہ عدالتی کاروائی کے ذریعے جج نکاح کالعدم کر دے۔ مجنون پاگل کے بارے میں یہ حکم ہے۔

ایک نکاح فسخ ہوتا ہے ایک خلع ہوتی ہے خلع طلاق ہے وہ خاوند دے سکتا ہے جج نہیں دے سکتا۔ ایک ہے نکاح توڑنا، کالعدم کرنا اس کو فسخ کہا جاتا ہے ایسی صورت حال میں جج، قاضی یا حکم کو اختیار ہے وہ نکاح کو کالعدم کر سکتا ہے جب تک وہ کالعدم نہ کریں نکاح ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ نکاح اس کے بچے کا ہے باپ کا نہیں۔ باپ طلاق نہیں دے سکتا اور بیٹا چونکہ پاگل ہے وہ بھی طلاق نہیں دے سکتا اب قاضی بچے کی طرف سے نائب بن کے اس نکاح کو کالعدم کرے گا اس کو فسخ کہا جاتا ہے یہ فسخ ہو سکتا ہے۔

جو طلاق جج دیتا ہے وہ خلع نہیں ہوتی، یہ غلط طریقہ ہے لیکن جہاں نکاح ختم کرنا ہو، فسخ کرنا ہو جائز شرعی صورتیں ہوں جن میں یہ بھی ہے یہ ہو سکتا ہے۔

سوال: جس عورت کو عدالت کے ذریعے طلاق ہو جائے اور شوہر موجود نہ ہو تو کیا وہ آگے نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: دوسرے فریق کا بلانا ضروری ہے اس کے بلائے بغیر نکاح فسخ بھی نہیں کیا جا سکتا ہے اور خلع بھی نہیں ہو سکتی مثلاً ایک عورت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میرا خاوند میرے کام کا نہیں ہے میرا خاوند نامرد ہے کمزور ہے اب جج کا کام ہے اس کو سال مہلت دے کہ تُو اپنا علاج کرا۔ پھر سال کے بعد چیک کرے کہ آیا یہ میاں بیوی والا تعلق قائم کرنے پر قادر ہے یا نہیں ہے جب چیک کرنے کے بعد بھی پتہ چلے کہ واقعی وہ اس قابل نہیں ہے اب وہ نکاح فسخ کر سکتا ہے اگر کوئی پوچھے ہی نہ مدعا علیہ سے تو ایسے ہی فسخ ہو جائے یا ویسے ہی خلع ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور عام

طور پر جو خلع ہو رہی ہے یہ غلط ہو رہی ہے کیونکہ خلع طلاق ہے طلاق خاوند دے سکتا ہے جج نہیں دے سکتا۔ جس کا نکاح ہے طلاق بھی وہی دے گا جب نکاح خاوند کا ہے جج کا نہیں ہے تو طلاق جج کیسے دے سکتا ہے نبی پاک ﷺ شریعت کے اندر مختار ہیں پوری کائنات کے اندر مختار ہیں اپنے غلاموں کی جانوں کے مالک ہیں ان کی خلع کرائی تو جو بیوی کا خاوند تھا اسے کہا کہ تُو طلاق دے خود طلاق نہیں دی اس کو فرمایا کہ تُو طلاق دے عورت کا نام جمیلہ ہے خاوند کا نام ثابت ابن قیس شماس ہے اس کو فرمایا تُو باغ دے دے جو مہر میں لیا ہے اس کے شوہر کو فرمایا تُو طلاق دے دے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِيْنٍ، وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ، وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی (جمیلہ بنت اُبی بن سلول، جو عبداللہ بن اُبی منافق کی بہن تھی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ البتہ میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی۔۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے مہر میں دیا تھا) واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ثابت رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ باغ قبول کرلو اور انہیں طلاق دے دو۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 5273، سنن نسائی: 3493، سنن ابو داؤد: 2229، سنن ترمذی: 1158)

اگر نبی پاک ﷺ اتنے مختارِ کائنات ہونے کے باوجود خود طلاق نہیں دے سکتے تو پھر جج کتنا طاقتور ہے اور نبی پاک ﷺ سے بڑھ کر اختیارات کا مالک ہے کہ وہ طلاق دیتا ہے۔

تعویزات کے مسائل

سوال: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جھاڑ پھونک تعویز گنڈے یہ سب شرک ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کے گلے میں تعویز وغیرہ کاٹ دے تو اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا؟

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ثالثی قبول کی تو خارجیوں نے فتویٰ لگایا کہ تُو مشرک ہو گیا ہے۔ کیوں! اس لیے کہ

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ [سورۃ یوسف آیت:40]

حکم تو اللہ کا ہے تم نے ثالثوں کا حکم (غیر اللہ کا حکم) ماننا قبول کر لیا ہے تُو تو مشرک ہو گیا ہے تو مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا: كَلِمَةُ الْحَقِّ أُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِل آیت برحق ہے لیکن جو معنیٰ بیان کیا گیا ہے وہ باطل ہے یہ معنیٰ نہیں ہے۔ جاہلیت کے دور میں جو تعویز گنڈے چلتے تھے ان میں شرکیہ الفاظ موجود تھے کفریہ کلمات موجود تھے اس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ ایسے الفاظ جن کے معنیٰ نہ پتہ چلیں جو جاہلیت کے اندر مروّج تھے وہ چھوڑ دیے جائیں اور جو اس طرح کے تعویز گلے میں ڈالے ان کو اُتار کر پھینک دیا جائے یہ نہیں کہ قرآن کی آیتیں لکھی ہوں نبی پاک ﷺ کی حدیثیں لکھی ہوں تو اُن کو بھی اُتار کر پھینک دیا جائے نبی کریم ﷺ خود حسنین کریمین کو أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ کے ساتھ دم فرماتے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُوْلُ: إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لیے (خصوصی طور پر) کلمات تعوذ کے ساتھ دم فرماتے تھے اور فرماتے کہ تمہارے جد امجد (ابراہیم علیہ السلام بھی) اپنے دونوں صاحبزادوں اسماعیل و اسحاق (علیہما السلام) کے لیے ان کلمات کے ساتھ تعوذ کرتے تھے: میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے ہر (وسوسہ اندازی کرنے والے) شیطان اور بلا سے اور ہر نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 3191، سنن ابو داؤد: 4737، سنن ابن ماجہ: 3525)

صحابہ کی جماعت سفر میں تھی ایک ڈیرے پہ گئے اور کہا ہم بھوکے ہیں کھانا دو، روٹی دو انہوں نے انکار کر دیا یہ چلے گئے اتفاق ایسا ہوا کہ ان کے ایک بندے کو سانپ نے ڈس لیا اب وہ دوڑے کہ یہاں فقیر درویش لوگ پھر رہے تھے ان کے پاس جاؤ کوئی دم درود کوئی تعویز وغیرہ وہ دیں تاکہ بندہ بچ جائے یہ پیچھے دوڑے۔ ایک صحابی نے کہا ٹھیک ہے میرے پاس دم ہے لیکن ہم نے روٹی مانگی تم نے نہیں دی اب مفت میں دم ہم بھی نہیں کرتے تیس بکریاں لگیں گی پھر دم کروں گا تیس بکریاں یہاں کھڑی کر دو تو دم کروں گا مریض ٹھیک ہو گیا تو لے لوں گا نہ ٹھیک ہوا تو نہیں لوں گا انہوں نے بکریاں الگ کر کے کھڑی کر دیں انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھ کے دم کیا وہ فوراً ٹھیک ہو گیا بکریاں حاصل کیں اور دوستوں کے پاس پہنچ گیا۔ یہ لو ساتھیو! ذبح کرو بھونو اور کھاؤ، مزے اڑاؤ بعض نے کھایا اور بعض نے کہا یہ تو قرآن کا معاوضہ ہے قرآن کا بدلہ ہے ہم تو نہیں کھاتے۔ اس صحابی نے کہا میری تو ہے محنت، میں تو کھاؤں گا تم نہیں کھاتے تو نہ کھاؤ میری مہربانی تھی میں نے تمہیں حصہ دار بنا لیا ورنہ تمہاری تو محنت نہیں، محنت تو میری ہے جب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو معاملہ عرض کیا تو سرکار ﷺ نے فرمایا: فاتحہ یاد میں کرائی اور کمایاں تم کرو۔ میرا حصہ کوئی نہیں، مقصد دل جوئی تھا یہ نہیں کہ یہ چیز صرف فتویٰ کے مطابق جائز ہے بلکہ تقویٰ کے مطابق بھی جائز ہے کہ مجھ جیسا متقی بھی اس کو استعمال کرنا جائز سمجھتا ہے اس لیے نہ یہ فتوے کے خلاف ہے اور نہ تقوے کے خلاف ہے لہٰذا یہ کہنا کہ دم وغیرہ ناجائز تھا یہ بات غلط ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: " أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوْهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولٰئِكَ، فَقَالُوْا: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ، فَقَالُوْا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُوْنَا وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوْا لَهُمْ قَطِيْعًا مِنَ الشَّاءِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ، وَيَتْفِلُ، فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ، فَقَالُوْا: لَا نَأْخُذُهُ حَتّٰى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلُوْهُ فَضَحِكَ، وَقَالَ: وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ خُذُوْهَا وَاضْرِبُوْا لِي بِسَهْمٍ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ درحالت سفر عرب کے ایک قبیلہ پر گزرے۔ قبیلہ والوں نے ان کی ضیافت نہیں کی کچھ دیر بعد اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا، اب قبیلہ والوں نے ان صحابہ سے کہا کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی دوا یا کوئی جھاڑنے والا ہے۔ صحابہ نے کہا کہ تم لوگوں نے ہمیں مہمان نہیں بنایا اور اب ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لیے اس کی مزدوری نہ مقرر کردو۔ چنانچہ ان لوگوں نے چند بکریاں دینی منظور کرلیں پھر (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ) سورۃ فاتحہ پڑھنے لگے اور اس پر دم کرنے میں منہ کا تھوک بھی اس جگہ پر ڈالنے لگے۔ اس سے وہ شخص اچھا ہوگیا۔ چنانچہ قبیلہ والے بکریاں لے کر آئے لیکن صحابہ نے کہا کہ جب تک ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لیں یہ بکریاں نہیں لے سکتے پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوگیا تھا کہ سورۃ فاتحہ سے دم بھی کیا جا سکتا ہے، ان بکریوں کو لے لو اور اس میں میرا

بھی حصہ لگاؤ۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 5736، صحیح مسلم: 5733، سنن ترمذی 2063، 2064، سنن ابن ماجہ: 2165)

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں تھیں تو کہا گیا کہ ان کے لیے کوئی جائیداد وغیرہ بنالو فرمایا میں نے ان کو سورت واقعہ یاد کرادی ہے یہ روز پڑھ لیا کریں گی تو اللہ تعالیٰ ان کو غنی رکھے گا محتاج نہیں دے گا۔ (تفسیر قرطبی: جز،17، ص:194)

وہ خود دَم کے قائل ہیں جو جاہلیت کے دم ہیں ان سے روکا گیا ہے نہ کہ قرآن وحدیث کے دموں سے روکا گیا ہے قرآن وحدیث کا دم سرکار ﷺ نے خود بتایا۔ کسی کو پھوڑا نکلا ہو تو نبی کریم ﷺ کا حکم ہے:

بِاسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔

ترجمہ: اللہ عزوجل کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہمارے بعض کے لُعاب (تھوک) سے ہمارا بیمار، رب عزّوجلّ کے حکم سے شفا پائے گا۔

عَنْ عَائِشَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانَ مِمَّا يَقُوْلُ لِلْمَرِيْضِ بِبُزَاقِهِ بِإِصْبَعِهِ: بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا ، لِيُشْفَى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی میں تھوک لگا کر بیمار کے لیے یوں کہتے: بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفَى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا "اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی سے، ہم میں سے بعض کے لعاب سے ملی ہوئی ہے تاکہ ہمارا مریض ہمارے رب کے حکم سے شفا پا جائے۔

(صحیح بخاری: 5745، 5746، صحیح مسلم: 2194، سنن ابو داؤد: 3895، سنن ابنِ ماجہ: 3521، مسند احمد: 6/93)

اس طرح کے کئی دم نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔ یہ جہالت کا مظاہرہ ہے یہ بیچارے بھی سچے ہیں نبی کریم ﷺ نے ان کی نشانی کیا بیان کی تھی یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ یہ خارجی ٹولہ قرآن پڑھے گا لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اُوپر اُوپر ہی رہے گا۔ کیوں! اس لیے کہ نیچے سینے تک جائے تو دل تک پہنچے پھر بندہ اس پر غور بھی کرے، سوچے بھی سہی اس کی حقیقت تک پہنچے بھی سہی۔ جب دل کی طرف اس نے جانا ہی نہیں تو یہ غور کر ہی نہیں سکتے اور حقیقتِ حال سے آگاہی ان کو ہو ہی نہیں سکتی۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ: بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ بِالْيَمَنِ، بِذَهَبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ، وَعُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي كِلَابٍ، وَزَيْدُ الْخَيْرِ الطَّائِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي نَبْهَانَ. قَالَ: فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ، فَقَالُوا: أَتُعْطِي صَنَادِيدَ نَجْدٍ وَتَدَعُنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي إِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ " ، فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ: اتَّقِ اللهَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَنْ يُطِعِ اللهَ إِنْ عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي". قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فِي قَتْلِهِ، يُرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا، قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ

كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔

ترجمہ: سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا مٹی میں ملا ہوا (یعنی کان سے جیسا نکلا تھا ویسا ہی تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں میں بانٹا، اقرع بن حابس اور عیینہ بن بدر اور علقمہ بن علاثہ عامری اور ایک شخص بنی نبہان سے اور اس پر قریش بہت جلے اور کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ان کو اس لیے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو۔“ اتنے میں ایک شخص آیا کہ اس کی داڑھی گھنی تھی، گال پھولے ہوئے تھے آنکھیں گڑھے میں گھسی ہوئی تھیں ماتھا اونچا تھا سر منڈا ہوا تھا اور اس نے آ کر کہا: اللہ سے ڈر، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر میں نافرمانی کروں گا تو پھر اللہ تعالیٰ کی کون اطاعت کرے گا (معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین والوں پر امانتدار مقرر فرمایا اور تم لوگ امانتدار نہیں جانتے۔“ پھر وہ آدمی پیٹھ موڑ کر چلا گیا اور ایک شخص نے اجازت مانگی قوم میں سے اس کے قتل کی۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اس کی اصل میں سے ایک قوم ہے کہ وہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا اور اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اسلام سے ایسا نکل جاتے ہیں جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے۔ اگر میں ان کو پاتا تو ایسا قتل کرتا جیسے عاد قتل ہوئے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 2451)

(یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

ندائے یارسول اللہ کا بیان:

سوال: نبی کریم ﷺ کو "یا محمد" کہہ کر پکارنا جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی ان الفاظ سے پکارے تو اس کا مطلب ہے اوئے محمد۔ یہ بے ادبی اور گستاخی بنی اور نبی پاک ﷺ کی کوئی قصداً بے ادبی کرے تو کافر ہو جاتا ہے؟

جواب: اگر اوئے کرنا کفر ہے تو یا حبیب اللہ یا نبی اللہ میں بھی تو وہی اوئے والا ترجمہ ہو جائے گا اوئے والا ترجمہ نہ کرو۔ اے والا ترجمہ کرلو۔ اوئے اور اے میں بڑا فرق بن جاتا ہے اوئے چھوٹے کو کہا جاتا ہے بڑا ہو تو پھر اے کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے۔ جبریل امین نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں وہ سوال کرتے جا رہے ہیں نبی پاک ﷺ جواب دیتے جا رہے ہیں۔

يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتاؤ۔

يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ اے محمد! مجھے ایمان کے بارے میں بتاؤ۔

يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ اے محمد! مجھے احسان کے بارے میں بتاؤ۔ قیامت کے بارے میں بتاؤ، قیامت کی علامتوں کے بارے میں بتاؤ۔ ہر بار "یا محمد" کہہ کے پکارا اب یہاں شاگردوں نے علماء کے سامنے سوال یہ اُٹھایا کہ وہی جبریل یہ آیت بھی لے آیا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ [سورۃ النور آیت:63]

میرے نبی کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو اللہ منع کر رہا ہے اور جبریل وہی آیت خود لے آیا۔ نبی کریم ﷺ کو عام لوگوں کے انداز میں مت پکارو اور خود ہی خلاف ورزی کر رہا ہے یا مُحَمَّد بار بار کہہ رہا ہے تو کیا وجہ ہے تو علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ ایک ہے محمد صرف نام سمجھ کر اس کو زبان پر لے آنا اور ایک ہے محمد کے اندر جو معنوی وسعت ہے وہ سامنے رکھ کے پھر یا مُحَمَّد پکارا جائے تو اب یارسول اللہ یا حبیب اللہ میں بھی نبی پاک ﷺ کا اتنا کمال ظاہر نہیں ہوتا جتنا کہ "یا محمد" سے ظاہر ہوتا ہے۔ "یا محمد"

لغوی معنیٰ کے لحاظ سے کیا ہے کہ اے وہ ذات جو ہر زمانے میں تعریف کی جانے والی ہے ہر زبان پر تعریف کی جانے والی ہے اور ہر وصفِ کمال کے ساتھ تعریف کی جانے والی ہے اب محمد کا معنیٰ بنے گا۔

يَا مَنْ يُّحْمَدُ حَمْداً بَعْدَ حَمْدٍ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ عَلٰى كُلِّ لِسَانٍ بِكُلِّ وَصْفِ كَمَالٍ۔

اے وہ ذات جس کی بار بار تعریف ہوتی ہے ہر زمانے میں ہوتی ہے ہر زبان پہ ہوتی ہے اور ہر وصفِ کمال کے ساتھ ان کی تعریف کی جاتی ہے اب یہ سب صفتوں سے بڑی صفت بن جائے گی۔ اور سب کمالات سے جامع الکمالات نبی پاک ﷺ کا لقب بن جائے گا تو اس لیے جبریل معنوی حیثیت کو سامنے رکھ کے، معنوی عظمت کو سامنے رکھ کے کہہ رہے تھے لہٰذا جائز ہے تو ہمارے لیے بھی یہ بات متعین ہوگئی کہ کوئی "یا محمد" بایں معنیٰ کہے اے وہ ذات بار بار، ہر وقت، ہر زمانے میں، ہر زبان پر ہر وصفِ کمال کے ساتھ جن کی تعریف کی جاتی ہے تو یہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ سے بھی زیادہ اعلیٰ لقب ہے جامع لقب ہے لہٰذا اس طرح کہنا جائز ہے اسی طرح وسیلے کے مقام پر جس ذات کا وسیلہ پکڑا جا رہا ہے کوئی اس کی عظمت دل ودماغ میں ہو گی یا نہیں تو اس وقت "یا محمد" کوئی کہے تو چونکہ مقام بھی وسیلے کا ہے ان کے ساتھ اپنی نیازمندی محتاجی اور ان کے ذریعے جو کامیابی اور سرخروئی کا سامان کیا جا رہا ہے۔ پھر نبی پاک ﷺ کی عظمت دل میں ہوئی کہ نہ ہوئی وہ روکھے انداز سے نہیں پکار رہا وہ بڑی عظمت کو سامنے رکھ کے یا محمد کہہ رہا ہے یا محمد کہنا پھر بھی جائز ہے۔

ایک نابینا صحابی ہے وہ عرض کرتا ہے یا رسول اللہ میں بڑا پریشان ہوں آنکھیں نہیں ہیں مسجد نہیں جا سکتا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا راہ چلتے ہوئے ٹھوکریں لگتی ہیں میں زخمی ہوتا ہوں گر پڑتا ہوں دُعا کرو اللہ مجھے آنکھیں دے دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کی آنکھیں اللہ لے لے اور وہ صبر کرے اللہ اسے بڑا اجر عطا کرتا ہے تُو بھی صبر کر اور اعلیٰ اجر حاصل کر۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں بڑا تکلیف میں ہوں آپ ضرور دعا کریں اللہ مجھے آنکھیں عطا فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ وضو کرو دو رکعت

نفل پڑھو اور یہ دعا کرو۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَيُجَلِّي لِي عَنْ بَصَرِي ، اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ ، وَشَفِّعْنِي فِي نَفْسِي۔

یہ دُعا کر کہ:

ترجمہ: اے اللہ میں عیری طرف متوجہ ہوتا ہوں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی نبیؐ رحمت کے وسیلہ جلیلہ سے، اے محمد ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس حاجت میں کہ میری بینائی بحال ہو جائے اس بارے میں میں آپ کی ذات کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ اے اللہ ان کو میرا شفیع بنا اور میری حاجت پوری فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ سجدے میں گیا تھا تو اندھا تھا جب وسیلے کی دعا پڑھ کے سر اُٹھایا تو دونوں آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔

اب نبی کریم ﷺ نے خود دعا نہیں فرمائی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ میں نے مشورہ دیا تھا صبر کر، اس نے صبر نہیں کیا اس لیے ناراضگی کا اظہار کیا خود دعا نہیں فرمائی مگر میرے ناقص خیال میں یہ ناراضگی کا اظہار نہیں بلکہ اپنی عظمت کا اظہار ہے عنداللہ مقبولیت کا اظہار ہے کہ میرے دعا کرنے کی ضرورت نہیں تُو اللہ کے آگے میرا نام لے دینا اللہ تیرا کام کردے گا۔ تو پھر دعا فرماتے کسی ایک کا کام بنتا۔

آپ نے ایسا طریقہ بتا دیا کہ قیامت تک محتاج اور ضرورت منداس نسخے کو استعمال کر کے اپنی حاجتیں پوری کرا سکتے ہیں چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ دعا اپنے بیٹوں کو سکھائی، انہوں نے آگے اپنے بیٹوں کو سکھائی، انہوں نے پھر اپنے بیٹوں کو سکھائی اور جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تھی یہی دُعا کرتے تھے ان کی حاجتیں اللہ پوری فرما دیتا تھا۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ ، أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ: اُدْعُ اللهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي ، فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ ، فَقَالَ: اُدْعُهُ ، " فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ ، وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ ، وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ، يَا مُحَمَّدُ ، إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهِ لِتُقْضَى اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ ، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ . (اور بعض روایتوں میں یہ الفاظ ہیں قَالَ عُثْمَانُ : فَوَاللهِ مَا تَفَرَّقْنَا ، وَلَا طَالَ بِنَا الْحَدِيثُ حَتَّى دَخَلَ الرَّجُلُ وَكَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضُرٌّ قَط)

ترجمہ: عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کی دعا فرما دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے آخرت کی بھلائی چاہوں جو بہتر ہے، اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں، اس شخص نے کہا: آپ دعا کر دیجیے، تب آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے، اور دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد یہ دعا کرے: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ، يَا مُحَمَّدُ ، إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهِ لِتُقْضَى اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ " اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو نبی رحمت ہیں، اے محمد! میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی جانب اس کام میں توجہ کی تا کہ پورا ہو جائے، اے اللہ! تو میرے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما"۔ ابو اسحاق نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 3578، سنن ابن ماجہ: 1385، سنن کبریٰ للنسائی: 10495)

تو یہاں بھی "یا محمد" کہا جا رہا ہے خود نبی پاک ﷺ نے سکھایا جن پر آیت اُتری جنہوں نے اس کا معنیٰ و مفہوم لوگوں کو سکھایا بتایا وہی یہاں سبق دے رہے ہیں کہ "یا محمد" کہہ کے میرا وسیلہ پکڑنا ہے تو وسیلے کے مقام میں نبی پاک ﷺ کی عظمت کا نقش دل و دماغ میں گہرا ہو گا یا نہیں ہو گا وہ عامیانہ انداز میں نہیں پکار رہا بڑے ادب و احترام کے ساتھ پکار رہا ہے لہٰذا ایں صورت بھی جائز ہے لیکن نام روکھے انداز سے لے، بے پرواہی کے ساتھ لے وہ بالکل ناجائز ہے ہمارا ابھی یہی نظریہ ہے اس صورت میں یارسول اللہ ، یانبی اللہ، یا حبیب اللہ کہنا چاہیے۔

اور کچھ لوگ کہتے ہیں "یا" کہہ کے تو پکارنا ہی شرک ہے لَا تَدْعُوْا الرَّسُوْلَ میرے رسول کو ندامت دو، یہ نہیں فرمایا لَا تُنَادُوْا الرَّسُوْلَ میرے رسول کو ندامت کرو، یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا عامیانہ انداز میں میرے رسول کو نہ پکارو، جو انداز ان کی شان کے لائق ہے اس انداز میں میرے رسول کو پکارو تو پھر جو فتویٰ دیتے ہیں کہ پکارنا ہی جائز نہیں ان کا فتویٰ اس آیت کی رو سے غلط ہے کیونکہ پکارنا منع ہوتا تو اللہ فرماتا:

لَا تَدْعُوْا الرَّسُوْلَ لَا تُنَادُوْا الرَّسُوْلَ۔

اللہ فرما رہا ہے پکارو تو سہی لیکن عامیانہ انداز میں نہ پکارو میرے محبوب کی جو انفرادی شان ہے اس کو ملحوظ رکھ کے آپ کی ذات کو پکارو۔ اور اب بھی تم اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پکار رہے ہو۔ جب کوئی اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه" کہے تو کہا جاتا ہے پیکری درود ہے فیصل آبادی درود ہے بریلی کا درود ہے لیکن اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ تو مدینہ والی فیکٹری کا تیار شدہ ہے بلکہ یہ لامکاں والی فیکٹری کا تیار شدہ ہے کیونکہ جب نبی کریم ﷺ معراج کی شب اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے جو تحفہ پیش کیا تو وہ تھا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ تو اللہ نے پھر جوابی طور پر تحفہ یہ عطا فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ تو یہ لامکان کی فیکٹری کا تیار شدہ سلام ہے اور مدینہ پاک میں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا:

اِذَا جَلَسَ اَحَدُکُمْ فِی التَّشَهُّدِ فَلْیَقُلْ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔

اس میں بھی پکارا جارہا ہے سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں لہٰذا نبی پاک ﷺ کو پکارنا جائز ہے لیکن ادب واحترام کے ساتھ پکارا جائے۔ "یا محمد" کہو پھر بھی پوری طرح ادب واحترام ملحوظ ہو تو یہ بھی جائز، وسیلے کی صورت میں بھی جائز ہے اور اس کی معنوی وسعت سامنے رکھ کر پکارو پھر بھی جائز ہے اور اگر وہ خیال نہیں ہے تو پھر یارسول اللہ یا حبیب اللہ یا نبی اللہ کے القابات کے ساتھ پکارا جائے۔

سوال: تم لوگ اذان سے پہلے تو درود وسلام پڑھتے ہو ہمارے چند سنی حضرات تکبیر واقامت سے پہلے بھی درود وسلام پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب: درود شریف پڑھنے پر بھی اعتراض ہے کہ اذان سے پہلے یا پیچھے جو درود پڑھتے ہو یہ کہاں سے ثابت ہے کیا دلیل ہے پہلی چیز تو یہ ہے کہ جب اللہ نے حکم دے دیا ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ اے ایمان والو! میرے نبی پر سلام بھیجو، درود بھیجو۔ پابندی نہیں لگائی کب بھیجو، کب نہ بھیجو تو پھر مطلب یہ ہوا کہ جب بھیجو جائز ہے پھر اللہ نے اپنا حوالہ دیا فرشتوں کا حوالہ دیا کہ میں بھی ہر وقت درود بھیجتا ہوں میرے فرشتے بھی ہر وقت درود بھیجتے ہیں پہلے اپنا حوالہ دیا پھر کہا ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ اے ایمان والو آپ ﷺ پر درود بھیجو سلام بھیجو تو پھر درود کے حوالہ کی رُو سے کیا نتیجہ نکلے گا کہ اللہ چاہتا ہے کہ ہر وقت ایمان والے میرے حبیب پر درود وسلام بھیجتے رہیں۔ میں ان کا خالق ہوں مالک ہوں میں ہر وقت درود بھیجتا ہوں تو یہ تو اُمّتی ہیں غلام ہیں ان کے محتاج ہیں ان کا زیادہ حق بنتا ہے کہ ہر وقت درود بھیجا کریں حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں جو وقت فالتو ہے اس میں کچھ وظیفے پڑھنا چاہتا ہوں ان میں آپ کا درود پاک بھی ہے آپ فرمائیں کتنا وقت آپ (ﷺ) پر درود پاک کے لیے مختص کروں اور باقی وقت میں دوسرے وظیفے پڑھوں فرمایا تیری مرضی میں کیوں پابند کروں تجھے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم چوتھا حصہ وقت کا آپ پہ درود پڑھنے میں گزاروں تو تین چوتھائی باقی وظائف میں ٹھیک ہے فرمایا تیری مرضی۔

فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ لیکن اگر زیادہ وقت دے تو وہ تیرے لیے اور بہتر ہے عرض کیا

حضور تہائی وقت آپ پر درود میں دو تہائی باقی وظائف میں ٹھیک ہے فرمایا تیری مرضی فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ اگر زیادہ کرے تو اور بہتر ہے عرض کیا آدھا وقت درود میں آدھا وقت باقی وظائف میں ۔فرمایا اگر زیادہ کرے تو اور بہتر ہے انہوں نے عرض کیا اور وظیفہ کروں گا ہی کوئی نہیں ہر وقت آپ پر درود ہی درود پڑھتا رہوں گا: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا سارا وقت درود پڑھتے ہوئے گزار دوں گا فرمایا إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ تو ہر وقت مجھ پہ درود بھیجنے میں مصروف رہ اور میرے درود کی برکت سے اللہ ہر مشکل حل فرمادے گا ہر حاجت تیری پوری فرمادے گا اللہ بھی چاہے ہر وقت درود وسلام بھیجنا نبی پاک ﷺ بھی چاہیں کہ یہ ہر وقت مجھ پر درود وسلام بھیجیں۔

عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ، اذْكُرُوا اللهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ، قَالَ أُبَيٌّ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: مَا شِئْتَ، قَالَ: قُلْتُ: الرُّبُعَ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ، قُلْتُ: النِّصْفَ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ"، قَالَ: قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ، قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا، قَالَ: إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ۔

ترجمہ: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور فرماتے: لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، کھڑ کھڑانے والی آگئی ہے اور اس کے ساتھ ایک دوسری آ لگی ہے، موت اپنی فوج لے کر آگئی ہے۔موت اپنی فوج لے کر آگئی ہے"، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آپ پر بہت صلوٰۃ (درود) پڑھا کرتا ہوں سو اپنے

وظیفے میں آپ پر درود پڑھنے کے لیے کتنا وقت مقرر کر لوں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا تم چاہو"، میں نے عرض کیا چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے"، میں نے عرض کیا: آدھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، میں نے عرض کیا دو تہائی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، میں نے عرض کیا: پورے وظیفے میں آپ پز درود پڑھا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اب یہ درود تمہارے سب غموں کے لیے کافی ہوگا اور اس سے تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 2457، مسند احمد: 5/135)

پھر بھیجنے والے ہم ہیں تکلیف کسی اور کو کیوں ہوتی ہے اگر کوئی آپ ﷺ کا ثناء خوان ہے زبان کو نبی پاک ﷺ کے لیے حرکت میں نہیں لا سکتا تو نہ لائے دوسروں کو تو نہ روکے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ

صنم ہیں ڈوبے تو ہم
تم کو بھی لے ڈوبیں گے

کیونکہ ہم زیادہ ثواب حاصل نہیں کر سکتے تمہیں بھی نہیں لینے دیں گے روکنا بڑی بری بات ہے روکو اس فعل سے جو بُرا ہو جو اچھا فعل ہو اس سے روکنے کا کیا مطلب۔ پہلے رواج تھا جب جماعت کھڑی ہونے لگتی تھی تو خلیفہ وقت بادشاہ پہ سلام بھیجا جاتا تھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن تاکہ اسے پتہ چلے کہ جماعت کھڑی ہونے والی ہے اور وہ فوراً آئے۔ دفتری کام چھوڑ کے حاضر ہو با جماعت نماز پڑھے حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کا دور آیا اس نے سوچا کہ ہم کمینے کون ہیں کہ مسجدوں میں ہم پر سلام بھیجا جائے ہماری کیا حیثیت ہے یہاں کیوں نہ نبی پاک ﷺ کی ذات پر درود و سلام پڑھ دیا جائے تاکہ ہمیں پتہ بھی چل جائے کہ جماعت کھڑی ہونے والی ہے اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں صلوٰۃ و سلام بھی پیش ہو جائے۔

تو اس وقت کے علماء سے فتویٰ پوچھا گیا کہ یہاں درود وسلام رکھ دیا جائے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ تا کہ اطلاع بھی ہو جائے کہ جماعت تیار ہے اور خلیفہ وقت کی بجائے حضور ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام بھیجو تو ٹھیک ہے تو علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ اس وقت کے علماء نے فتویٰ دیا کہ یہ درود پڑھنا کارِ ثواب ہے کیوں! اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے ﴿وَافْعَلُوا الْخَیْرَ﴾ نیکی کا کام کرو اور درود سے بڑی نیکی کیا ہے لہٰذا ٹھیک ہے تو جو بھی نیکی کا کام ہے اس سے روکنا شیطان کا کام تو ہو سکتا ہے کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔

بدعت بدعت کی رٹ لگا دی جاتی ہے لیکن آپ کو ابھی پتہ ہی نہیں چلا کہ بدعت کیا ہے ہر نیا کام بدعت نہیں ہوتا بلکہ جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو بدعت اسے کہتے ہیں شرعی بدعت یہ ہے جو حرام ہے ممنوع ہے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو جو قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو عمومی طور پر ثابت ہو وہ مستحسن کام ہے کارِ ثواب ہے اس کی جملہ جزئیات جائز اور صحیح ہیں۔

رہبانیت قرآن کی نص کی رو سے بدعت ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا [سورۃ الحدید آیت: 27]

ترجمہ: اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا۔

عیسائی لوگ جنگلوں میں چھپر وغیرہ بنا کے وہاں بیٹھ جاتے الگ تھلگ وہاں بیٹھ جاتے نہ اچھا کھاتے نہ اچھا پیتے نہ اچھا پہنتے نہ شادیاں کرتے بالکل علیحدہ اللہ اللہ کرتے رہتے یہ رہبانیت ہے اس کو اللہ نے کیا کہا ہے کہ اس رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود اختیار کی ہم نے ان پر یہ بدعت لازم نہیں کی تھی۔ لیکن اس بدعت کے اختیار کرنے کے باوجود وہ راہب ولی بھی ہوتے تھے اور دعوے کے ساتھ اپنی کرامتیں بھی ظاہر کرتے۔

انہی راہبوں میں سے جریج ہے بخاری شریف مسلم شریف میں اس کا واقعہ موجود ہے اس کے خلاف ایک عورت نے الزام عائد کیا کنواری تھی زنا کیا حمل ٹھہر گیا لوگوں نے دیکھا پیٹ

بھاری۔ پوچھا تُو نے کیا کِیا ہے تیرا خاوند ہے، ہی کوئی نہیں اس نے کہا اس صوفی نے میری عزت لوٹی ہے حضرت جریج کا نام لیا حضرت جریج کو پکڑ لیا گیا آپ نے وضو کیا دو رکعت نفل پڑھے اور کہا اس عورت کو میرے سامنے لے آؤ جس نے مجھ پہ الزام عائد کیا ہے اسے لے آؤ۔ وہ سامنے آئی تو اس کے پیٹ میں بچہ تھا آپ نے پیٹ والے بچے کی طرف اشارہ کر کے کہا یَا بَابُوسُ مَنْ أَبُوْكَ او پیٹ والے بول کے بتا کیا تُو میرے نطفے سے ہے یا کسی اور کے نطفے سے۔ اندر سے وہ بچہ بولا، نہیں حضور میں آپ کے نطفے سے نہیں ہوں میں تو چرواہے کے نطفے سے ہوں تو بدعتی بھی ہے قرآن کی رُو سے تو رہبانت بدعت ہے وہ بدعتی بھی ہے مگر ولی بھی ہے اور دعوے کے ساتھ کرامت بھی ظاہر کر رہا ہے یہ تو بخاری شریف مسلم شریف کی روایت ہے۔

بخاری مسلم کی شروحات میں یہ ہے کہ آپ نے پوچھا میں نے کہاں تیرے ساتھ برائی کی اس نے کہا فلاں درخت کے نیچے فرمایا چلو اسی درخت سے پوچھ لیتے ہیں۔ اس درخت کے پاس جا کر اس کی ٹہنی پکڑ کر کہا اے درخت جس خدا نے تجھے پیدا کیا میں اس کے نام کا واسطہ دے کے پوچھتا ہوں کیا میں نے تیرے نیچے اس کے ساتھ برائی کی ہے درخت کی ہر ٹہنی ہر پتے ہر پھول سے ہر پھل سے آواز آئی نہیں نہیں آپ نے بُرائی نہیں کی اس سے فلاں چرواہے نے بُرائی کی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ: أُجِيْبُهَا أَوْ أُصَلِّي، ثُمَّ أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُوْمِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ، فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَهُ فَأَنْزَلُوْهُ وَسَبُّوْهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ، فَقَالَ: مَنْ أَبُوْكَ يَا

غُلَامُ؟ قَالَ: الرَّاعِي، قَالُوْا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ طِيْنٍ"

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے، جن کا نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (غصے میں) بددعا کر گئیں، اے اللہ! اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے کہا کہ جریج کو فتنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی، لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔ آخر لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ قوم کے لوگ جریج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔ لیکن جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ بول پڑا کہ چرواہا! کہا کہ ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ بنوادیں۔ جریج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:2482)

تو بدعتی بھی ہے اور ولی بھی ہے لیکن یہ تو پہلے خود سوچو بدعت کا معنیٰ کیا ہے یہ زمین بھی بدعت ہے آسمان بھی بدعت ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [سورۃ الانعام آیت:101]

ترجمہ: بے کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔

اسی بدعت پر تُو رہتا ہے اسی بدعت کے سائے میں رہتا ہے اسی بدعت پہ جو کچھ اُگتا ہے وہ تُو کھاتا ہے مرے گا تو اسی بدعت کے پیٹ میں تُو داخل ہو جائے گا تو بدعت کے بغیر تجھے چارہ

کیا ہے "بَدِیع" کا لغوی معنیٰ کیا ہے ایک چیز کا نہ پہلے مادہ ہو نہ ہیئت صورت ہو اس کو پیدا کرنا یہ "ابْدَاع" ہے اور وہ چیز بدعت ہے نئے سرے سے پیدا ہو رہی ہے یہ لغوی معنیٰ ہے اب یہ بدعت بولتے ہیں تو لغوی معنیٰ مراد لیتے ہیں اور حکم لگاتے ہیں تو شرعی معنیٰ بدعت کا لے لیتے ہیں۔ گھوڑے کی تصویر کھڑی ہو کوئی کہے یہ گھوڑا ہے ہر گھوڑا ہنہناتا ہے اب نتیجہ منطق کی رُو سے یہ نکالے کہ یہ ہنہناتا ہے غلط ہے یا صحیح ہے؟ یہ غلط ہے اس لیے کیونکہ یہ گھوڑا نہیں ہے یہ گھوڑے کی تصویر ہے تو مجازی طور پر لفظ بول دیا یہ گھوڑا ہے آگے جو کہا ہے وہ حقیقی گھوڑا مراد ہے ایک جگہ حقیقت ہے دوسری جگہ مجاز ہے اس لیے دھوکہ دے کے یہ غلط نتیجہ نکالا تو کہتے ہیں یہ بدعت کا لغوی معنیٰ نہیں لیا یہ نیا کام ہے۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے وہاں شرعی معنیٰ لے لیا یہ فراڈ ہے دھوکہ بازی ہے یہ بدعت ہے یہ اس کا لغوی معنیٰ ہے اور مطلب ہے۔ لغوی معنیٰ کے لحاظ سے بدعت واجب بھی ہو جاتی ہے یہ جو محراب ہیں یہ بدعت ہیں ہمارے امام صاحب ہمیشہ بدعت میں کھڑے ہوتے ہیں اور تم اسی بدعت کے پیچھے ہوتے ہو یہ مینار بدعت ہیں تو یہ بدعت مسجد میں داخل ہو چکی ہے تو سارے محراب ختم کرو سارے مینار ختم کرو۔ نبی کریم ﷺ کی مسجد میں کوئی محراب نہیں تھا کوئی مینار نہیں تھا یہ سب بعد میں بنے ہیں یہ بدعت ہے لیکن جائز ہے اب امام پیچھے ہٹ کے کھڑا ہو تو پوری صف کی جگہ بے کار ہو جائے گی مقتدی وہاں نہیں کھڑے ہو سکیں گے تو تھوڑی سی جگہ آگے بنائی تاکہ امام وہاں سما جائے پچھلی صف سے مقتدی فائدہ اُٹھا سکیں تو یہ جائز کام ہو گیا کوئی بدعت مستحب ہوتی ہے کوئی بدعت ہے جو واجب ہے علمِ کلام پڑھنا واجب ہے عقائد کے بارے میں اصولِ فقہ واجب ہے تو یہ جاہل لوگ ہیں اصل میں علوم سے آشنائی نہیں ہے بس رٹی رٹائی باتیں ہیں کسی نے کان میں ڈال دیں آگے بک بک شروع کر دی اور بدعت بدعت کے فتوے لگا کر مسلمانوں کو گمراہ کر ڈالا کافروں کو مومن تو نہیں کر سکتے ہیں لیکن مومنوں کو کافر ضرور بنائیں گے۔

کسی کے دروازے پہ جا کے دستک دیں آؤ مسجد میں اللہ و رسول کی باتیں کریں میں تو عیسائی ہوں، معاف رکھنا ہمیں پتہ نہیں تھا۔ وہ عیسائی ہے اسے تو تبلیغ کرنا تم پر زیادہ فرض ہے صرف مسلمانوں کو مسلمان کرتے ہو عیسائیوں کو کرو یہودیوں کو کرو مجوسیوں کو کرو وہاں کہتے ہیں

معاف رکھنا ہمیں پتہ نہیں تھا ہم عیسائی کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے یہودی کا دروازہ کھٹکھٹا بیٹھے یہ تبلیغ ہے۔ تو جہاں کفر ہے وہاں تبلیغ نہیں ہوتی جہاں پہلے ہی اسلام ہے وہاں تبلیغ ہو رہی ہے کیا مقصد ہے اس تبلیغ کا۔ تو بہر حال یہ جہالت کا مظاہرہ ہے ہر بدعت گمراہی ہے تو شرعی بدعت کیا ہے قرآن کے خلاف ہو حدیث کے خلاف ہو۔ ہمارا درود وسلام پڑھنا اذان سے پہلے یا اذان کے بعد کس آیت وحدیث کے خلاف ہے نبی کریم ﷺ کا حکم ہے جب اذان ہو تو کیا کرو۔ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ پھر مجھ پر درود بھیجو۔

فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا تم ایک بار درود بھیجو گے میرا رب تم پر دس بار درود بھیجے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی مرتبہ درود پڑھو جتنی دفعہ پڑھو گے اللہ دس دس گنا تمہیں اتنی رحمتوں سے نوازتا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ : أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ. فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ. ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ. فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً. صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا. ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِي الْوَسِيلَةَ. فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ. لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ. وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ. فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ. حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "جب مؤذن کی اذان سنو تو تم وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو کیونکہ وسیلہ دراصل جنت میں ایک مقام ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا اور جو کوئی میرے لیے وسیلہ (مقام محمود) طلب کرے گا اس

کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 849 ابو داؤد: 523، سنن ترمذی: 3614، سنن نسائی: 678)

اذان کے بعد درود و سلام پڑھنا نبی پاک ﷺ کا حکم ہے لوگ کہتے ہیں حضرت بلال نے پڑھا وہ ثابت کرو ہمارا تو ایمان ہے حضرت بلال نبی پاک ﷺ کے ہر حکم پہ عمل کرتے ہوں گے تمہارا کیا خیال ہے کہ صحابہ نبی پاک ﷺ کا حکم نہیں مانتے تھے وہ تو دعا بھی مانگتے تھے کیونکہ نبی پاک ﷺ کا حکم ہے پہلے درود بھیجو پھر دعا مانگو جو پہلے درود پڑھے گا اللہ ایک کے بدلے دس دس درود اس پہ بھیجے گا جو درود پڑھ کے دعا مانگے گا وہ میری شفاعت کا حق دار ہو جائے گا۔

ہمارا تو ایمان ہے صحابہ ضرور نبی پاک ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوں گے کوئی صحابی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا لیکن اگر آپ کا نظریہ ٹھیک ہو تو مطلب یہ نکلا کہ نبی پاک ﷺ نے حکم دیا لیکن صحابہ نے عمل نہ کیا پھر شیعہ ٹھیک کہتے ہیں کہ صحابہ (معاذ اللہ) نبی پاک ﷺ کی مخالفت کرتے تھے سرکار کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے تھے بغاوت کرتے تھے پھر تو شیعہ کا نظریہ ٹھیک ہو گیا حضرت بلال عمل نہ کریں ہم نبی پاک ﷺ کا حکم چھوڑ دیں ہمارے نبی حضرت بلال ہیں یا محمد رسول اللہ ہیں، وہ حکم دے رہے ہیں کہ مجھ پہ درود بھیجو اگر بلال نہیں بھیجتے تو نبی ہمارے بلال ہیں یا محمد رسول اللہ ہیں ہم نبی پاک ﷺ کا حکم مانیں گے یا بلال کے عمل کو ہدایت کا نمونہ بنائیں گے۔

ہمارا تو حسنِ ظن یہی ہے کہ حضرت بلال پڑھتے ہوں گے لیکن بقول تمہارے اگر حضرت بلال نہیں پڑھتے تھے تو ایک طرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل دوسری طرف نبی پاک ﷺ کا حکم ہو تو قاعدہ کیا ہے قانون کیا ہے اصولِ شریعت کیا ہے نبی پاک ﷺ کا حکم دیکھا جائے گا یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل دیکھا جائے گا اتنی جہالت کہ نبی پاک ﷺ کے حکم کو چھوڑ دو حضرت بلال رضی اللہ کو دیکھو عمل کرتے ہیں کہ نہیں۔

پہلے پڑھنا یہ کیوں ناجائز ہے کیا یہ ان عمومی اوقات میں نہیں ہے جن میں درود و سلام حضرت ابی نے کہا میں ہر وقت پڑھتا رہوں گا اور نبی پاک ﷺ نے فرمایا میرے درود کی برکت سے تیری ہر مشکل حل ہو گی تیری ہر حاجت پوری ہو گی کیا یہ اذان سے پہلا وقت اس میں داخل

نہیں اللہ ہر وقت درود بھیجتا ہے ہر وقت سلام بھیجتا ہے اذان سے پہلے اللہ درود وسلام بھیج رہا ہوتا ہے کہ نہیں۔ تو تُو اللہ کی سنّت پہ عمل کرتے ہوئے فرشتوں کی سنّت پہ عمل کرتے ہوئے درود وسلام بھیجے تو کون سا جرم ہو گیا جب اللہ ہر وقت بھیجتا ہے تو اذان سے پہلے بھی بھیج رہا ہوتا ہے کہ نہیں۔ فرشتے ہر وقت بھیجتے ہیں تو اذان سے پہلے بھیج رہے ہوتے ہیں کہ نہیں پھر اس وقت تُو اللہ ورسول کی سنّت پہ عمل کرے فرشتوں کی سنّت پہ عمل کرے تو تُو دوزخی ہو جائے یہ نیا حکم نکل آیا کہ درود پڑھنے سے تم دوزخی بن جاؤ گے۔ عجیب شریعت کہ درود پڑھیں نبی پاک ﷺ پر تو اللہ ہمیں دوزخ میں پھینک دے اسے پھر بڑا درود پسند ہوا کہ پڑھنے والے کو دوزخ میں پھینک دیا۔ وہ ایک کے بدلے دس دس درود بھیجتا ہے بلکہ بعض روایتوں کے مطابق صرف دس درود نہیں بھیجتا بلکہ دس درجے بھی بلند کرتا ہے دس گناہ بھی معاف کرتا ہے دس درود بھی بھیجتا ہے بعض روایتوں کے مطابق ستر مرتبہ درود بھیجتا ہے دس درجے بھی بلند کرتا ہے دس گناہ بھی معاف کرتا ہے ستر مرتبہ درود بھی بھیجتا ہے رب کو تو محبوب پہ درود اتنا پسند ہے وہ اتنی عظیم جزاء دیتا ہے تمہیں کیا تکلیف پہنچتی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی اذان ایک اونچے مکان جو مسجد کے قریب تھا اس پہ چڑھ کر دیتے تھے کیوں! اس لیے کہ نیند کا وقت ہے لوگ کمروں میں سوئے ہوئے ہوں گے لہٰذا اونچی جگہ پر اذان دینی چاہیے تاکہ آواز کھل کے تمام گھروں تک پہنچے اور ان کے بستروں کے اندر ان کے کانوں میں گونجے تاکہ وہ جاگیں اور نماز کے لیے آئیں تو وہ مسجد کی چھت پہ جا بیٹھتے جوں ہی صبح صادق ہو میں اذان شروع کروں جب صبح صادق ہوتی تو وہ اُٹھتے کمر سیدھی کرنے لگتے تو کیا کہتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَحْمَدُکَ وَأَسْتَعِیْنُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ أَنْ یُّقِیْمُوْا دِیْنَکَ ثُمَّ یُؤَذِّنُ۔

پہلے کہتے اے اللہ میں تیری حمد بجالاتا ہوں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ قریش کو ہدایت دے تاکہ ان کے ذریعے تیرا یہ دین ترقی کرے پہلے یہ کہتے پھر اذان دیتے تھے۔

عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ. قَالَتْ: " كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ

حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ. فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ. فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ. قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ". قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ.

ترجمہ: قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت کہتی ہے مسجد کے اردگرد گھروں میں سب سے اونچا میرا گھر تھا، بلال رضی اللہ عنہ اسی پر فجر کی اذان دیا کرتے تھے، چنانچہ وہ صبح سے کچھ پہلے ہی آتے اور گھر پر بیٹھ جاتے اور صبح صادق کو دیکھتے رہتے، جب اسے دیکھ لیتے تو انگڑائی لیتے، پھر کہتے: "اے اللہ! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اور تجھ ہی سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں"، وہ کہتی ہے: پھر وہ اذان دیتے، قسم اللہ کی، میں نہیں جانتی کہ انہوں نے کسی ایک رات بھی ان کلمات کو ترک کیا ہو۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث:519)

مدینہ پاک میں بیٹھے ہیں دور دراز سے لوگ سن رہے ہیں نبی پاک ﷺ کو پتہ ہے صحابہ کو پتہ ہے کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ تُو نے اذان میں اضافہ کر دیا ساتھ ٹکڑا بڑھا دیا ہے اذان میں اضافہ کر دیا ہے بدعت کر لی ہے نہ نبی پاک ﷺ نے فتویٰ دیا نہ کسی صحابی نے فتویٰ دیا نہ انہیں روکا ٹوکا اگر أَحْمَدُكَ کہنا جائز ہے وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ کہنا جائز ہے أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ کہنا جائز ہے اللہ کی حمد و ثنا جائز، قریش کی ہدایت کی دعا جائز، ان کے ذریعے اسلام کی ترقی کی دعا جائز تو نبی پاک ﷺ پر درود جو تمام دعاؤں کی قبولیت کا وسیلہ ہے وہ کیوں ناجائز ہو گیا۔

ہمارے فقہائے کرام نے لکھا ہے سات مقامات پر درود پڑھنا مکروہ ہے باقی ہر جگہ مستحب ہے سات حالتوں میں مکروہ ہے باقی ہر حالت میں کارِ ثواب ہے پیشاب کرتے وقت، استنجاء کرتے وقت، بیوی سے مباشرت کرتے وقت، تعجب کے وقت، سودا بیچتے وقت، جمائی کے وقت درود پڑھنا اور جانور ذبح کرتے وقت درود پڑھنا مکروہ ہے کیوں! اس لیے کہ پیشاب، استنجاء، مباشرت پلیدی کی حالت وہاں درود بے ادبی بن گیا اور اللہ کیا فرماتا ہے:

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ [سورۃ الفتح آیت:9]

ترجمہ: تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

(میں) اللہ اور رسول پر ایمان بھی لے آؤ اور میرے رسول کی تعظیم و توقیر بھی کرو۔ اس حالت میں درود بھیجنا یہ ادب کے خلاف ہے۔ سودا بیچنے کے لیے درود کو بہانہ بنایا جائے یہ بھی ادب کے خلاف ہے اگر جمائی آئے یا تعجب لاحق ہو اس وقت درود نبی پاک ﷺ کے ادب کے خلاف ہے اور جانور ذبح کیا جارہا ہے تو بظاہر اس پر زیادتی ہے اس موقع پر تو اللہ اکبر پڑھا جاتا ہے ساتھ الرحمٰن الرحیم نہیں ذکر کیا جاتا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھا جاتا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَر پڑھا جاتا ہے لہٰذا اللہ اپنی صفات جو رحمت والی ہیں وہ ذکر نہیں کرنے دیتا تو درود پاک بھی وہاں ذکر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ بھی رحمت کی طلب ہے اپنے نبی پہ رحمتیں نازل فرما تو یہ سات مقامات ہیں جہاں مکروہ ہے باقی ہر جگہ مستحب ہے اذان کے بعد ہو پہلے ہو وہ ہر وقت میں داخل ہوا کہ نہ ہوا جب مستحب ہے تو اذان سے پہلے اور بعد پڑھنا بھی مستحب ہوا لہٰذا یہ کارِ ثواب ہے اور اللہ کی رحمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے کا بہترین ذریعہ ہے بخشش حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہی ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود و سلام بھیجا کرے گا یہ نبی پاک ﷺ کے قرب کا ذریعہ ہے تو جنہیں نبی پاک ﷺ کا قرب درکار ہے ان کو تو پڑھنا چاہیے نہیں قرب درکار تو نہ پڑھو۔ اتنے مجاہد ہو تو غلط کام روکو درود پاک روکنا ہی جہاد رہ گیا ہے تمہارا۔

علمِ غیب کا بیان

سوال: بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو علمِ غیب نہیں دیا گیا بلکہ اطلاع دی جاتی تھی یہ عجیب منطق ہے برائے مہربانی وضاحت فرمائیں؟

جواب: عجیب تو آپ نے کہہ دیا وضاحت تو آپ کے علم میں ہے تبھی عجیب کہہ دیا ہے۔ اطلاع دی اس لیے جاتی ہے کہ علم آئے اگر علم نہ آنا ہو تو اطلاع دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ [سورۃ آل عمران آیت:179]

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے۔

اللہ کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ عام لوگوں کو غیب کی اطلاع دے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [سورۃ آل عمران آیت:179]

ترجمہ: ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

غیب کی اطلاع کے لیے اللہ اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے اب جنہیں اطلاع اللہ نے نہیں دی غیب کی انہیں غیب کا علم ہے یا نہیں ہے اور جنہیں اطلاع دی انہیں بھی کوئی نہیں پھر اطلاع دینے کی ضرورت کیا رہی فائدہ کیا رہا پتہ چلا جنہیں اطلاع نہیں دی انہیں علم بھی نہیں جنہیں اطلاع دی ہے انہیں علم بھی حاصل ہے چلو ادھر تو اطلاع کا لفظ ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

[سورۃ النساء آیت:113]

جو چیز تم نہیں جانتے تھے ہم نے تمہیں اس کی تعلیم دے دی کسی چیز کی تعلیم کے بعد علم آئے گا کہ نہیں آئے گا اب مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اَیْ مِنَ الْاَحْكَامِ وَالْغَيْبِ احکام شرع بھی اس نے سکھائے غیب بھی اس نے سکھایا۔ مفسرینِ کرام یہاں کیا فرماتے ہیں شریعت بھی

طریقت بھی حقیقت بھی شہادت بھی غیب بھی یہ سارے مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں داخل اور تمہیں سب کی تعلیم دے دی اب جس کو تعلیم دی جائے اسے علم آتا ہے کہ نہیں۔ تعلیم ہے کیا فِعْلٌ يَتَرَتَّبُ عِلْمٌ غَالِباً تعلیم وہ فعل ہے جس پر علم مترتب ہوتا ہے جس کے ذریعے علم آجاتا ہے اب عَلَّمَكَ کے بعد تو علم آنا چاہیے کہ نہیں تو جب تعلیم کے بعد علم آگیا اور غیب کا علم آگیا تو اطلاع سے بھی وہی بات کہی جارہی ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿۲۶﴾ [سورۃ الجن آیت: 26]

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

وہ غیبوں کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب والا حجاب کسی پر نہیں اُٹھاتا مگر رسولوں پر۔ اب غیب پردے کے پیچھے ہے پردہ ہٹا دیا جائے تو غیب سامنے آجائے گا کہ نہیں۔ جب سامنے آئے گا آنکھوں سے دیکھ لیا علم آئے گا کہ نہیں آئے گا یہ بڑی عجیب مخلوق ہے کتابیں پڑھتے وقت اور پڑھتے پڑھاتے ہیں عوام کے سامنے آئیں تو اور سناتے ہیں عقائد کی کتابوں میں یہ لکھا ہے۔

أَسْبَابُ الْعِلْمِ لِلْخَلْقِ ثَلَاثَةٌ مخلوق کے لیے علم کے اسباب تین ہیں وہ تین کیا ہیں۔

اَلْحَوَاسُ سَلِيْمَةٌ وَالْخَبَرُ صَادِقٌ وَالْعَقْلُ۔

حواس آنکھ کان ناک زبان جسم کا ظاہری حصّہ جس سے کوئی چیز مَس ہو سردی گرمی معلوم ہوتی ہے یہ پانچ حواس ظاہری ہو گئے اور عقل بھی سبب ہے وَالْخَبَرُ صَادِقٌ "سچی خبر بھی علم کا سبب ہے تو مخلوق کے اندر علم کے اسباب تین ہیں یا انہیں خبر سے علم آئے گا یا عقل سے علم آئے گا یا آنکھوں کانوں ناک اور زبان سے علم آئے گا تو یہ علم کے اسباب ہیں اب کسی چیز کی اطلاع دی جائے کان کے ذریعے پتہ چلے گا کس چیز کی اطلاع ہوئی ہے تو کان علم کا سبب ہیں اطلاع سنی کان نے کان علم کا سبب بن گیا تمہاری عقل کو پتہ چل گیا تمہیں پتہ چل گیا کہ یہ کہا گیا ہے تو کان بھی علم کا سبب ہیں آنکھ بھی علم کا سبب ہے ناک بھی علم کا سبب ہے سونگھ کے بدبودار، خوشبودار چیز کو معلوم کرتی ہے خوشبو میں فرق کرتی ہے یہ گلاب کی خوشبو ہے یہ چنبیلی کی خوشبو ہے۔ کیسے معلوم کر سکتے ہیں یہ چیز کڑوی ہے یا میٹھی ہے پھیکی ہے کیسی ہے یہ بھی علم کا سبب ہے تو جب یہ چیزیں علم کے اسباب ہیں تو جب یہ اسباب پائے جائیں گے تو لامحالہ علم آئے گا تو سچی خبر بھی علم کا سبب ہے جب خبر دی جائے اطلاع دی جائے علم آجائے گا۔

حاضر و ناظر کا بیان

سوال: جب اللہ ہر جگہ موجود ہے تو نبی پاک ﷺ کو عرشِ اعظم پر بلانے کا کیا مقصد۔ نبی پاک ﷺ بھی ہر جگہ موجود پھر عرش پہ جانے کا کیا مقصد؟

جواب: کچھ لوگوں نے اس سے اور معنیٰ لیا تھا کہ نبی کو حاضر و ناظر مانو تو معراج نہیں مان سکتے۔ معراج مانو تو نبی کو حاضر و ناظر نہیں مان سکتے تو ماشاء اللہ آپ نے دونوں کے حاضر و ناظر ہونے کا تو اقرار فرمالیا ہے اب ذرا یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا جلوہ دنیا میں دیکھنا ناممکن ہے کیوں! اس لیے کہ

لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ۔

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ، فَقَالَ: " إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، لَا يَنَامُ، وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ، يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ، يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ، حِجَابُهُ النُّورُ "، وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ: النَّارُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ، مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ۔

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہم کو کھڑے ہو کر پانچ باتیں سنائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ جل جلالہ نہیں سوتا اور سونا اس کے لائق نہیں جھکاتا ہے ترازو کو اور اونچا کرتا ہے اس کو۔ اٹھایا جاتا ہے، اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے، اس کا پردہ نور ہے۔" ابوبکر کی روایت میں ہے کہ "پردہ وہ اس کا آگ ہے اور اگر وہ کھول دے اس پردے کو البتہ اس کے منہ کی شعاعیں جلائیں مخلوق کو جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:445)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اللہ اپنی ذات کا جلوہ زمین پہ ظاہر کرے تو جہاں تک اس کے چہرۂ ذات کے جلوے پہنچیں گے ہر چیز بھسم ہو کے رہ جائے گی اس لیے زمین کی چیزیں یہ تاب نہیں لاسکتی ہیں آپ نے قرآنِ مجید میں پڑھا۔ علمائے کرام خود بیان بھی کرتے ہیں اور اُن کے مقتدی سنتے بھی رہتے ہیں کہ اللہ نے سوئی کے سوراخ جتنی صفاتی تجلی طور پہ ظاہر کی تو طور کا حشر کیا ہوا:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ

ترجمہ: پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نُور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بیہوش۔ [سورۃ الاعراف آیت:143]

طور ریزہ ریزہ ہو گیا تو سوئی کے سوراخ جتنی صفاتی تجلی آئے تو پہاڑ برداشت نہ کر سکے اللہ اپنی ذات کا جلوہ دکھائے تو پھر کون سی چیز برداشت کر سکتی ہے تو نبی پاک ﷺ کو دیدار کرانا تھا ہر چیز تباہ تو نہیں کرنی تھی اس لیے اللہ رب العزت نے فرمایا محبوب میری ذات کا جلوہ تم تب دیکھ سکتے ہو کہ جب میں مکانی بنوں یا تم لامکانی بنو اب میں مکانی بنوں زمین میں اپنا جلوہ ظاہر کروں تو وہ تو تاب لا ہی نہیں سکتی تو پھر واحد صورت یہ ہے کہ تم لامکانی بن جاؤ اس لیے نبی کریم ﷺ کو وہاں بلایا تا کہ اللہ رب العزت کی ذات کا صحیح طور پر جلوہ وہاں ظاہر ہو سکے اور نبی کریم ﷺ اللہ کی ذات کا مشاہدہ فرما سکیں اس لیے وہاں بلایا ایک آدمی کا عزیز جیل میں ہو وہ ملاقات کے لیے جائے تو پولیس والے کھڑکی سے ملاقات تو کرا دیں گے۔

لیکن ایک چارپائی پر بیٹھ کر اپنے باغ میں کوٹھی پر جو ملاقات کا لُطف ہے کیا وہ اس جیل کی ملاقات میں آسکتا ہے کیونکہ ایک باہر ہے ایک اندر ہے یا دونوں اندر ہوں یا دونوں باہر ہوں پھر ملاقات کا لُطف ہے تو بلا تمثیل وتشبیہ ایک مکان سے آزاد ہے دوسرا مکان میں پابند ہے یا مکانی لامکانی بنے یا لامکانی مکانی بنے تو ملاقات کا لُطف تب آئے گا۔ اس لیے فرمایا: محبوب میں اپنے جلوے وہاں ظاہر کروں تو یہ زمین ہی ختم ہو کے رہ جائے گی۔

اس لیے پھر تم ہی اُدپر آ جاؤ تا کہ جو جلوے میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں وہ یہاں آ کر بغیر کسی رکاوٹ کے تُم دیکھ سکو اور مشاہدہ کر سکو اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبی کریم ﷺ حاضرو

ناظر ہیں روحانیت کے لحاظ سے نُورانیت کے لحاظ سے سورج صبح مشرق والے افق سے نکلتا ہے شام کو مغرب والے افق میں ڈوبتا ہے اتنا لمبا چکر لگاتا ہے اتنا لمبا سفر طے کرتا ہے روشنی صبح سے تمہارے پاس، غروب ہونے تک تمہارے پاس۔ صبح سے شام تک وہ تمہیں روشنی مہیا کر رہا ہے لیکن اس کی ٹکیہ سفر بھی کر رہی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ اپنی نُورانیت و روحانیت کے لحاظ سے زمین اور ساتوں آسمانوں پر ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہیں لیکن جسمِ پاک کے لحاظ سے مکہ کے اُفق سے چل کر مسجدِ اقصیٰ تک پہلا آسمان پھر ساتواں پھر عرش یہ سفر بھی جاری ہے اور جسمِ پاک کے لحاظ سے بھی سفر ہو رہا ہے اور روحانیت و نُورانیت کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور یہ مسئلہ اور حقیقت سمجھانے کے لیے علمائے کرام نے یہی مثال بیان فرمائی ہے۔

كَالشَّمْسِ فِيْ كَبِدِ السَّمَاءِ وَضَوْؤُهَا
يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقاً وَّمَغَارِبَا

(شرح دیوان متنبی للواحدی 90/1)

سورج جسم کے لحاظ سے ایک جگہ پر ہوتا ہے لیکن اس کی روشنی مشرق، مغرب ہر جگہ پھیلی ہوتی ہے جب آپ ﷺ زمین پر تھے تو آپ ﷺ کے انوار و تجلّیات عرشِ علیٰ تک جا رہے تھے جب عرشِ علیٰ پر تھے تو انوار و تجلّیات تحت الثریٰ تک جا رہے تھے انوار و تجلّیات کے لحاظ سے ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں اور نہ ہوں تو یہ جہان ختم ہو کے رہ جائے لیکن جسمِ پاک کے لحاظ سے بیک وقت ایک جگہ موجود ہیں۔

سوال: ہم حضور ﷺ کو حاضر و ناظر کہتے ہیں مگر حضور ﷺ نے ہجرت کی مکہ سے مدینہ گئے ہجرت کا معنیٰ ہے چھوڑنا۔ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانے میں حاضر و ناظر کی نفی ہوتی ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: حدیث پاک میں آتا ہے اللہ رب العزت ہر رات آدھی رات کے بعد پہلے آسمان پر نزولِ اجلال فرماتا ہے آگے پیچھے نہیں ہوتا ہر رات کو اور وہ بھی آدھی رات کے بعد پہلے آسمان پر ہوتا ہے اب فرمائیے پھر اللہ حاضر و ناظر ہوا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ. يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہے ہر رات کو اس وقت آسمانِ دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 1145، 6321، صحیح مسلم: 1772، سنن ترمذی: 3498، سنن ابو داؤد: 4733، سنن ابنِ ماجہ: 1366)

سارا دن گزر گیا اللہ کوئی نہیں تھا پہلے آسمان پر آدھی رات تک کوئی نہیں تھا بعد میں آ گیا پھر اللہ حاضر وناظر ہے اس کا مطلب ہوتا ہے خاص تجلی کے ساتھ وہاں ظہور فرمایا جاتا ہے عام انوار وتجلیات تو ہر وقت ہر جگہ پر ہیں لیکن ایک خاص تجلی کے ساتھ پہلے آسمان پر آدھی رات کے بعد وہ ظہور فرماتا ہے اپنی تجلی کو ظاہر فرماتا ہے۔

اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ کی ہجرت کا مطلب اور ہے حاضر وناظر کا مطلب اور ہے حاضر وناظر ہے روحانیت کے لحاظ سے، نورانیت کے لحاظ سے، علم کے لحاظ سے اور ہجرت ہو رہی ہے ظاہری بدن کے ساتھ۔ سورج کی ٹکیہ ایک وقت میں ایک جگہ ہوتی ہے یا مشرق میں ہوگی یا دوپہر پہ ہوگی یا سہ پہر پہ ہوگی لیکن نور اس کا صبح سے شام تک تیرے پاس رہتا ہے تو نور کے لحاظ سے بارہ گھنٹے چودہ گھنٹے حاضر ہے مگر ٹکیہ کے لحاظ سے وہ سفر بھی کر رہا ہے سرکار ﷺ اپنے بدن کے لحاظ سے سفر بھی کرتے ہیں لیکن انوار وتجلیات کے لحاظ سے روحانیت کے لحاظ سے ہر وقت ہر جگہ موجود بھی ہوتے ہیں۔ یہ دلیل جو آپ لوگوں نے ڈھونڈ نکالی ہے یہی دلیل حضرت عباس کے کفر کے زمانے کی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا کلمہ پڑھنے کی وجہ:

حضرت عباس جب تک ایمان نہیں لائے تھے یہی دلیل ان کے سامنے تھی۔ جب وہ بدر کی جنگ میں کافروں کی طرف سے لڑے اور پکڑے گئے تو سرکار ﷺ نے فرمایا چچا تُو نے ہمارے ساتھ جنگ لڑی ہے سامان دے تو چھوڑتے ہیں ورنہ نہیں چھوڑتے۔ انہوں نے مکے سے نکلتے وقت سارا سونا نکال کے پہاڑی کے ساتھ گڑھا کھود کے دفن کر دیا بیوی کو نشان لگا کے دکھا دیا یہ پڑا ہے میں آ گیا تو خود نکال لوں گا نہیں تو جب بچے جوان ہو جائیں ان کو بتا دینا وہ نکال لیں گے میں جا رہا ہوں پتہ نہیں زندہ واپس آؤں گا کہ نہیں اب وہاں پکڑے گئے نبی کریم ﷺ نے تاوان مانگا انہوں نے سوچا یہ نبی بیٹھا ہے مدینے میں اور میں نے سونا دفن کیا ہے مکے میں۔ اسے کیا پتہ کہ مکے میں میرے پاس اتنا سونا ہے تو جھوٹ بول جاؤ مال بچالو۔ کہا حضور آپ جانتے ہیں آپ کا چچا بڑا غریب ہے اس کے پاس تو پیسہ نہیں ہے تو وہ کہاں سے آپ کو تاوان دے مہربانی کرو مفت میں چھوڑ دو۔

فرمایا چچا میرے سامنے جھوٹ بولتا ہے وہ جو آدھی رات کو ام الفضل کو ساتھ لے کے، میری چچی کو ساتھ لے کے پہاڑ کے دامن میں گڑھا کھود کے سونا دفن کیا ہے وہ کس کا ہے اس وقت آنکھ کھلی کہ اوہو ہم تو سمجھے تھے کہ مدینے میں ہوں تو مکے میں نہیں ہوتے لیکن یہ بیٹھے مدینہ میں ہیں نظر ان کی مکہ میں بھی ہے اس وقت سمجھ آئی کہ یہ ناظر ہیں مکہ والوں کے لیے بھی، اگرچہ جسم کے لحاظ سے مدینہ میں حاضر ہیں۔ تو حاضر بھی ہیں ناظر بھی ہیں وہاں دیکھنے والے سمجھتے ہیں ہمارے پاس ہیں لیکن نگاہوں کے ساتھ جو کچھ مکے میں ہو رہا ہے آدھی رات کو ہی کیوں نہ ہو رہا ہو محبوب پاک ﷺ اسے بھی دیکھ رہے ہیں۔ جب حاضر و ناظر کی شان سمجھ آئی تو فوراً کلمہ پڑھ لیا جب تک نہیں سمجھ آئی تھی کلمہ نہیں پڑھا جب یہ شان سمجھ آئی فوراً کلمہ پڑھ لیا۔

(تفسیر خازن، الانفال، تحت الآیۃ:70)

سرکار ﷺ نے ہجرت فرمائی مدینہ چلے گئے معراج بھی تو فرمایا کیوں کیا اللہ کو دیکھنے کے لیے؟ تو پھر اللہ یہاں مکے میں بیت اللہ میں مل جاتا۔ آنے جانے کی ضرورت کیا تھی بیت المقدس میں مل جاتا آسمانوں پہ جانے کی ضرورت کیا تھی بیت المعمور میں مل جاتا تو وہاں سے

آگے جانے کی ضرورت کیا تھی پھر اگر ہجرت دلیل ہے حاضر وناظر نہ ہونے کی تو معراج بھی دلیل ہوا۔ نبی پاک ﷺ کے حاضر وناظر نہ ہونے کا ساتھ ہی اللہ کے لیے حاضر وناظر نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ کو وہاں جا کے ملنا پڑا یہاں ہوتا تو یہیں ملاقات ہو جاتی۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا ذاتوں کا وجود اور چیز ہے علم کے لحاظ سے انوار کے لحاظ سے تجلیات کے لحاظ سے حاضر و ناظر ہونا اور بات ہے۔ جسم پیارے مصطفیٰ ﷺ کا ایک جگہ ہے لیکن انوار وتجلیات کے لحاظ سے پوری کائنات آپ ﷺ کے نور سے منور ہے۔

ان مولوی صاحبان کا عقیدہ اپنے پیروں کے بارے میں یہ ہے کہ مرید جہاں بھی چلا جائے اسے یقین رکھنا چاہیے کہ پیر کی روح میرے ساتھ ہے۔

روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس مرید ہر آن جا کہ باشد

مرید کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ میرے پیر کا جسم مکان کا پابند ہے اس کی روح مکان کی پابند نہیں لہٰذا میں جہاں بھی چلا جاؤں پیر کے جسم سے دور ہو سکتا ہوں اس کی روح سے دور نہیں ہو سکتا تمہارے پیر تو اتنے پہنچے ہوئے ہوں کہ ہر مرید کے ساتھ ان کی روح موجود ہو۔ مگر نبیوں کا پیر ، رسولوں کا پیر اور فرشتوں کا پیر اتنا پہنچا ہوا نہیں ہے کہ ان کی روحانیت ہر امتی کے ساتھ ہو۔

نُورو بشر کا بیان

سوال: ابلیس ناری ہے اور نار کثیف ہے جب کہ نُور لطیف ہے پھر نار کے ساتھ کسی کثیف چیز کا ملنا لطیف نہیں ہوسکتا۔ کیا اس طرح شیطان بھی لطیف کے زمرے میں آتا ہے؟

جواب: مٹی بھی آپ کے نزدیک مادہ ہے ہوا بھی مادہ ہے تو کیا ہوا اور مٹی برابر ہیں ہوا میں مٹی کی نسبت لطافت زیادہ ماننی پڑے گی کہ نہیں۔ مٹی پہ آپ مُکّا ماریں تو آپ کا مُکّا ہی نہیں رہے گا ہڈی ٹوٹ جائے گی پنجہ ٹوٹ جائے گا وہ بھی مادہ ہے لیکن ہوا پہ آپ مکے مارتے رہیں ہوا پہ کیا اثر ہوگا تو پتہ چلا کہ ظاہر مادی ہونے کے باوجود ان میں مراتب کے لحاظ سے فرق موجود ہے کسی میں مادیت بہت زیادہ ہے کسی میں تھوڑی ہے، کوئی زیادہ کثیف ہے اور کوئی کم کثیف۔ اس لیے اگر آپ کی اس سائنس والی اصطلاح کو مانا جائے کہ ہوا بھی مادہ ہے آگ بھی مادہ ہے یہ اربع عناصر ہیں تو پھر بھی آگ کے اندر بنسبت دوسروں کے بہت زیادہ لطافت موجود ہے اور اسی لطافت کی وجہ سے اللہ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ

ترجمہ: بیشک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ [سورۃ الاعراف آیت:27]

تم ان کو نہیں دیکھ سکتے لیکن تم مکانوں میں چھپے ہی کیوں نہ بیٹھے ہو وہ دیواروں کے باہر سے بھی تمہیں دیکھ سکتے ہیں یہ فرق کیوں ہوگیا؟ تم بھی مادی ہو، وہ بھی مادی ہیں تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، وہ تمہیں دیکھ سکتے ہیں تم اندر چھپے بیٹھے ہو، دروازے بند کیے بیٹھے ہو دروازوں کے آگے پردے تان کے بیٹھے ہو شیطان اور جنات باہر سے تمہیں پھر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ ان کے اندر لطافت موجود ہے پھر علماء تشریف فرما ہیں ان سے پوچھیے تو پتہ چل جائے گا کہ اگر دھوئیں کی ملاوٹ آگ میں ہو تو اسے نار کہا جائے گا دھوئیں کی ملاوٹ ختم ہو جائے تو اسے نُور کہا جائے گا

تو نار اور نُور بہت قریب قریب ہیں جو دھوئیں سے مخلوط ہے وہ نار کہلاتی ہے جس سے دھواں بالکل ہی صاف ہو جائے تو وہ نُور کہلائے گی تو پتہ چلا کہ نُور اور نار میں بڑا ہی قرب پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو جنات تھے یہ آسمانوں پہ جا بیٹھتے تھے قرآن مجید گواہی دے رہا ہے۔

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ [سورۃ الجن آیت:9]

ترجمہ: اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے، پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا لُوکا (لپٹ) پائے۔

ہم آسمان پہ جاتے تھے وہاں بیٹھ جاتے تھے فرشتے جو آپس میں بات چیت کرتے تھے کہ کیا اعلان ہو رہا ہے، کون مر رہا ہے، کون پیدا ہو رہا ہے، کون بادشاہ بن رہا ہے، کون گدا بن رہا ہے، کون پھانسی لٹک رہا ہے یہ باتیں وہ آپس میں کرتے تھے تو یہ سن کے اپنے چیلوں کو آ کر بتلا دیا کرتے تھے۔

وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۠ [سورۃ الانعام آیت:121]

ترجمہ: اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو۔

وہ اپنے ان دوستوں کو جنہوں نے جن قابو کیے ہوتے تھے ان کو وہ آ کر بتلا دیا کرتے تھے اور وہ دنیا میں غیب دان بن بیٹھتے تھے اب فرشتوں کی باتیں وہ سن سکتے ہیں ہم نہیں سن سکتے۔ کیوں! اس لیے کہ ان میں لطافت نسبتاً زیادہ موجود ہے اس لیے وہ فرشتوں کو دیکھ بھی لیتے تھے فرشتوں کی باتیں بھی سن لیتے تھے۔ ابو جہل کے ساتھ شیطان مسکراتا ہے میدان بدر کے اندر پہنچا ابو جہل کو خطرہ تھا کہ اگر ہم مدینے کی طرف چڑھائی کر کے جاتے ہیں تو سراقہ کی قوم کہیں مکے پہ حملہ نہ کر دے پھر شیطان سراقہ کی صورت بن کے ابو جہل کے ساتھ آ گیا کہا بھتیجے فکر کرنے کی ضرورت نہیں اس معاملے میں ہم بھی تیرے ساتھ ہیں میں اپنی فوج بھی لے آتا ہوں چلو مسلمانوں کے ساتھ کاروائی کریں تو جب یہ چچا بھتیجے (ابو جہل) کے ساتھ مل کر بدر کے میدان

میں پہنچ گیا تو دیکھا حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل ہزار ہزار فرشتوں کا لشکر لے کر اتر رہے ہیں تو وہ پیچھے پیچھے ہٹنے لگ گیا ابو جہل نے کہا چچا کدھر تو اس نے کہا اب میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ مجھے وہ کچھ نظر آ رہا ہے جو تمہیں نظر نہیں آ رہا۔

(خازن، سورۃ الانفال، تحت الآیۃ:48)

اس لیے اب تُو جانے اور تیرا کام جانے میں تو گھر جا رہا ہوں تو وہاں سے بھاگ گیا۔ تو اسے نظر آ رہا ہے کہ جبریل، میکائیل اور اسرافیل ہزار ہزار فرشتوں کو لے کر آ گئے ہیں مگر کسی اور کو نظر نہیں آیا۔ یا پھر نبی کی ذات دیکھ رہی ہے یا وہ خبیث دیکھ رہا ہے تو پتہ چلا باوجود ناری ہونے کے ان کے اندر بہت زیادہ لطافت موجود ہے اتنی نہ سہی جتنی نُور میں ہے مگر اتنی ضرور ہے کہ نُوریوں کے ساتھ ان کا رابطہ اور تعلق رہتا ہے بلکہ میں کہوں گا کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ گرامی کے درمیان وحی کے علاوہ جو بات ہوتی تھی اس خبیث کو وہ بھی پتہ چل جاتی ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے عرفات کے میدان میں دُعا کی کہ خدایا میری امت کو بخش دے اللہ نے فرمایا محبوب تُو نے کہا ہے میں بخش دیتا ہوں لیکن میں اپنے حقوق پوچھوں گا دوسروں کے حقوق نہیں پوچھوں گا۔ مزدلفہ میں نبی کریم ﷺ آئے تو اللہ رب العزت سے عرض کی خدایا قیامت کے دن مظلوموں نے ظالموں سے کیا لینا ہے نہ پیسے کی ضرورت، نہ درہم و دینار کی ضرورت ان کو عذاب ہو تو انہیں کیا فائدہ ہو گا اس لیے مالک تُو اس طرح نہیں کر دیتا کہ مظلوموں کو کہے جتنی زیادہ جنّت لینی ہے لے لو اور ظالموں کو معاف کر دو۔ مظلوموں کو جنّت زیادہ دے دے اور انہیں یہ کہہ دے کہ اتنی مزید تب دیتا ہوں جب ظالموں کو معاف کرو۔

اللہ نے فرمایا چلو میں اسی طرح کر دیتا ہوں میں مظلوموں کو زیادہ جنّت دے کے کہوں گا کہ ظالموں کو معاف کر دو تو میں تمہیں اتنی مزید جنّت دے دیتا ہوں اب یہ معاملہ تو اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کے درمیان چل رہا تھا صحابہ کو بھی پتہ نہیں تھا لیکن نبی کریم ﷺ زور زور سے ہنس پڑے صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ آپ کو ہنستا رکھے یہ معاملہ کیا ہے فرمایا میں نے اللہ کے دشمن ابلیس کو دیکھا کہ مٹی اُٹھا اُٹھا کر سر پہ ڈال رہا ہے۔ کیوں! اس لیے کہ اسے پتہ چل گیا ہے کہ اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کی اس التجا کو بھی پورا کر دیا ہے اس لیے رو رہا ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ كِنَانَةَ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ السُّلَمِيُّ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِأُمَّتِهِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِالْمَغْفِرَةِ، فَأُجِيبَ: إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ مَا خَلَا الظَّالِمَ، فَإِنِّي آخُذُ لِلْمَظْلُومِ مِنْهُ، قَالَ: أَيْ رَبِّ، إِنْ شِئْتَ أَعْطَيْتَ الْمَظْلُومَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ، فَلَمْ يُجَبْ عَشِيَّتَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ أَعَادَ الدُّعَاءَ، فَأُجِيبَ إِلَى مَا سَأَلَ، قَالَ: فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ: تَبَسَّمَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، إِنَّ هٰذِهِ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتَ تَضْحَكُ فِيهَا، فَمَا الَّذِي أَضْحَكَكَ، أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ؟، قَالَ: إِنَّ عَدُوَّ اللهِ إِبْلِيسَ لَمَّا عَلِمَ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدِ اسْتَجَابَ دُعَائِي وَغَفَرَ لِأُمَّتِي، أَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ يَحْثُوهُ عَلَى رَأْسِهِ، وَيَدْعُو بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ، فَأَضْحَكَنِي مَا رَأَيْتُ مِنْ جَزَعِهِ۔

ترجمہ: عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کی مغفرت کی دعا کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب ملا کہ میں نے انہیں بخش دیا، سوائے ان کے جو ظالم ہوں، اس لیے کہ میں اس سے مظلوم کا بدلہ ضرور لوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی: "اے رب! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے اور ظالم کو بخش دے"، لیکن اس شام کو آپ کو جواب نہیں ملا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں صبح کی تو پھر یہی دعا مانگی، آپ کی درخواست قبول کر لی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یا مسکرائے، پھر آپ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ ایسا وقت ہے کہ آپ اس میں ہنستے نہیں تھے تو آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ اللہ آپ کو ہنستا رکھے، آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمالی ہے، اور میری امت کو بخش دیا ہے، تو وہ مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور کہنے لگا: ہائے خرابی، ہائے تباہی! جب میں نے اس کا یہ تڑپنا دیکھا تو مجھے ہنسی آگئی"۔ (سنن ابنِ ماجہ:3013)

خبیث ہونے کے باوجود اتنا تو اس کا رابطہ ہے اتنی پہنچ تو اس کی ہے کہ فوراً اسے پتہ چل گیا کہ اللہ نے کیا کہا ہے نبی پاک ﷺ نے کیا مانگا اور اللہ نے کیا دیا ابھی نبی پاک ﷺ نے صحابہ کو بتایا نہیں۔ اس لیے لطافت بہر حال اس میں موجود ہے اور اسی لطافت کی بناء پر وہ دعویٰ کر رہا ہے أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ میں ان سے بہتر ہوں یہ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میں آگ سے پیدا ہوا ہوں۔ آگ کا جوہر اعلیٰ ہے مٹی کا ادنیٰ ہے تو یہ ادنیٰ ہے میں اعلیٰ ہوں یہ میرے آگے سجدہ کرے میں اس کے آگے سجدہ کیوں کروں۔

بہر حال آگ کو ایک لطافت حاصل ہے جو مٹی پانی کی نسبت بہت زیادہ ہے تو جن میں یہ لطافت ہے ان کے ساتھ لگنے والی چیزوں میں بھی اس قدر لطافت آجاتی ہے کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ تو پھر میں نے عرض کیا کہ نار تب تک کہلاتی ہے جب تک اس میں دھوئیں کی آمیزش ہو جب دھواں ختم ہو جائے تو نُور کہلاتی ہے تو جو خالص نُور ہے اور نُورٌ علیٰ نُور ہے اور نُور الانوار ہے اس کے بدن سے جو چیز لگ جائے گی اس کی لطافت کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال: اگر نُوری مخلوق کا سایہ نہیں ہوتا تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد میں جب شہید ہوئے تو ان کے اہل وعیال ان کے گرد جمع ہو کے رونے لگے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوهُ۔

ہمیشہ سے فرشتے اس پہ سایہ فگن رہے ہیں یہاں تک کہ تم نے اس کو اُٹھایا ہے۔

عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَبْكِي وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ. فَجَعَلَ

أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ ﷺ لَمْ يَنْهَ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَبْكِيهِ أَوْ مَا تَبْكِيهِ، مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ۔

ترجمہ: ابوالولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ابن المنکدر نے، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے تو میں رونے لگا اور بار بار ان کے چہرے سے کپڑا ہٹاتا۔ صحابہ مجھے روکتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ روؤ مت۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تبکیہ فرمایا، یا ما تبکیہ ۔ راوی کو شک ہوگیا) فرشتے برابر ان کی لاش پر اپنے پروں کا سایہ کیے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو اٹھالیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: 1244، 1293، 2816، 4080)

جواب: اگر نُور کا سایہ نہیں ہوتا تو پھر فرشتے حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ پر سایہ فگن رہے اس کا مطلب کیا ہوا یہ اشکال ہے سائے کا پہلے مطلب بھی سمجھو کہ وہ کیا ہے سایہ کہتے ہیں یہ جو کالا عکس پڑتا ہے اس کو آدمی دھوپ میں کھڑا ہو تو اُس کا سایہ ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے یا سیاہ ہوتا ہے چاند کی چاندنی میں کھڑا ہو تو سایہ تاریک ہوتا ہے چراغ کی روشنی میں کھڑا ہو تو سایہ تاریک ہوتا ہے تو جس سائے میں جھگڑا ہے وہ یہ سایہ ہے کہ ایسا عکس جو کثافت کی وجہ سے اور نُوری جسم کی روشنی پار نہ جانے کی وجہ سے جو سیاہ عکس بنتا ہے۔

وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا سایہ تھا یا نہیں تھا جھگڑا تو اس میں ہے ہم سورج کی دھوپ میں کھڑے ہوتے ہیں ہمارا سایہ زمین پہ پڑتا ہے وہ سیاہ ہے روشنی اور اس میں ایک واضح فرق ہے یہ تاریک ہے اس میں ظلمت ہے اور ہماری مادیت اور کثافت کی وجہ سے یہ بڑھ رہا ہے ایسا سایہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا تھا یا نہیں تھا بات تو اس کی ہے یا پھر ظِل کا لفظ آ گیا تو لوگوں نے دلیل پکڑ لی یوں تو بادشاہ کے بارے میں ہے۔

ظِلُّ اللّٰهِ عَلَى الْأَرْضِ۔

کہ وہ اللہ کا سایہ ہیں ① تو پھر واقعی یہ جو ہمارے بادشاہ ہیں یہ اللہ کا سایہ ہیں اُس کا عکس و پرتو ہے جو زمین پہ پڑا ہوا ہے عجیب حماقت ہے ظل کا لفظ دیکھ لیا تو چوڑا ہو گیا کہ سایہ ثابت ہو گیا یوں تو ہم کہتے ہیں کہ پوری کائنات پر نبی پاک ﷺ کا سایہ ہے وہ سایہ رحمت ہیں وہ سایۂ کرم ہیں وہ یہ کالا سایہ نہیں ہے جس میں بحث ہے کہ جس طرح ہم انسانوں کا سایہ ہوتا ہے اس طرح سرکارِ دو عالم ﷺ کا سایہ۔ پھر اگر سایہ تھا تو دیکھا کس نے حضرت عبداللہ کے بیٹے جابر رضی اللہ عنہما نے دیکھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قوم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی نے دیکھا کسی صحابی نے دیکھا کہ اُو پر سایہ پڑ رہا ہے یا کوئی تاریکی نظر آ رہی ہے کسی کثیف جسم کا عکس و پرتو پڑ رہا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سایہ میں جگہ دے گا (یعنی عرش کے نیچے) جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا ایک عادل بادشاہ ،دوسرا وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو، تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے، چوتھا وہ دو شخص کہ محبت کریں آپس میں اللہ کے واسطے، اسی کے لئے ملیں اور اسی کے لئے جدا ہوں، پانچواں جو مرد ایسا متقی ہو کہ اسے کوئی عورت حسب و نسب والی مالدار، زنا کے لئے بلائے اور وہ کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (اور زنا سے باز رہے) چھٹا جو صدقہ دے ایسا چھپا کر کہ داہنے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو جو بائیں ہاتھ نے خرچ کیا ساتواں جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کے آنسو ٹپک پڑیں۔ نوٹ اس حدیث میں بھی لفظ ظل استعمال ہوا ہے لیکن یہاں بھی جو کثیف چیز کا سایہ ہوتا ہے وہ مراد نہیں ہے یہاں اللہ کے سایہ سے مراد یا تو اللہ کے عرش اعظم کا سایہ ہے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم مراد ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات سایہ سے پاک ہے کہ سایہ کثیف جسم کا ہوتا ہے وہ جسم اور کثافت دونوں سے پاک ہے یعنی قیامت کے دن پہلے عرش اعظم کے سایہ یا اللہ کی رحمت میں کون پہنچیں گے۔

(صحیح بخاری: 6479،1423، صحیح مسلم: 2380، سنن ترمذی: 2391، سنن نسائی: 5382، مسند احمد 2/439)

دیکھا تو اسی نے دیکھا جو بے سایہ خود بھی ہے اور بے سایہ کا سایہ نوری دیکھ بھی سکتا ہے یا تو کوئی اور بھی دیکھ لیتا پھر تو ہم کہہ سکتے تھے واقعی وہ کثیف سایہ تھا اس لیے فلاں نے بھی دیکھ لیا فلاں نے بھی دیکھ لیا زید، عمر، بکر نے دیکھ لیا اور دیکھنے والا وہ ہے جو غائب کا مشاہدہ کرتا ہے جو سایہ لوگوں کی نظروں سے غائب تھا صرف غیب دان نبی کی آنکھ اس کا مشاہدہ کر رہی تھی اُس سائے کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پہ نازل ہوئیں اور جہاں بھی قرآن پڑھا جا رہا ہوتا ہے فرشتے زمین کی سطح سے لے کر عرش کی بلندی تک پرے جما کے کھڑے ہوتے ہیں اُس میں فرشتوں کا سایہ ہوتا ہے لیکن وہ سایہ رحمت والا ہوتا ہے وہ اپنے نُور کا عکس و پرتو ڈالتے ہیں نہ کہ اپنی ظلمت اس پہ پھیلاتے ہیں اس لیے یہ خالی لفظ دیکھ کے جوڑ نہیں ہو جانا چاہیے کہ سایہ ثابت ہو گیا۔

سوال: اگر نبی کریم ﷺ کے جسدِ اقدس کا سایہ نہ تھا تو کیا جب آپ ﷺ لباس پہنتے تو آپ ﷺ کے ملبوسات کا سایہ بھی نہ تھا وہ کپڑے اتنے لطیف تھے کہ ان کا سایہ نہ تھا پھر ان کے پہننے سے ستر وغیرہ کی حفاظت کیسے ممکن ہوئی؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کا اگر سایہ ویسے نہیں تھا تو کپڑوں کی صورت میں تو ضرور ہونا چاہیے تھا اگر کپڑوں کی صورت میں بھی نہ ہو تو پھر کپڑے پہننے کا کیا فائدہ پہلے تو میں اس کا جواب اسی رنگ میں دے لوں جس طرح سوال کیا گیا ہے مولوی محمود الحسن صاحب دیو بندی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے۔

چھپائے جامۂ فانوس کیوں کر شمع روشن کو
کہ اس نُور مجسّم کے کفن میں بھی وہ عریانی

اگر شمع جل رہی ہو تو اس پہ ایک شیشہ رکھ دو تو اس شمع کی روشنی یا اس کی جو لو، ہے وہ چھپتی نہیں ہے وہ اسی طرح نظر آتی رہتی ہے اسی طرح رشید احمد گنگوہی نُور مجسم تھے اور کفن ان پر شیشے کی مانند تھا لہٰذا کفن کے ہوتے ہوئے بھی وہ اسی طرح ننگا تھا تو کفن دینے کی ضرورت کیا تھی پہلے گھر کی خبر لے لو اس کے بعد ہم سے یہ سوال کرنا۔

اب دوسری بات میں یہ عرض کرتا ہوں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا نہ اپنا سایہ تھا نہ ہی آپ

کے کپڑوں کا سایہ تھا اور وجہ یہ ہے کہ ایک لطیف ذات کے ساتھ لگ جانے کے بعد ان کثیف چیزوں کے اندر بھی لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔

شیاطین چیزیں اُٹھاتے ہیں مگر اُن کے نظر نہ آنے کی وجہ:

اگر ویسے بات سمجھ نہ آئے تو اس طرح سمجھو کہ اگر تم کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھو تو شیطان ساتھ کھانے لگ جاتا ہے آپ کی روٹی سے حصّہ لے گیا سالن سے حصّہ لے گیا دودھ پانی پی رہے ہو اس سے حصّہ لے گیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ دستر خوان پر تشریف فرما ہیں ایک جوان آ کے بیٹھ گیا بسم اللہ یاد نہ رہی کھاتا رہا کھاتا رہا آخر میں اُسے یاد آیا مجھ سے بسم اللہ رہ گئی اُس نے آخر میں آ کے پڑھ دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ۔

اس نے یہ پڑھا تو سرکارِ دو عالم ﷺ کھل کھلا کر قہقہہ مار کر ہنس پڑے صحابہ کرام علیہم الرضوان حیران ہو گئے یہ معاملہ کیا ہے آپ ﷺ اس طرح تو کبھی بھی نہیں ہنسے تو اس قدر پوری قوت اور زور کے ساتھ آپ قہقہہ مار کے ہنس رہے ہیں بات کیا ہے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ آپ کو ہنستا رکھے خوش و خرم رکھے وجہ تو بیان فرمائیں اس میں حکمت کیا ہے یہ ہنسی کیوں آئی فرمایا جوان نے کھانا شروع کیا تو بسم اللہ نہیں پڑھی تھی شیطان اس کے ساتھ شامل ہو گیا تھا کھاتا رہا آخر میں اسے یاد آیا تو شیطان کو قے آ گئی اور اُس نے سارا باہر اُنڈیل دیا جو کچھ کھایا تھا۔

عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَأْكُلُ، فَلَمْ يُسَمِّ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ، فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ۔

ترجمہ: امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے) وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ اس کا کھانا صرف ایک لقمہ رہ گیا تھا جب اس نے لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو کہا: "اس کی ابتداء اور انتہاء اللہ کے نام سے" یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا: "شیطان اس کے ساتھ برابر کھاتا رہا جب اس نے اللہ کا نام لیا تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا اس نے قے کر دی۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث (3768:

تو مسئلہ یہ ہوا کہ تم بسم اللہ نہ پڑھو کھانا کھانے لگ جاؤ تو تمہارا کھانا شیطان کے پیٹ میں بھی جاتا ہے جو تم کھاتے ہو ساتھ وہ کھاتا ہے آدھا وہ لے جاتا ہے آدھا تمہیں مل جاتا ہے اب تم کھا چکے دستر خوان سے اُٹھے وہ بھی اُٹھ گیا وہ تو نظر نہیں آئے گا لیکن تمہاری روٹی پانی دودھ وغیرہ تو نظر آنا چاہیے کہ ہوا میں بوٹیاں لٹکی جارہی ہیں یہ روٹی کے ٹکڑے لٹکے جارہے ہیں وہ تو نظر آنے چاہییں۔ نظر آتے وہ تو مادی چیز ہے کثیف چیز ہے اور کپڑا تو بڑا پتلا ہوتا ہے وہ تو اچھی خاصی روٹی بھی موٹی ہے پھر سالن بھی اور آج کل ایک کھانے پہ تو اکتفا ہی نہیں ہوتا پتہ نہیں کتنے کھانے ہوتے ہیں۔

تو اس نے کتنا کچھ کھایا ہو گا اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے کہ وہ چاول جا رہے ہیں زردہ جا رہا ہے وہ قورمہ جا رہا ہے فلاں چیز جارہی ہے نظر آنا چاہیے آتی ہے کوئی چیز نظر پتہ چلا ایک جن اور شیطان میں یہ طاقت ہے کہ ایک مادی کثیف چیز جب وہ اپنے اندر لے لیتا ہے تو اس کی کثافت ختم ہو جاتی ہے مادیت ختم ہو جاتی ہے اس میں بھی لطافت آ جاتی ہے اگر شیطان کے ساتھ لگ کر کثیف مادی چیز لطیف ہو سکتی ہے تو پھر کیا نبی کریم ﷺ کے نُورِ مجسم کے بدن سے لگ کر ان کپڑوں کے اندر لطافت نہیں آ سکتی

جنوں کی خوراک:

شیطان چوری کرتے ہیں گندم اُٹھا کے لے جاتے ہیں کھجوریں اُٹھا کے لے جاتے ہیں

سرکار دو عالم ﷺ کی بدولت یہ تو مسلمان ہو گئے تو انہوں نے عرض کی حضور پہلے تو ہم مار دھاڑ کر لیتے تھے اب ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے تمہاری اُمت ہیں اسے ہم تکلیف نہیں دے سکتے وہ ہماری روزی کا انتظام کر دیں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا میرے غلام جب گوشت نوچ کے ہڈی پھینکیں گے اللہ تمہارے لیے اُس پر گوشت پیدا کر دے گا تم وہ کھالینا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: " أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِدَاوَةً لِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: أَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: " ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا، وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ "، فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ أَحْمِلُهَا فِي طَرَفِ ثَوْبِي حَتَّى وَضَعْتُ إِلَى جَنْبِهِ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ، فَقُلْتُ: مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ؟ قَالَ: " هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ وَنِعْمَ الْجِنُّ، فَسَأَلُونِي الزَّادَ، فَدَعَوْتُ اللهَ لَهُمْ أَنْ لَا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو اور قضائے حاجت کے لیے (پانی کا) ایک برتن لیے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون صاحب ہیں؟ بتایا کہ میں ابو ہریرہ ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استنجے کے لیے چند پتھر تلاش کر لاؤ اور ہاں ہڈی اور لید نہ لانا۔ تو میں پتھر لے کر حاضر ہوا۔ میں انہیں اپنے کپڑے میں رکھے ہوئے تھا اور لا کر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اسے رکھ دیا اور وہاں سے واپس چلا آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہو گئے تو میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں

نے عرض کیا کہ ہڈی اور گوبر میں کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لیے کہ وہ جنوں کی خوراک ہیں۔ میرے پاس نصیبین کے جنوں کا ایک وفد آیا تھا اور کیا ہی اچھے وہ جنّ تھے۔ تو انہوں نے مجھ سے توشہ مانگا میں نے ان کے لیے اللہ سے یہ دعا کی کہ جب بھی ہڈی یا گوبر پر ان کی نظر پڑے تو ان کے لیے اس چیز سے کھانا ملے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:3860)

میری اُمت کے جانور جب گوبر کریں گے اللہ تمہارے جانوروں کے لیے اس میں کوئی چارہ پیدا کردے گا تم یہاں سے گزارا کرنا اُن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کرنا یہ پابندی لگ گئی لیکن جو کافر ہیں وہ تو اسی طرح کرتے ہیں چوری کر لیتے ہیں اگر تمہاری گندم کی بوری اُٹھا کے لے جا رہے ہیں کیا نظر آئے گی کہ وہ بوری جا رہی ہے کھجوروں کا ٹوکرا اُٹھا کے جا رہے ہیں تو کیا نظر آئے گا کہ وہ ٹوکرا جا رہا ہے سر کے اُوپر ہے لیکن نظر نہیں آ سکتا کہ وہ گندم کی بوری جا رہی ہے ٹوکرا کھجوروں کا جا رہا ہے جس چیز پہ جنّ ہاتھ رکھے تو وہ بے سایہ ہو جائے اور اگر نبی کے بدن سے لگ جائے تو کیا پھر وہ بے سایہ نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بغیر بارش کے بارش محسوس ہونا:

حضرت رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی چادر اوڑھی سرکارِ دوعالم ﷺ باہر سے شریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ باہر تو موسلا دھار بارش ہے اور سرکارِ دوعالم ﷺ اندر آئے تو کپڑے خشک ہیں بدن خشک ہے یہ تماشہ کیا ہے عرض کی حضور باہر تو زوردار بارش ہے اور آپ ﷺ خشک بدن خشک کپڑوں کے ساتھ اندر تشریف لائے ہیں یہ کیا معاملہ ہے آپ ﷺ سوچ میں پڑ گئے یہ کہتی کیا ہے بارش تو کوئی نہیں باہر۔ پوچھا کوئی میرا کپڑا تو نہیں اوڑھا ہوا عرض کی حضور میں نے آپ کی چادر اوڑھی ہوئی ہے فرمایا پھر یہ بادلوں والی بارش نہیں ہے جو تجھے نظر آ رہی ہے یہ اللہ کی رحمت والی بارش ہے جو میرے کپڑے کی بدولت تجھے نظر آ رہی ہے یہ ان بادلوں کی بارش نہیں۔ اس بارش کے بادل بھی اور ہیں اور اس کا آسمان بھی اور ہے جہاں سے یہ نازل ہو رہی ہے۔

پھر تم ہمارے ساتھ کیوں جھگڑتے ہو اپنے بڑوں سے جھگڑا کرو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی جو تمہارے پیشوا دیوبندیت کا بانی رسالہ امداد السلوک میں لکھتا ہے کہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا سایہ نہیں تھا یہ عجیب بات ہے کل تک یہی عقیدہ جو ہمارا ہے تمہارے بزرگوں کا تھا اب راستہ تم دو اور اعتراض ہم پہ کرو جو باپ دادے کا راستہ چھوڑے اور باپ دادا بھی ایسا کامل یا تو کامل نہ سمجھو الحمد للہ ہم خوش ہیں اور اگر کامل سمجھتے ہو تو پھر اعتراض ہم پہ کیوں کرتے ہو پہلے اُن سے پوچھو بابا جی یہ کیا کر گئے ہو یہ کیا بے دینی پھیلا گئے ہو پہلے ان سے سوال کرو پھر ہم پر اعتراض کرنا وہ بزرگ بھی رہیں عقیدے بھی وہی رکھیں اور پیشوا بھی رہیں مجدد بھی رہیں سب کچھ ہیں ہم غریب وہ عقیدہ رکھیں تو مشرک ہو جائیں دوزخی ہو جائیں بدعتی ہو جائیں یہ کیا دھاندلی ہے۔

رہ گیا یہ معاملہ کہ پھر کپڑے اوڑھنے کا فائدہ کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا بدن اگر سینہ پیٹھ ننگی بھی ہوتی تو اس بدن سے کسی کی نظر پار جاتی؟ نہیں جاتی تھی تو سایہ بھی کوئی نہیں لیکن نظر پار بھی نہیں جاتی تو سرکارِ دو عالم ﷺ کے کپڑوں کا سایہ بھی نہ ہو اور کسی کی نظر بھی پار نہ جائے یہ نہیں ہو سکتا اس لیے سایہ نہ ہونا اور بات ہے نظر پار جانا اور بات ہے میں علمائے دیوبند سے عرض کروں گا کہ وہ سورج سے ذرا نظر پار نکال کے دکھائیں سورج دو پہر کو چمک رہا ہو سارے علماء اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کے اس کی طرف دیکھتے رہیں اور اپنی نظر کو اس سے پار کر کے دکھائیں اللہ کرے گا سب کی نظر ختم ہو جائے گی جسم تو مٹی کا ایک ڈھانچہ ہے لیکن نظر پار جا سکتی ہے نظر پار جانا اور بات ہے ستر وغیرہ بھی محفوظ ہو سکتا ہے نظر پار نہیں جا سکتی اور سایہ بھی نہیں ہو سکتا ہے اس لیے نظر پار نہ جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سایہ ہو نظر نہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے جسم سے پار جاتی ہے نہ سورج کے بدن سے پار جاتی ہے اس کے باوجود سایہ بھی نہیں ہے۔

سوال: آپ نبی کریم ﷺ کو نُور کہہ کر آپ کی شان گھٹاتے ہیں کیونکہ آپ بشر ہیں سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ آپ بشر ہیں وضاحت فرمائیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کو نُور کہتے ہوئے آپ کی شان کم ہوتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ بشر کی شان اونچی ہوئی اور نُور کی کم ہوئی۔ پھر اللہ کے بارے میں کیا خیال ہے اللہ بشر ہے کہ نُور

ہے۔نُور سے بشر کی شان اونچی ہوئی تو اس کا مطلب ہے (نعوذ باللہ) تم بھی اللہ سے اونچے ہو گئے حماقت کی انتہا ہے مسئلہ کتابوں میں یہ نہیں کہ نُور کی شان کم ہے اور بشر کی زیادہ ہے جو کتابوں میں مسئلہ ہے وہ فرشتے اور بشر کی بات کی گئی ہے نُور اور بشر کی بات نہیں کی گئی ہے۔نُور ہونا اور چیز ہے اور فرشتہ ہونا اور چیز ہے نبی پاک ﷺ کے لیے فرشتہ ہونا کمال نہیں لیکن نُور ہونا نبی پاک ﷺ کا کمال ہے جبریل جیسا فرشتہ نبی پاک ﷺ کے در کا دربان ہے اس لیے فرشتہ ہونا نبی پاک ﷺ کا کمال نہیں لیکن نُور ہونا نبی پاک ﷺ کے لیے کمال ہے بشر کامل ہوتا ہی تب ہے جب نُور اس میں آئے جس میں نُور نہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہے، کافر ہے وہ کسی کام کا ہے ہی نہیں۔ اس میں کمال کہاں ہے قرآن کی نص، بشر والی آیت تمہیں یاد ہے اور نُور کی یاد نہیں پورے قرآن پہ ایمان لانا ضروری ہے یا کچھ قرآن پہ ایمان لانا کافی ہے؟ پھر بشر کی آیات بھی مانو اور ساتھ نُور والی آیات بھی مانو یہی ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے نبی پاک ﷺ لباسِ ظاہری کے لحاظ سے بشر بھی ہیں اور اپنی حقیقتِ باطنہ کے لحاظ سے نُور بھی ہیں دونوں آیتیں برحق ہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ بھی برحق ہے۔

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

[سورۃ المائدۃ آیت:15]

وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ بھی برحق ہے۔

ترجمہ: اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

[الاحزاب:47]

اور قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ بھی برحق ہے۔

ترجمہ: تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

[سورۃ الکھف آیت:110]

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ یہ بھی برحق ہے۔

ترجمہ: تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو، میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔

[سورۃ الاسراء آیت:93]

لیکن یادرکھو بشریت کا کمال تب ہی ہوتا ہے جب نور آئے۔جس میں نور نہیں ہوتا اس میں کوئی کمال نہیں ہوسکتا۔نُورانیت آپ کی پہلے ہے اور لباسِ بشری بعد میں ہے۔ترمذی شریف کی حدیث ہے صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کب نبی بنائے گئے ہیں نبوت آپ کو کب سے ملی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ابھی آدم علیہ السلام کا نہ جسم بنا تھا، نہ روح بنی تھی، نہ باہمی تعلق قائم ہوا تھا میں نے اس وقت بھی تاجِ نبوت سر پہ رکھا ہوا تھا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: " وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! نبوت آپ کے لیے کب واجب ہوئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔(سنن ترمذی رقم الحدیث:3609)

پھر تاجِ نبوت کس کے سر پہ تھا آپ ﷺ کی حقیقتِ نُوری کے سر پہ تاجِ نبوت رکھا ہوا تھا تو آپ کی نُورانیت پہلے ہے لباسِ بشری آپ کا بعد میں ہے۔

سوال:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ [سورۃ الکھف آیت:110]

ترجمہ: تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

کلمہ شہادت اور آیاتِ معراج وغیرہ میں نبی کریم ﷺ کی بشریت ثابت ہے اور قرآن مجید میں اکثر انبیاء نے اپنی اپنی بشریت کا اعلان فرمایا تو قرآن مجید کی آیات سے جواب دیں کہ کسی ایک پیغمبر نے فرمایا ہو میں انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہوں؟

جواب: فرشتہ ہونا نبی کریم ﷺ کا کمال نہیں ہے جبریل فرشتہ ہے مگر سدرہ پہ کھڑا ہے سرکار ﷺ آگے جا رہے ہیں تو فرشتہ ہونا کمال نہیں فرشتے تو ان کے خادم ہیں فرشتے ان کے نوکر ہیں وہی فرشتہ ان کے لیے گھوڑا لے آتا ہے سوار ہونے لگتے ہیں تو رکاب تھامتا ہے چلنے لگتے ہیں تو لگام تھامتا ہے اس لیے فرشتہ ہونا آپ کے لیے کمال نہیں ہے لیکن نبی کریم ﷺ کے لیے نُور ہونا کمال ہے اگر بشریت افضل ہے نُور سے تو پھر اللہ نور ہے ہم بشر ہیں پھر کیا ہماری شان اونچی

ہو گئی۔ اللہ نیچے رہ گیا ہم اونچے چلے گئے۔ اللہ نور ہے کہ نہیں۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط [سورۃ النور آیت:35]

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

اللہ نور ہے اور بشریت نورانیت سے افضل ہوتی ہے تو ہمارا درجہ خدا سے بھی بڑھ گیا۔ خدا کا خوف کیا کرو کتابیں پڑھا کرو تا کہ تمہیں سمجھ آئے کہ بشریت اور ملکیت میں یہ بحث ہے یا بشریت اور نورانیت میں یہ بحث ہے بشر افضل ہے فرشتہ سے یا فرشتہ افضل ہے بشر سے مسئلہ یہ ہے۔ نُور افضل ہے یا بشر یہ مسئلہ نہیں ہے نُور ہر حال میں افضل ہے جس بشر میں نور نہیں ہے وہ کسی کام کا ہی نہیں ہے۔ اگر تمہاری آنکھ میں نور نہ ہو آنکھ کسی کام کی ہے اور اگر آنکھ ہی نہ ہو تو بندہ کسی کام کا ہے۔ تو نُور کے بغیر تو بندہ کسی کام کا ہے ہی نہیں۔ بشر میں جو کمال ہے وہ نُور کی وجہ سے ہے روح اندر نہ ہو یہ بشر کس کام کا اور روح آسمانی بشر ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ [سورۃ الاسراء آیت:85]

ترجمہ: تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

یہ اللہ کے امر کُن سے پیدا ہونے والی ہے اور جو جبریل و میکائیل کی حقیقت ہے وہی روحِ انسانی کی حقیقت ہے۔

اس لیے نور ہونا اور بات ہے فرشتہ ہونا اور بات ہے فرشتوں سے وہ انسانِ کامل افضل ہے جو نبوت کے مقام پہ فائز ہے اور وہ فرشتوں میں سے جو رسول ہیں ان سے افضل ہے اور جو عام متقی پرہیز گار مومن ہیں وہ عام فرشتوں سے افضل ہیں لیکن نور بشریت سے افضل ہے۔ بشر کا جو بھی کمال ہے وہ نورانیت کی وجہ سے ہے۔ اب یہ ہے کہ پیغمبروں نے اقرار کیا کہ ہم بشر ہیں تو کافروں نے بھی تو یہی کہا تھا کہ تم بشر ہو پھر فرق کیا رہ گیا کافر بھی کہیں۔

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا [سورۃ یٰس آیت:15]

ترجمہ: تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی۔

تم ہمارے جیسے بشر ہو یہ بھی کہہ دیں۔

اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ [سورۃ ابراہیم آیت:11]

ترجمہ: ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان۔

ہم تمہارے جیسے بشر ہیں پھر فرق کیا ہوا۔ کافر تو کہتے تھے کہ تم بشر ہو لہٰذا رسول نہیں۔ پیغمبروں کا مقصد کیا ہے ظاہری بشریت دیکھ کے ہماری رسالت کا انکار مت کرو یہ عقیدہ غلط ہے کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا ہم بشر بھی ہیں اور رسول بھی ہیں۔ صرف یہ بات ہے ان کا رد کرنا مقصود ہے چونکہ بشری شکل میں ہیں لہٰذا رسول نہیں۔ انہوں نے کہا بشری شکل میں بھی ہیں اور رسول بھی ہیں کیوں بشری شکل میں ہیں۔ اللہ فرماتا ہے تم بشر ہو تمہاری ہدایت مطلوب ہے تو

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔ [سورۃ الانعام آیت:9]

اگر ہم فرشتہ بھی بھیجیں تو چونکہ تمہاری ہدایت کا سامان مقصود ہے اس کو بھی لباس بشری پہنا کے بھیجیں گے۔ لہٰذا رسول کے لیے لباس کے لحاظ سے بشر ہونا ضروری ہے یہ نہیں کہ حقیقت ہماری طرح بشر ہو۔ پھر یہ ضروری نہیں بلکہ جائز ہی نہیں کہ پیغمبر ہماری طرح بشر ہو اور اس میں علیحدہ استعداد نہ ہو ورنہ وہ پیغمبر ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں! اس لیے کہ پیغمبر کا کام ہے اللہ اور انسانوں کے درمیان واسطہ بننا اللہ سے فیض لے اور ہمیں فیض دے تو جب ہم براہِ راست فیض نہیں لے سکتے تو جو ہمارے جیسا ہو گا وہ کیسے لے گا اگر ہم براہِ راست۔ لے سکتے تو ان کو درمیان میں لانے کی ضرورت کیا تھی چونکہ ہم براہِ راست فیض نہیں۔ لے سکتے تھے اس لیے یہ ہستیاں درمیان میں آئیں تو اب ان میں امتیاز ہونا چاہیے کہ وہ اللہ سے لیں گے اور ہمیں دیں گے ہم براہِ راست نہیں لے سکتے اگر نبی بھی بالکل ہمارے جیسا ہو تو وہ اللہ سے کیسے لے گا اور ہمیں کیسے دے گا۔

سوال: نبی کریم ﷺ کا نُور حسی ہے یا نُورِ ہدایت ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا نُور حضرت آمنہ دیکھ رہی ہیں قَدْ خَرَجَ مِنِّي نُوْر اَضَاءَ لِيْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّام شام کے محل ان پہ روشن ہو رہے ہیں یہ نور صرف معنوی تھا اور برکت کے طور پہ نور آ گیا ہے یا واقعی نُور ہے نہ چودھویں کے چاند میں اتنا نُور ہے نہ دوپہر کے سورج میں اتنا نُور ہے جتنا نبی پاک ﷺ کا نُور ظاہر ہو رہا ہے۔ صحابہ کہتے ہیں جب آپ ﷺ مسکراتے تھے تو

نُور کی لائیں دانتوں سے نکلتی نظر آتی تھیں اور جب آپ ﷺ بولتے تھے اور جب مسکراتے تھے یا ہنستے تھے تو دیواریں بھی چمک اٹھتی تھیں اور محفل بھی نورانی ہو جاتی تھی نبی کریم ﷺ سے آپ کے صحابی حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں اپنی قوم کی طرف تبلیغ کے لیے جانا چاہتا ہوں کوئی نشانی عطا کریں تا کہ پتہ چلے کہ یہ میرا نمائندہ ہے آپ ﷺ نے اس کے ماتھے پہ انگلی رکھی انگلی رکھنے سے پہلے سارا ماتھا ایک جیسا تھا انگلی رکھ کے اُٹھائی تو ماتھے سے نُور کی لائیں نکل رہی ہیں، شعاعیں نکل رہی ہیں عرض کی حضور علامت، نشانی تو بجا ہے لیکن دن کو دُور سے کوئی دیکھے گا تو سمجھے گا یہ برص کا داغ ہے مہربانی کر کے اس کو کہیں اور منتقل کر دیں تو آپ ﷺ نے اس کی چھڑی لے کر اُس کے ماتھے سے لگائی تو نُور ماتھے سے نکل کے چھڑی میں آ گیا۔

(سیرت ابن ہشام قسم اول صفحہ 382۔ الاصابہ جلد دوم۔ صفحہ 217۔ اسد الغابہ جلد سوم صفحہ 54۔ طبقات ابن سعد جلد 14 قسم اول صفحہ 175 بحوالہ معجزاتِ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم از ولید الاعظمی عراق)

تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے ماتھے روشن کر دیے صحابہ کی چھڑیاں روشن کر دیں۔ یہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ حضرت عباد بن بشر اُسید بن خضیر سرکار ﷺ کے پاس رات گئے تک بیٹھے رہے تو بجلی وغیرہ تو تھی کوئی نہیں اندھیرا تھا جب اُٹھے تو نبی پاک ﷺ نے توجہ فرمائی ایک کی چھڑی روشن ہو گئی گلی میں چھڑی روشنی دیتی جا رہی ہے جہاں تک راستہ ایک ہے ایک کی چھڑی روشن ہے جب راستہ جدا ہونے لگا تو دوسرے کی چھڑی بھی روشن ہو گئی تو نبی پاک ﷺ نے صحابہ کی چھڑیاں روشن کر دیں۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيئَانِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے، ایک عباد بن بشر اور دوسرے صاحب میرے خیال کے مطابق

اسید بن حضیر تھے۔ رات تاریک تھی اور دونوں اصحاب کے پاس روشن
چراغ کی طرح کوئی چیز تھی جس سے ان کے آگے آگے روشنی پھیل رہی تھی
پس جب وہ دونوں اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ
ایک ایک چراغ رہ گیا جو گھر تک ساتھ رہا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:465، 3639، 3805)

چھڑی کا دس گز تک روشنی دینا:

حضرت قتادہ بن نعمان یہ نبی کریم ﷺ کے پاس بڑی دیر بیٹھے رہے جب اُٹھ کے گھر جانے لگے تو فرمایا تیرے پاس چھڑی بھی کوئی نہیں لاٹھی بھی کوئی نہیں تیرے گھر کی دہلیز میں اژدھا بھی بیٹھا ہے سرکار ﷺ اپنی جگہ پہ تشریف فرما ہیں اور اس صحابی کو فرما رہے ہیں کہ تیرے گھر میں دروازے کے اندر دہلیز کے ساتھ کالا سانپ بھی بیٹھا ہوا ہے یہ چھڑی لے جا دس گز آگے روشنی دے گی دس گز پیچھے روشنی دے گی راستے میں روشنی میں چلتا بھی جائے گا گھر پہنچے گا تو وہ سانپ بھی نظر آ جائے گا اسے مارنا نہیں ہے صرف ڈرا دھمکا کے وہاں سے نکال دینا ہے۔ کیوں! اس لیے کہ وہ حقیقت میں جن ہے شیطان ہے صورت اس نے سانپ والی اختیار کی ہوئی ہے لہٰذا اسے مارنا نہیں ہے ویسے بھگا دینا تو صحابہ کرام کی چھڑیوں کو سرکار ﷺ روشن فرما رہے ہیں۔

وَصَلَّى مَعَهُ الْعِشَاءَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ مَطِيرَةٍ عُرْجُونًا. وَقَالَ: انْطَلِقْ بِهِ. فَإِنَّهُ سَيُضِيءُ لَكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ عَشْرًا. وَمِنْ خَلْفِكَ عَشْرًا. فَإِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَتَرَى سَوَادًا فَاضْرِبْهُ حَتَّى يَخْرُجَ. فَإِنَّهُ الشَّيْطَانُ۔ [1]

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی)

آپ ﷺ سفر سے واپس آ رہے ہیں حضرت حمزہ اسلمی بھی آپ کے ساتھ ہیں اونٹوں کا رات کا سفر ہے پہاڑی راستہ ہے خطرہ ہے کوئی اونٹ گرے گا وہ بھی مرے گا سوار بھی مرے

[1] ناصر الدین البانی نے بھی اس سے تھوڑا مختلف واقعہ ذکر کیا ہے وہاں قُنفُذ (سیہی) کا ذکر ہے (ایک جانور جس کے جسم پہ لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں) (سلسلہ احادیث الصحیحہ:3036، معجم طبرانی 5/19)

گا سامان بھی برباد ہو گا تو حضرت حمزہ اسلمی کو فرمایا ذرا ہاتھ اوپر اٹھانا اس نے ہاتھ اٹھایا تو آپ ﷺ نے توجہ فرمائی پانچوں انگلیاں شمع کی طرح روشن ہو گئیں مدینہ پاک تک سارا لشکر اس روشنی میں چلتا ہوا پہنچ گیا۔

فَاَضَاءَتْ اَصَابِعِی حَتّٰی جَمَعُوْا عَلَیْهَا ظُهْرِهِمْ وَمَا سَقَطَ مِنْ مَّتَاعِهِمْ وَاِنَّ اَصَابِعِیْ لَتُنِیْرُ

ترجمہ: میری انگلیاں روشن ہو گئیں حتیٰ کہ ان کی روشنی میں سب نے اپنی سواریوں کو یکجا کیا اور گرا ہوا سامان جمع کیا اور میری انگلیاں اسی طرح روشنی پھیلا رہی تھیں۔ (خصائص کبریٰ: ج، 2،ص، 81 معرفة الصحابة لأبي نعيم: 1841،تاریخ مدینہ دمشق:ج،15)

حضرت شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

ایں احادیث اول دلیل اند بر نورانیت مصطفی ﷺ و سرایت نورانیت وے بخادمان درگاہ و بمانند عصا و تازیانہ ایشاں چہ جائے ذوات و اعضائے ایشان نوز علی نور۔ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ان روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ نبی پاک ﷺ خود بھی نُور تھے اور آپ نے اپنی نُورانیت کے زور پر صحابہ کو بھی روشن و منور کر دیا ان کی چھڑیوں کو بھی روشن اور منور فرما دیا نُورِ حسی ہے یہ تارے نُور ہیں کہ نہیں۔ ان کا نور نظر آتا ہے کہ نہیں اور ان کے ذریعے رہنمائی بھی ہوتی ہے کہ نہیں۔ آپ نے معلوم کرنا ہو قبلہ کدھر ہے قطب تارہ کندھے میں آئے گا تو پھر قبلے کی طرف منہ سیدھا ہو جائے گا رہنمائی کا ذریعہ بھی بنتے ہیں اور نُور بھی آنکھوں سے نظر آتا ہے کہ نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نُورِ ہدایت ہیں نُورِ حسی نہیں ہیں سورج سے راہ تمہیں نظر نہیں آتی، چودھویں کے چاند میں راہیں نظر نہیں آتیں تو نُور نظر بھی آ رہا ہے نُورِ ہدایت بھی ہے اس سے راہیں بھی واضح ہو رہی ہیں نبی پاک ﷺ نُورِ ہدایت بھی ہیں اور نُورِ محسوس بھی ہیں مگر ہر کوئی دیکھ نہیں سکتا دیکھ وہی سکتا ہے جسے اللہ دکھائے۔ اللہ نہ دیکھنے دے تو ابو جہل کو نُور نظر نہیں آیا۔ اللہ نے دکھا دیا تو بتوں کو دکھا دیا جس رات سرکار ﷺ پیدا ہوئے اس کی صبح کو بت پرست بت خانے میں گئے تو بت منہ کے بل گرے ہوئے تھے

حیران ہوئے کوئی شرارت کر گیا گرا گیا اپنی جگہ پہ گاڑے سیدھے کیے وہ پھر گر گئے پھر گاڑے پھر گر گئے حیران ہوئے یہ کون سی بیماری لگ گئی کون سی اعصابی کمزوری لاحق ہوگئی پتھر کے بنے ہوئے ہیں یہ اُٹھتے ہی نہیں، اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہی نہیں۔ جب کہا کہ تمہیں کون سی بیماری لگ گئی کیوں نہیں اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے تو بڑے بت کے اندر سے جواب کیا آیا۔ تَرَدَّی لِمَوْلُوْدٍ اَضَاءَتْ بِنُوْرِہٖ جَمِیْعُ ۔۔۔۔ فِی الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ ہم کسی بیماری کی وجہ سے نہیں جان بوجھ کے ماتھا ٹیک رہے ہیں اس ہستی کی بارگاہِ ناز میں سجودِ نیاز بجالانے کے لیے جس نے آج دنیا پہ قدم ٹکا کے پورے جہان کو روشن کر دیا۔ ﴿یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ [سورۃ النور آیت:35] دیکھ وہی سکتا ہے جسے اللہ دکھائے ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا جسے میں دکھاؤں وہ دیکھ سکتا ہے۔

قربانی کے مسائل

سوال: اگر کوئی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا منکر ہو دشمن ہو اُن کو مرتد ماننے والا اور جو قرآن کا منکر ہو کہ یہ قرآن اصلی نہیں ہے کیا اُس کے ساتھ قربانی ہو سکتی ہے؟

جواب: اگر کوئی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا دشمن ہو اُن کو مرتد ماننے والا ہو اور قرآن کا منکر ہو کہ یہ قرآن اصلی نہیں ہے اس طرح کے عقیدے بھی بعض لوگوں کے ہیں کہ یہ قرآن اصلی نہیں ہے اصلی قرآن کی سترہ ہزار آیتیں تھیں اب چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں تو گویا دو تہائی قرآن غائب ہے اور جو ہے اس کی بھی ترتیب ادل بدل کر دی گئی ہے پہلے کی آیتیں پیچھے اور پیچھے کی پہلے، درمیان والی آیتیں آس پاس اور آس پاس والی درمیان میں رکھ دی گئی ہیں تو جن کا یہ عقیدہ ہے یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں کہتے ہیں وہ مرتد ہو گئے تھے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے تھے صرف تین بچے حضرت سلمان حضرت مقداد اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم وہ بھی بظاہر مرتدوں کے ساتھ تھے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی جو دو محبوب بیویاں ہیں حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ان کو یہ لوگ منافق مانتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ان دونوں نے زہر دے کے نبی کریم ﷺ کو مار دیا تھا آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اُن کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ حرام زادے تھے نبی پاک ﷺ کی پھوپھی نے نعوذ باللہ زنا کیا اور اس زنا کے ذریعے یہ زبیر پیدا ہوئے لہٰذا جن لوگوں کے اس طرح کے عقائد ہیں اُن کے ساتھ مل کے قربانیاں بالکل نہیں کرنی چاہییں کیونکہ یہ اللہ کی عبادت ہے یہ کوئی دنیا داری معاملہ نہیں ہے اور جب ایک کی قربانی مردود ہو گئی تو ساتھ سب کی مردود ہو جائے گی کیونکہ اکٹھی جو پیش ہو رہی ہے تو پھر ایک کی مردود ہو گئی سب کی مردود ہو جائے گی تو اس لیے ایسے گستاخ صحابہ گستاخِ نبوت جو ہیں اُن لوگوں کے ساتھ مل کے قربانی کرنا بالکل درست نہیں ہے۔

سوال: قربانی والے جانور کی کھال دینی مدرسہ کی بلڈنگ بنانے میں استعمال ہو

سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی ؟

جواب: جو بلڈنگ بنانے کا منتظم ہے آپ اس کو ہبہ کر دیں وہ بیچے وہ لگائے جائز ہے آپ بیچتے ہیں تو پھر اس کا مصرف وہ ہوگا جو زکوٰۃ کا ہے زکوٰۃ غریب مساکین فقراء وغیرہ لے سکتے ہیں زکوٰۃ نہ مسجد پہ لگتی ہے اور نہ عمارات پہ لگتی ہے وہ اُس صورت میں استعمال نہیں ہو سکتی اس کی صورت یہ ہے کہ جو منتظم ہے ناظم ہے اسے ہبہ کر دو وہ بیچے اب وہ مالک بن گیا اب وہ زکوٰۃ کے مصرف میں نہیں ہوگی لہٰذا اسے ایسی جگہ پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سوال: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ کب پیش آیا صاحب روح البیان نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر کم تھی اور تفسیرِ عزیزی میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر زیادہ تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی تو اس وقت آپ اتنا روئے کہ ہوا میں پرندے بھی رونے لگ گئے اور اس وقت حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی وفات ہو چکی تھی اب مشہور یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی حیات میں یہ واقعہ پیش آیا اور وادی چھوڑنے سے پہلے یہ واقعہ ہو تو پھر قرآنِ پاک میں یہ آتا ہے کہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے کیا معصوم بچہ اس طرح کے الفاظ کہہ سکتا ہے؟

جواب: قرآنِ مجید یہ کہتا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ

ترجمہ: پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا ۔[سورۃ الصفّٰت آیت:102]

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دوڑ بھاگ کے قابل ہوئے ﴿فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ اللہ کے ذکر کی طرف تیزی کے ساتھ چلو کوشش کے ساتھ چلو تو یہ چلنا، بھاگنا، دوڑنا، محنت، کوشش کرنا یہ سعی کا معنیٰ ہے اور قرآن یہ کہہ رہا ہے:

﴿بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ کہ وہ دوڑ بھاگ کی عمر کو پہنچے ۔ تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا کہ

﴿اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ﴾ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا

ہوں جب قرآن نے مدت مقرر نہیں کی کہ عمر کتنی تھی لیکن یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ جوان تھے مرد تھے بالغ ہوجائے تو پھر رجل کہلاتا ہے اسی لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں قرآن میں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ [سورۃ الاحزاب آیت:40]

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔

حالانکہ بیٹے تو آپ ﷺ کے بھی تھے چار صاحبزادے آپ کے تھے تو جب تک کوئی بالغ نہیں ہوتا اسے رجل نہیں کہا جاتا مرد نہیں کہا جاتا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی حضرت اسماعیل علیہ السلام بالغ نہیں ہوئے تھے مرد کہلانے والی مدت کو نہیں پہنچے تھے اس سے کم عمر تھے اس لیے رہ گیا یہ معاملہ کہ ایک معصوم بچہ کیسے کہہ سکتا ہے پیغمبر زادے کو اپنے آپ پر یا اپنی اولاد پر قیاس کرنا یہی بنیادی خرابی ہے پیغمبر ابتداء سے ہی لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام بچوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے بچے کہتے آؤ نا یار کھیلیں کیوں نہیں کھیلتے وہ کہتے مَا لِهٰذَا خُلِقْنَا ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔

پیغمبر بچپن سے اللہ رب العزت کا عارف ہوتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امی جان کی طہارت پنگھوڑے میں لیٹے لیٹے بیان کررہے ہیں۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝

ترجمہ: فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ [سورۃ مریم آیت:30]

میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے منصبِ نبوت عطا کیا ہے ساتھ احکام بھی بیان کیے ہیں۔

وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ [سورۃ مریم آیت:31]

ترجمہ: اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی۔

میرے لیے نماز کا حکم ہے زکوٰۃ کا حکم ہے تو وہ پنگھوڑے میں لیٹے لیٹے بیان کررہے ہیں اس لیے بلوغت سے پہلے کی بات ہے اور بالکل دودھ پینے کے دور کی بات نہیں ہے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام چل کے جارہے تھے ﴿بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ اسی پہ دال ہے۔ یہ جو تین

جگہ کنکریاں لگی ہیں شیطان نے ابراہیم علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تو دو جگہ کنکریاں وہاں لگیں تیسری جگہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے سامنے آ کے بات کی کہ تمہیں پتہ ہے تمہارا بیٹا کہاں لے گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام باہر کہیں گئے ہیں نہیں نہیں وہ تو ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں ظالم ذبح کیوں کرنا ہے بیٹا ہے۔ کہا نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے انہیں حکم دیا ہے۔

فرمایا اللہ نے حکم دیا ہے تو پھر ایک اسماعیل کیا ہزاروں اسماعیل ہوں تو اللہ کے نام پہ قربان ہیں پھر اسے کنکریاں ماریں کہ لعین تو شیطان ہے جو مجھے ورغلا رہا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کان میں کہا پتہ ہے ابا جی کدھر لے کے جا رہے ہیں کہا سیر کرنے کے لیے جا رہے ہیں نہیں تجھے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں کیوں کبھی بیٹے کو باپ بھی ذبح کرتا ہے نہیں اُن کا خیال یہ ہے کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے لعنتی اللہ نے حکم دیا ہے تو کیا پھر جان پیاری ہو سکتی ہے۔

انہوں نے بھی کنکریاں ماریں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا کہنے لگا آخری سہارا ہے ذبح کرنے چلے ہو فرمایا شیطان لعین تُو مجھے ورغلانے آیا ہے مجھے اللہ نے حکم دیا ہے انہوں نے بھی کنکریاں ماریں بہر حال روایات سے بھی پتہ چلتا ہے عمر چھوٹی تھی بالغ نہیں تھے قرآن کے الفاظ سے بھی یہی پتہ چلتا ہے اور اتنے دودھ پیتے بچے بھی نہیں تھے اس لیے یہ کہنا کہ وہ معصوم ہو کر کیسے یہ کہتے ہیں کہ میں صبر کروں گا۔ ﴿سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾۔

دودھ پیتے بچے کا کلام کرنا:

بخاری شریف میں روایت ہے ایک بچہ دودھ پی رہا ہے ماں نے دیکھا کہ ایک گھڑ سوار گزرا بڑے کرّ وفر کے ساتھ بڑی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ جا رہا ہے چادر بڑی قیمتی ہے اور اُوپر لنگی وغیرہ بڑی قیمتی تو کہا خدایا میرے بیٹے کو اس جیسا بنا اُس نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور عرض کیا خدایا مجھے ایسا نہ بنا اب ایک عورت کو لے کر گزرے ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں پاؤں پکڑے ہوئے ہیں گھسیٹ کے لے جا رہے ہیں کوئی لات مار رہا ہے کوئی مُکا مار رہا ہے کوئی پتھر مار رہا ہے کوئی گالیاں دے رہا ہے اُس نے کہا خدایا میرے بیٹے کو ایسا نہ بنانا بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا۔

اور عرض کی خدایا مجھے اس جیسا بنا ماں نے لگایا تھپڑ کہ میں تیری بھلائی کے لیے دعا کرتی ہوں تو میری مخالفت کرتا ہے اُس نے کہا جو کرّ و فر سے جاتا ہوا تمہیں نظر آیا وہ بظاہر تو بڑا اچھا نظر آتا ہے لیکن شرارتی ہے زانی ہے بدکردار ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہے، غضب ہے اس لیے میں نے اُس کے باطن کو دیکھ کے دُعا کی ہے کہ خدایا مجھے اس جیسا نہ بنا اور جسے مارتے جارہے تھے بے عزت کرتے جارہے تھے تُو تو سمجھتی ہے یہ بڑی بُری ہے بدکردار ہے اس لیے اس کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے حالانکہ حقیقت میں یہ بے گناہ ہے پاک دامن ہے اللہ کے ہاں اس کے درجے بلند ہو رہے ہیں مرتبہ اُونچا ہو رہا ہے اس لیے میں نے دُعا کی ہے کہ خدایا مجھے اس جیسا بنا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيسَى وَكَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ، يُقَالُ لَهُ: جُرَيْجٌ كَانَ يُصَلِّي جَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ وَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ فَأَتَوْهُ فَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ، فَقَالَ: مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ، قَالَ: الرَّاعِي، قَالُوا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لَا إِلَّا مِنْ طِينٍ وَكَانَتِ امْرَأَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَهَا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ رَاكِبٌ ذُو شَارَةٍ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهُ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا وَأَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهَا يَمَصُّهُ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَمَصُّ إِصْبَعَهُ ثُمَّ مُرَّ بِأَمَةٍ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَ هٰذِهِ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: لِمَ ذَاكَ،

فَقَالَ: الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَهٰذِهِ الْأَمَةُ يَقُولُونَ سَرَقْتِ زَنَيْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "گود میں تین بچوں کے سوا اور کسی نے بات نہیں کی۔ اول عیسیٰ علیہ السلام (دوسرے کا واقعہ یہ ہے کہ) بنی اسرائیل میں ایک بزرگ تھے، نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں نے انہیں پکارا۔ انہوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں والدہ کا جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں؟ اس پر ان کی والدہ نے (غصہ ہو کر) بد دعا کی: اے اللہ! اس وقت تک اسے موت نہ آئے جب تک یہ زانیہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک فاحشہ عورت آئی اور ان سے بدکاری چاہی لیکن انہوں نے (اس کی خواہش پوری کرنے سے) انکار کیا۔ پھر ایک چرواہے کے پاس آئی اور اسے اپنے اوپر قابو دے دیا اس سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ اور اس نے ان پر یہ تہمت دھری کہ یہ جریج کا بچہ ہے۔ ان کی قوم کے لوگ آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا، انہیں نیچے اتار کر لائے اور انہیں گالیاں دیں۔ پھر انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی، اس کے بعد بچے کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ بچہ (اللہ کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا ہے اس پر (ان کی قوم شرمندہ ہوئی اور) کہا ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنائیں گے۔ لیکن انہوں نے کہا ہرگز نہیں، مٹی ہی کا بنے گا (تیسرا واقعہ) اور ایک بنی اسرائیل کی عورت تھی، اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ قریب سے ایک سوار نہایت عزت والا اور خوش پوش گزرا۔ اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بچے کو بھی اسی جیسا بنا دے لیکن بچہ (اللہ کے حکم سے) بول پڑا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر اس کے سینے سے لگ کر دودھ پینے لگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نے بیان کیا کہ جیسے میں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی چوس رہے ہیں (بچے کے دودھ پینے کی کیفیت بتلاتے وقت) پھر ایک باندی اس کے قریب سے لے جائی گئی (جسے اس کے مالک مار رہے تھے) تو اس عورت نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس جیسا نہ بنانا۔ بچے نے پھر دودھ پینا چھوڑ دیا اور کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنا دے۔ اس عورت نے پوچھا۔ ایسا تو کیوں کہہ رہا ہے؟ بچے نے کہا کہ وہ سوار ظالموں میں سے ایک ظالم شخص تھا اور اس باندی سے لوگ کہہ رہے تھے کہ تم نے چوری کی اور زنا کیا حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 3436، صحیح مسلم رقم الحدیث: 6509)

اگر ایسی عورتوں کے دودھ پیتے بچے حقائق شناس ہو سکتے ہیں اور واقعات سے آگاہ ہو سکتے ہیں اُن کو لوگوں کے باطن پر اطلاع ہو سکتی ہے تو پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے خمیر سے تیار ہونے والا بچہ اور نبی امی ﷺ کے جد امجد ہونے کا اعزاز پانے والا بچہ کس شان کا مالک ہونا چاہیے۔

سوال: فوت شدہ والدین کی طرف سے قربانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے پوری اُمت کی طرف سے قربانی کی ہے اگر پیدا ہونے سے پہلے ان کی طرف سے ہو سکتی ہے تو پھر پیدا ہو کے دنیا سے کوچ کرنے کے بعد کیوں نہیں ہو سکتی۔ پیدا ہونے سے پہلے اور پیدا ہو کے مر جانے کے بعد میں فرق کیا ہو گا نہ وہ یہاں موجود، نہ یہ یہاں موجوذ۔ وہ ابھی آئے نہیں اور یہ آ کے چلے گئے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ اپنا ثواب دوسرے کو دیا جا سکتا ہے خواہ اُس کے آنے سے پہلے ہو یا اُس کے جانے کے بعد ہو اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ

فِي دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَصَدَقَتِهِمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ لَهُمْ۔

زندہ بندے فوت شدگان کی طرف سے دُعا کریں تو بھی انہیں فائدہ پہنچتا ہے صدقہ وخیرات کریں تو بھی فائدہ پہنچتا ہے مولا مرتضیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ دو قربانیاں کرتے تھے پوچھا

گیا حضرت دو کیوں کرتے ہیں فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ۔

مجھے نبی کریم ﷺ کا حکم ہے کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں۔ ایک بات ذہن میں رہے ایک ہے قربانی واجب مالی عبادت جب تک وہ اجازت نہ دے حکم نہ دے ان کی طرف سے نہیں ہو سکتی اس لیے اگر تم چاہو زندہ ماں باپ کی طرف سے یا باپ چاہے جوان، بالغ اولاد کی طرف سے تو جب تک وہ اجازت نہیں لے گا تو اُن کی طرف سے قربانی نہیں ہوگی اس لیے واجب ادا نہیں ہوگا جب تک وہ حکم نہ دے گئے ہوں وصیت نہ کر گئے ہوں اُن کے واجبات ادا نہیں ہوں گے نفلی قربانی ہوگی اس کا ثواب ان کو پہنچایا جاسکتا ہے۔

سوال: قربانی کا گوشت عیسائی کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں دیا جاسکتا ؟

جواب: جو واجب یا فرض صدقات ہیں وہ غیر مسلموں کو نہیں دینے چاہییں۔

متفرقات

سوال: بعض لوگ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم بن ادھم کعبہ شریف تشریف لے گئے تو کعبہ شریف رابعہ بصری کے طواف کے لیے گیا ہوا تھا کیا یہ صحیح ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: کعبہ کا کسی ولی کی زیارت کے لیے جانا تو اصولی طور پر ثابت ہے فقہاء نے بحث کی کہ اگر کعبہ کسی ولی کی زیارت کے لیے چلا جائے تو ہماری نمازوں کا کیا بنے گا یہ سوال نقل کر کے انہوں نے جواب کیا دیا ہے کہ کعبہ جس جگہ پہ ہے اصل فضا جو ہے وہ کعبہ ہے اس فضا کو معین کرنے کے لیے حد قائم کر دی گئی ہے دیوار کے ذریعے۔ چھت تو بعد میں بنی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھت نہیں ڈالی تھی جو چار دیواری بنی ہوئی ہے اس فضا کو معین کرنے کے لیے حد بنا دی گئی ورنہ اصل کعبہ اس دیوار کا نام نہیں ہے اس مکان چار دیواری کا نام نہیں ہے جو فضا ہے اس کا نام ہے اور وہ تحت الثریٰ تک بھی ہے عرشِ علیٰ تک بھی ہے کعبہ تو نیچے رہ جاتا ہے ہم ہوائی جہاز پہ ہوں تو نماز پڑھتے ہیں پھر نماز کس قبلے کی طرف ہوئی یہ مقام تو نیچے رہ گیا۔

اسی طرح کعبے کا حصہ زمین کی چوٹی پہ ہو تم زمین کے جس طبقے پہ ہو یہاں سے تمہارا سجدہ کعبہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے۔ زمین اس طرح ہے جس طرح فٹ بال ہوتا ہے اگر فٹ بال کی چوٹی پر کعبہ ہے تو تم فٹ بال کی مشرقی جانب ہو اب تمہارا سجدہ سینکڑوں میل آگے نکل گیا اب سجدہ کدھر ہوا کعبہ اس مقام کا نام نہیں بلکہ اس فضا کا نام ہے جو تحت الثریٰ تک بھی جائے گا عرشِ علیٰ تک بھی جائے گا اس لیے کوئی جتنی بلندی پر بھی چلا جائے اس کا منہ کعبہ کی طرف ہو سکتا ہے کیونکہ کعبہ اس فضا کا نام ہے تو فقہائے کرام نے جواب یہ دیا ہے کہ کعبہ اصل فضا کا نام ہے اس لیے مکان ہو یا نہ ہو ادھر منہ کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی جب اصولی طور پر یہ چیز ثابت ہو گئی کہ کعبہ زیارت کے لیے جا سکتا ہے اگر نہ جا سکتا تو کہتے یہ بات ہی غلط ہے۔

وہ کہتے ہیں بے شک چلا جائے ہماری نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا تو اصولی طور پر یہ

بات تسلیم ہو گئی کہ کعبہ ولیوں کی زیارت کے لیے جا سکتا ہے۔ اب حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے لیے جائے تب اس کی مرضی، حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ کے لیے دہلی آئے اس کی مرضی، کئی ولیوں کے لیے یہ مذکور ہے کہ کعبہ ان کی زیارت کے لیے آتا رہا ہے طواف کرتا رہا ہے۔ ہم کعبے کا طواف کیوں کرتے ہیں اس لیے کہ کعبہ اللہ رب العزت کی صفت جلال کا مظہر ہے۔

جب وہ صفتِ جلال کا مظہر ہو گیا تو ہر صفت اپنے موصوف کے گرد گھومتی ہے طواف کرتی ہے تو ہم اس کعبہ کی فرع ہیں کعبہ زمین کی اصل ہے، ہم زمین کی جز ہیں جب کعبہ زمین کی اصل ہو اتو ہمارے جسم کی بھی اصل ہو گیا تو ہمارا جسم کعبے کا طواف کرتا ہے کیوں! اس لیے کہ وہ ہماری اصل ہے اور کعبہ اللہ رب العزت کی صفتِ جلال کا مظہر ہے اب جو ولی، اللہ کی ذات کا مظہر بنے تو جلال و جمال دونوں صفتوں کا مظہر بن گیا اب کعبے سے بڑھ گیا ہے اس لیے کعبے کا حق بنتا ہے وہ ولی کے گرد طواف کرے۔

سوال: کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اگر نبی تھے تو ان سے حسد کرنا پیغمبر کی شان کے خلاف نہیں ہے؟

جواب: پہلی شق کا جواب اگر نفی میں دے دیا جائے تو آپ کا سارا اعتراض ختم ہو جائے گا اہلِ سنت کے مذہب میں یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہیں تھے البتہ شیعہ حضرات کے نزدیک وہ پیغمبر تھے اور یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ خلیفے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نہیں بن سکتے کیونکہ پہلے شرک کرتے رہے تھے اس لیے وہ خلیفے نہیں بن سکتے تھے کیونکہ

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾ [سورۃ البقرۃ آیت: 124]

ترجمہ: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

جو ظالم ہیں وہ امامت اور خلافت کے اہل نہیں ہیں لیکن جو اپنے پیغمبر باپ کے ساتھ دھوکہ کریں۔ اپنے معصوم بے گناہ بھائی کے ساتھ ظلم کریں، زیادتی کریں ان کو وہ نبی بھی مان لیتے ہیں اور رسول بھی مان لیتے ہیں ہمارے نزدیک وہ نبی نہیں ہیں جو کچھ ان سے صادر ہوا وہ کبیرہ ہے پیغمبر کی ایذاء رسانی ہے اور پیغمبر کی ایذاء بہت بڑا جرم ہے اس لیے وہ نبی نہیں ہیں ان

میں سے نبی صرف یوسف علیہ السلام ہیں البتہ ان کی جو غلطی تھی، زیادتی تھی وہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی معاف کر دی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی معاف کر دی اب ہمیں حق نہیں کہ ہم ان کی ذات کو نشانہ بنائیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے جب کھڑے تھے اور انہوں نے اپنا تعارف کرا دیا تو پھر ان کے چھکے چھوٹ گئے لرزہ براندام ہو گئے کہ یہ بادشاہ بن چکے ہیں۔ اب ہم سوالی بن کے ان کے سامنے کھڑے ہیں اب ہماری تو موت ہے ہم نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے ہم ان کو اس مقام سے محروم کرنے کی ہر نا کام کوشش کر چکے لیکن یہ اس مقام پہ پہنچ چکے ہیں یہ بادشاہ ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ وہ لرزہ براندام ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [سورۃ یوسف آیت:92]

ترجمہ: کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں۔

میری طرف سے کوئی سختی، شدت، زجر و توبیخ، عذاب وغیرہ تمہارے لیے نہیں ہے میں تمہیں معاف کرتا ہوں ابا جی سے بھی عرض کیا کہ ہمارے لیے بخشش کی دُعا کرو۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ: بولے اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی معافی مانگیے بیشک ہم خطاوار ہیں۔ [سورۃ یوسف آیت:97]

ہم خطا کار تھے، گناہ گار تھے، غلط کار تھے ہمارے لیے استغفار کیجیے بخشش کی دُعا کیجیے تو انہوں نے فرمایا میں ضرور بخشش کی دُعا کروں گا چنانچہ آپ نے دُعا فرمائی۔ اس لیے ہمیں یہ زیبا نہیں ہے کہ ہم ان کے بارے میں کوئی سخت الفاظ استعمال کریں لیکن جہاں تک پیغمبری کا تعلق ہے وہ پیغمبر نہیں ہیں کیونکہ اس قسم کے افعال کا ارتکاب کرنے والا اس قابل ہی نہیں کہ اسے منصب پیغمبری عطا کیا جائے۔

سوال: حضرت یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہیں تھا کہ میرا یوسف کہاں ہے حالانکہ یعقوب علیہ السلام بھی نبی ہیں کیا ان کو علمِ غیب نہیں تھا؟

جواب: میری کس بات سے آپ نے سمجھا ہے کہ ان کو علم نہیں تھا میں نے تو یہی کہا

ہے ان کو علم تھا مگر ظاہر نہیں کیا۔ اس میں مصلحت تھی، علم ہونا اور بات ہے اور اس علم کا اظہار کرنا اور بات ہے۔ اظہار اس وقت کیا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا آپ ظاہر کر دیا جب تک انہوں نے اپنا آپ ظاہر نہیں کیا، پیغمبر نے بھی ان کے بارے میں ظاہر نہیں کیا۔ حکمت کیا تھی آپ بتا دیتے کہ کنوئیں میں پڑے ہیں جاؤ میرے مریدو! وہاں سے لے آؤ تو بیٹوں کی بے عزتی ہوتی یا نہیں۔ لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار اور شرمندہ ورُسوا ہوتے کہ نہیں۔ تو اللہ کو یہ بھی منظور نہیں تھا کہ لوگوں کے سامنے یہ ذلیل ہوں، بے عزت ہوں، رسوا ہوں بے توقیر ہوں۔ پھر اگر کنوئیں سے ادھر آ جاتے تو نہ قافلہ آتا، نہ مصر لے جاتا، نہ وہاں پر وزیر اعظم بنتے، نہ وہاں کے نبی بنتے تو کنوئیں سے ادھر لے آنا ان کو ان تمام مراتب ودرجات سے محروم کر دیتا تو اس لیے بھی مصلحت کے خلاف تھا لہٰذا سوائے اس کے کہ فرماتے:

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾ [سورۃ یوسف آیت:18]

ترجمہ: اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔

کہ میں صبر سے کام لیتا ہوں کیونکہ اللہ کو منظور ایسے ہی ہے کہ کنوئیں کی گہرائی سے اُٹھ کے وہ مصر کے تخت کی بلندی پہ پہنچیں چلو ہم جدائی کے صدمے سہتے رہیں گے برداشت کرتے رہیں گے اسی بات سے اُن کا بھلا ہو جائے گا۔

کوئی اپنا بیٹا لاہور یا امریکہ کسی یونیورسٹی میں داخل کرا دے یہاں جدائی میں بیٹھ کے روتا رہے۔ کوئی مخلص مشورہ دے جناب روتے کیوں ہیں رونے کی کیا ضرورت ہے چلے جاتے ہیں جا کے واپس لے آتے ہیں تو کیا وہ مان جائے گا۔ نہیں بلکہ وہ کہے گا اس کا بھلا اسی میں ہے کہ وہ وہاں رہے اور پڑھے۔ اعلیٰ مرتبے پہ پہنچے گا، اسے اعلیٰ سروس ملے گی۔ بڑی عزت رہے گی۔ اسے بڑا مال ملے گا اس کا بھلا اسی میں ہے۔ چلو ہم جدائی برداشت کر لیتے ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی یہی پتہ ہے کہ اللہ رب العزت ان کو اس کنوئیں سے نکال کے مصر کے تخت کی بلندی پہ پہنچانا چاہتا ہے اس لیے آپ صبر سے کام لیتے ہیں اور اللہ رب العزت کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

سوال: آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بکری کے گوشت کا لقمہ منہ میں ڈالا

لیکن چبایا نہیں کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس گوشت میں زہر ہے " دلائل النبوۃ " کے اندر حدیث موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس زہر نے میری جان لے لی ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: میں نے اتنا عرض کیا کہ چبایا نہیں، نگلا نہیں لیکن یہ تو نہیں کہا منہ میں رکھا ہی نہیں تھا آپ ﷺ منہ میں پھیرتے رہے اور نگلا نہیں پھر اسے تھوک دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بازو مجھے بتا رہا ہے کہ میرے اندر زہر ملی ہوئی ہے جب پوچھا گیا تو واقعی زہر ملی ہوئی تھی۔ اب یہ جو کچھ دیر کے لیے منہ میں لقمہ رہا اُس کا ایک اثر تھا آپ فوراً شہید بھی ہو سکتے تھے لیکن اگر شہید ہوتے تو اس عورت کا یہ نظریہ پورا ہو جاتا کہ یہ جھوٹے نبی ہیں۔

کیونکہ انہوں نے جو دعویٰ کیا وہ یہی تھا کہ زہر ہم نے اس لیے ملایا کہ اگر تم جھوٹے نبی ہو تو فوت ہو جاؤ گے، ہماری جان چھوٹے گی۔ سچے ہو تو اللہ تمہیں محفوظ رکھے گا۔ اگر آپ ﷺ منہ میں لقمہ نہ رکھتے تو آپ ﷺ کے اندر زہر کا اثر ہوتا ہی نہیں تو پھر آپ ﷺ کی سچائی اور حقانیت واضح کیسے ہوتی۔

اگر علم ہوتا تو آپ پہلے ہی ادھر ہاتھ نہ بڑھاتے۔ لقمہ ہی نہ توڑتے اور نہ ہی منہ کی طرف لے جاتے۔ سوال اس طرح کر لیتے تو بہتر ہوتا۔ اگر آپ ﷺ کو علمِ غیب تھا تو آپ نے ہاتھ بڑھایا ہی کیوں، لقمہ اُٹھایا ہی کیوں اور منہ میں ڈالا ہی کیوں؟ اگر آپ ﷺ نہ اُٹھاتے، منہ میں نہ رکھتے ان کا یہ ایک معیار تھا، پرکھنے کا ایک ذریعہ تھا، طریقہ تھا کہ اگر سچے نبی ہیں تو بچ جائیں گے جھوٹے نبی ہیں تو مر جائیں گے اللہ رب العزت آپ ﷺ کی حقانیت کو واضح کرنا چاہتا تھا اس لیے آپ ﷺ نے لقمہ منہ میں رکھا، زہر نے کچھ نہ کچھ اثر کیا تو وفات نہیں ہوئی آپ ﷺ کی حقانیت ثابت ہو گئی۔

نبی کریم ﷺ کا شہادت کی موت کی تمنّا کرنا:

آپ ﷺ اللہ رب العزت سے آرزو کرتے تھے کہ مجھے شہادت کی موت آئے:

لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ۔

یہ آپ ﷺ کی آرزو تھی کہ میں اللہ کی راہ میں قتل ہوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔ تو یہ آپ ﷺ کی آرزو ظاہری طور پر پوری نہیں ہوسکتی تھی۔ کیوں! اس لیے کہ اللہ کو منظور نہیں تھا کہ میرے محبوب کے قدم ہوں اور دشمنوں کے گھوڑے اپنے سُموں سے پامال کریں یا ان کی تلوار سے آپ ﷺ کا سر مبارک قلم ہو اور وہ آپ ﷺ کے سر مبارک کو نعوذ باللہ ٹھوکریں مارتے پھریں تو یہ بھی اللہ کو گوارا نہ تھا۔

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، يَقُولُ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں اور مجھے خود اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ کے راستے میں غزوہ کے لیے جا رہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: 2797، صحیح مسلم: 4859، ابن ماجہ: 2753، سنن نسائی: 3100)

پھر اُحد میں جھوٹی خبر پھیلی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے

حوصلے پست ہو گئے قوتیں جواب دے گئیں اور فتح شکست میں تبدیل ہو گئی تو جھوٹی خبر پر یہ حال ہوا اگر سچی خبر ہوتی تو پھر کیا حال ہوتا۔

اس لیے اللہ کو یہ بھی منظور نہیں تھا کہ میدانِ جنگ میں شہید ہوں پھر طریقہ کیا اختیار کیا کہ آرزو پوری بھی ہو جائے اور اس رنگ میں پوری ہو کہ زہر کی تاثیر کو مؤخر کر دیا جائے جب وفات آنی ہے تو زہر کا اثر بھی ہو جائے تاکہ زہر کے ذریعے آپ ﷺ کی موت واقع ہو شہادت کی موت بھی ہو جائے آرزو بھی پوری ہو جائے اور آپ ﷺ کی حقانیت بھی واضح ہو جائے۔

سوال: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت بنیامین کے غلہ میں پیالہ چھپایا اس کی کیا مصلحت تھی؟

جواب: یہ اللہ سے پوچھیے کیا مصلحت تھی۔ اللہ فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ

ترجمہ: ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔ [سورۃ یوسف آیت:76]

ہم نے یہ تدبیر حضرت یوسف علیہ السلام کو سکھائی تھی اگر یہ غلط طریقہ ہے تو پھر اللہ نے غلطی کی ہے اور ٹھیک طریقہ ہے تو پھر پیغمبر پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس وقت اصول یہ تھا کہ جس کے پاس سے چوری کا مال مل جائے اس چور کو ان مالکوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کا اپنے پاس رکھنے کا اور کوئی جواز نہیں تھا جب تک کہ ایسی صورت ثابت نہ ہو۔ چنانچہ جب اعلان ہو گیا کہ بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا، پیمانہ گم ہو گیا۔ قافلے والو رُکو، ٹھہرو، تلاشی دو تم چور ہو۔ یہ بولے ہم تو چور نہیں ہم تو پیغمبر زادے ہیں بڑی پاک ہستیاں ہیں۔

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝

ترجمہ: بولے پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہو۔ [سورۃ یوسف آیت:74]

انہوں نے پوچھا: جس کے سامان سے ملے اس کی سزا کیا ہے، تمہارے ہاں دستور کیا ہے؟ مصر کے قانون کے مطابق یہ بنیامین کو نہیں رکھ سکتے تھے اس لیے ان سے پوچھا تمہارے ہاں کیا دستور ہے انہوں نے کہا:

مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

ترجمہ: جس کے اسباب میں ملے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے۔

[سورۂ یوسف آیت:75]

جس کے سامان میں ملے وہی چور ثابت ہوگا تو وہ مالکوں کے حوالے کر دیا جائے گا تو اس قاعدے کو ان پر استعمال کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا وجہ کیا تھی کہ وہ سگے بھائی تھے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اور زیادہ پریشان تھے تو اس لیے کہا بھائی میرا چند دن میرے پاس رہ جائے تا کہ اس کی پریشانی دُور ہو جائے اور جس فراق کی آگ میں آج تک جلتا رہا ہے اس کی وہ جلن ختم ہو جائے اس لیے بنیامین کو پہلے رکھ لیا اور جب واپس اطلاع پہنچی کہ

اِنَّ ابۡنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا وَ مَا كُنَّا لِلۡغَيۡبِ حٰفِظِيۡنَ ﴿۸۱﴾ [سورۂ یوسف آیت:81]

ترجمہ: بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔

تیرا بیٹا تو چور نکلا ہمیں تو نہیں پتہ تھا یہ چوری کرے گا غیب دان ہم نہیں تھے ہم مجبور ہو گئے ان کو وہاں چھوڑنا پڑا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا فرمایا:

يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ وَ ابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا۔ [سورۂ یوسف آیت:84]

یوسف تجھ پہ افسوس! چوری میں تو بنیامین پکڑے جا رہے ہیں اور افسوس کا اظہار حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام پہ کر رہے ہیں اس کا مطلب کیا ہے۔ کہ یوسف نہ خود آتا ہے اور نہ ہی بھائی کو بھیجتا ہے بوڑھے باپ سے اتنا امتحان لے رہا ہے اتنا امتحان تو نہیں لینا چاہیے۔

﴿وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ﴾ غم کو پیتے ہوئے آپ نے صرف اتنا کہا: ﴿يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ﴾ یوسف تجھ پہ افسوس ہے خود بھی نہیں آتا اور بھائی کو بھی وہاں رکھ

لیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام تو سب کچھ جانتے ہیں یہ ایک طریقہ اللہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سمجھایا کہ ان کے دین میں اس بہانے بنیامین کو پاس رکھ سکتا ہے مصر کے قانون کے مطابق نہیں رکھ سکتا لہٰذا یہ تدبیر اللہ رب العزت نے سکھائی ہے اگر دھوکہ بازی ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ [سورۃ یوسف آیت:76]

ترجمہ: ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔

ہم نے یہ تدبیر ان کو سکھائی تھی یہ اللہ کے ذمے لگ گئی اور دھوکہ نہیں ہے ٹھیک بات ہے تو پیغمبر کی برأت ثابت ہوگئی۔

سوال: علمائے کرام فرماتے ہیں کہ چاند تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور آپ نے چاند پر جانے کی مثال دی ہے؟

جواب: وہ پتہ نہیں کون سے علماء کرام ہیں جو آپ نے سنے ہیں ہم تو کہتے ہیں جنگوں میں بھی جا سکتے ہیں آپ کے اصولِ فقہ میں یہ مسئلہ ہے اگر کوئی قسم اُٹھاتا ہے لَاَمَسَّنَ السَّمَاءَ میں ضرور آسمان کو ہاتھ لگاؤں گا نہ لگاؤں تو میرا غلام آزاد یا میری بیوی کو طلاق تو یہ طلاق پڑ جائے گی غلام آزاد ہو جائے گا کیوں! اس لیے کہ ہاتھ لگانا ممکن ہے اور قسم اُٹھا کے ممکن کام اس نے نہیں کیا لہٰذا اس نے قسم توڑ دی اسے کفارہ پڑ جائے گا اور یہ حانث ہو جائے گا اگر طلاق وغیرہ ہے تو طلاق پڑ جائے گی غلام آزاد کرنے کا کہا ہے تو غلام آزاد ہو جائے گا آپ کے علماء کہتے ہیں جو اصولی ہیں وہ کہتے ہیں کہ آسمان کو ہاتھ لگانا ممکن ہے کیوں! اس لیے کہ ہو سکتا ہے ولی ہو ولی کے لیے ہاتھ لگانا کون سا مشکل ہے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ قرآن مجید کی تفسیر لکھ رہے تھے جب اس آیت پہ پہنچے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ

ترجمہ: اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ [سورۃ یوسف آیت:24]

زلیخا تو ارادہ کر چکی تو یوسف علیہ السلام نے بھی ارادہ کیا یا اگر اللہ کی برہان نہ دیکھتے تو

ارادہ کرتے چونکہ برہان دیکھ لی لہٰذا ارادہ نہیں کیا تو یہاں ذرا شش و پنچ میں پڑ گئے پیغمبر کی عزت کا معاملہ ہے میں اپنے اٹکل پچو سے کچھ لکھ دوں تو گستاخی اور بے ادبی نہ ہو جائے تو یہ چوتھے آسمان پر تو بیٹھے ہیں فاصلہ تو ہے کوئی نہیں تو میں اُن کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ہی کیوں نہ پوچھ لوں کہ حضور یہ معاملہ کیا ہے تو حضرت شیخ محی الدین علیہ الرحمۃ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے اور عرض کی حضور یہ آیت آپ سے متعلق تھی میں سورۃ یوسف کی تفسیر لکھ رہا تھا تو ڈر گیا کہیں آپ کی عزت کے خلاف نہ کچھ لکھ بیٹھوں اس لیے حاضرِ خدمت ہو گیا ہوں کہ آپ خود اپنی زبانی فرمادیں کہ حقیقت حال کیا ہے۔ پھر سوچا چوتھے آسمان پر آ گئے اگلے آسمان کیوں رہ جائیں اُن کی بھی سیر کر لیں جنّت کی سیریں کیں ساتوں آسمانوں کی سیریں کیں پھر سوچا ذرا عرش پر بھی چکر لگالیں جب عرش پہ قدم رکھنے کے لیے قریب ہوئے تو ملائکہ نے کہا محی الدین یہ تمہارے نبی کی خصوصیت ہے ذرا حدِ ادب میں رہو نیچے نیچے ہی رہو عرش پہ قدم نہ ٹکاؤ۔ تو تمہیں کس نے بتایا ہے اُدھر نہیں جاسکتے ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

يَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاؤُوْنَ۔

ترجمہ: اللہ کے ولی زمین، آسمانوں اور جنّت میں جہاں بھی چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں اُن کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

سوال: کراماتِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے عزرائیل علیہ السلام سے روحیں واپس لے لیں، کیا یہ کرامت صحیح ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے بڑا قادری کوئی نہیں آپ نے خود اس کرامت کا رد کیا ہے کہ یہ بات غلط ہے اور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت بالکل بے جا ہے کیونکہ ولی جتنا بھی اونچی شان والا ہو یہ جو چار فرشتے ہیں ان کی شان کی برابری نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ چار فرشتے رسول ہیں فرشتوں میں سے اور جو انسانوں میں سے رسول نبی ہیں وہ سب فرشتوں سے افضل ہیں جو فرشتوں میں رسول ہیں وہ نبیوں کے علاوہ باقی ساری اُمت سے افضل ہیں۔ غوث پاک ہوں، خواجۂ خواجگاں ہوں یا شاہِ نقشبند ہوں یا شہاب الدین سہروردی

رحمہم اللہ تعالیٰ ہوں حتیٰ کہ صدیقِ اکبر ہوں فاروقِ اعظم ہوں مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہوں یہ چار فرشتے ان سب سے افضل ہیں اس لیے ان سے روحیں لے لینا ان کی ہتک ہے، بے عزتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبض کر کے جا رہے ہیں تو اُن کے معاملات میں مداخلت کرنا یہ ایک ولی کی شان سے بعید ہے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کو پسند ہو کہ لوگ میری عزت کے لیے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے اس حدیث کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نہیں ہے کہ جس کے لیے لوگ کھڑے ہوں اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہے بلکہ جو یہ پسند کرے کہ لوگ میرے لیے کھڑے رہیں۔ کھڑے ہونا اور بات ہے ایک مرتبہ کھڑا ہو گیا پھر بیٹھ گیا ایک ہے کھڑے رہنا تو کھڑے رہنے کے بارے میں یہ وعید فرمائی ہے جس طرح عجمی بادشاہوں کا طریقہ تھا وہ اپنے دربار میں اس طرح لوگوں کو کھڑا کر دیتے تھے اور وہ کمر باندھ کے چوغے ہاتھ میں لیے اسی طرح کھڑے رہتے تھے اُن کی عظمت کا ایک نشان ہوا کرتا تھا اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو اس طرح لوگوں کا اپنی بارگاہ میں کھڑے رہنا پسند کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ، فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ صَفْوَانَ حِينَ رَأَوْهُ، فَقَالَ: اِجْلِسَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: " مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: ابو مجلز کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے، عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان انہیں دیکھ کر (احتراماً) کھڑے ہو گئے۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے باادب کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے“۔

(سنن ترمذی: 2755، سنن ابو داؤد: 5229، مسند احمد: 16830)

لیکن وقتی طور پر کسی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا یہ جائز اور صحیح ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ثالث چنا گیا یہود اور اہلِ اسلام نے بھی ان کو ثالث مان لیا جب وہ تشریف لے آئے تو نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا: قُوْمُوْا إِلَى سَيِّدِكُمْ اپنے سردار کی طرف اُٹھو۔

سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: "نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدٍ فَأَتَاهُ عَلَى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا قَرِيْبًا مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ: قُوْمُوْا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ خَيْرِكُمْ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلَى حُكْمِكَ، قَالَ: تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِي ذُرِّيَّتَهُمْ، قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللهِ، وَرُبَّمَا قَالَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ، وَلَمْ يَذْكُرْ ابْنُ الْمُثَنَّى، وَرُبَّمَا قَالَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ۔

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قریظہ کے یہودی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اترے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: "اٹھو اپنے سردار کی طرف یا اپنی قوم کے بہتر شخص کی طرف۔" پھر فرمایا کہ "یہ لوگ بنی قریظہ کے تمہارے فیصلہ پر اترے ہیں۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ان میں جو لڑائی کے لائق ہیں ان کو تو قتل کیجیے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق یا بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے حکم کے موافق یا فرشتے سیدنا جبرئیل کے حکم کے موافق فیصلہ کیا۔

(صحیح بخاری: 6262، 4121، 3804، 3043، صحیح مسلم: 4596)

تو قیامِ تعظیمی کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا۔ اعلیٰ حضرت گولڑوی حضور پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سہارن پور میں مولوی احمد علی سہارن پوری کے پاس حدیث پڑھتے تھے تو جب قیامِ تعظیمی کا مسئلہ آیا تو حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ قیامِ تعظیمی حدیث سے ثابت ہے نبی پاک ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو تو دوسری پارٹی نے اعتراض کیا کہ قُوْمُوْا لِسَیِّدِکُمْ نہیں ہے بلکہ قُوْمُوْا اِلیٰ سَیِّدِکُمْ ہے الیٰ کا مطلب ہے استقبال کرنا ادھر متوجہ ہونا اگر تعظیم کے لیے ہوتا تو لِسَیِّدِکُمْ کہا جاتا، اِلیٰ نہ کہا جاتا تو پتہ چلا وہ بیمار تھے کمزور تھے اُتر نہیں سکتے تھے تو ان کی ایک حاجت تھی ضرورت تھی کوئی اُٹھے اور ان کو سواری سے اُتارے تو یہ قیام ضرورت کا ہے تعظیم کا نہیں۔

تو اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے قُوْمُوْا اِلیٰ سَعْدٍ نہیں فرمایا بلکہ قُوْمُوْا اِلیٰ سَیِّدِکُمْ فرمایا کہ اپنے سردار کے لیے اُٹھو تو پتہ چلا اُٹھنے کی علت سرداری ہے تو قیامِ تعظیمی ثابت ہو گیا قُوْمُوْا اِلیٰ سَیِّدِکُمْ اپنے سردار کی طرف اُٹھو تو سردار کا لفظ کیوں بولا؟ سعد کہہ دیتے سعد کے لیے اُٹھو سعد کی طرف اُٹھو تو نام کے بجائے سید کا لفظ سردار کا لقب ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قیام تعظیم کے لیے تھا پھر اِلیٰ کے لفظ سے دو باتیں ثابت ہو گئیں استقبال بھی کرو، قیام بھی کرو تو دو حکم ثابت ہو گئے قیام بھی کرو اور استقبال بھی کرو۔ صرف اپنی جگہ پہ نہ کھڑے رہو بلکہ وہاں جا کے ان سے ملو تو دو حکم ثابت ہوئے تو اِلیٰ لام کی جگہ بھی استعمال ہوتا رہتا ہے۔

نبی کریم ﷺ جب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تو حدیثِ پاک میں الفاظ ہیں قَامَتْ اِلَیْہِ وہ حضور ﷺ کا اُٹھ کے استقبال کرتیں، تعظیم کے لیے کھڑی بھی ہوتیں، استقبال بھی کرتیں، آپ ﷺ کے ہاتھ چومتیں۔ آپ ﷺ اُن کا سرِ ناز چومتے اور جب وہ نبی کریم ﷺ کے ہاں حاضر ہوتیں تو قَامَ اِلَیْھَا نبی کریم ﷺ اُن کے لیے قیام بھی فرماتے، اُن کا استقبال بھی کرتے اور ان کے سرِ ناز پہ بوسہ بھی دیتے۔

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا، وَقَالَ الْحَسَنُ:

حَدِيثًا وَكَلَامًا، وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَسَنُ السَّمْتَ وَالْهَدْيَ وَالدَّلَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهَا كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ، قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا، قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ، فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے طور طریق اور چال ڈھال میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا (حسن کی روایت میں "بات چیت میں" کے الفاظ ہیں، اور حسن نے سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا (طور طریق اور چال ڈھال) کا ذکر نہیں کیا ہے) وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کی طرف لپکتے اور ان کا ہاتھ پکڑ لیتے، ان کو بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے پاس لپک کر پہنچتیں، آپ کا ہاتھ تھام لیتیں، آپ کو بوسہ دیتیں، اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

(سنن ترمذی: 3872، سنن ابو داؤد: 5217)

لہٰذا قیام تعظیمی خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے حکماً بھی ثابت ہے عملاً بھی ثابت ہے ہاں شفقت کے تحت آپ ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فرما دیں تکلیف نہ کرو بیٹھے رہو وہ شفقت علیحدہ بات ہے اور قیام تعظیمی کا جائز ہونا وہ علیحدہ بات ہے۔

سوال: حضرت یعقوب علیہ السلام نبی تھے اور یوسف علیہ السلام کے باپ بھی تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی قمیصِ یوسف سے کیوں درست ہوئی اُن کے اپنے ہاتھ سے بھی تو ٹھیک ہو سکتی تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ جب کوئی وقتی طاقت عطا کرے وہی ہوتی ہے ہمیشہ نہیں ہوتی۔ وضاحت فرمائیں؟

جواب: ہمیشہ نہیں ہوتی ہے اس کی کیا دلیل ہے وقتی طور پر ہوتی ہے یہ جو نہیں ہوتی ہے اس کی دلیل کیا ہے وہاں ایک ضرورت تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس ضرورت کو پورا فرما دیا اور کسی جگہ ضرورت ہوتی آپ پورا نہ کر سکتے تب تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہیں تھی تو جب اور ایسی کوئی ضرورت نہیں پیش آئی تو اس لیے اس کا مظاہرہ نہ ہو سکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ستر ستر ہزار مریض روز آتے تھے اندھے بینائی لینے کے لیے، برص کے داغوں والے داغ اور کوڑھ دور کرانے کے لیے۔ آپ ہاتھ پھیرتے جاتے تھے انہیں شفا ملتی جاتی تھی اور آپ کا اعلان کیا ہے۔

وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

ترجمہ: اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ [سورۃ آل عمران آیت:49]

عربی پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ اُبْرِئُ مضارع کا صیغہ ہے یہ دوام تجدد پہ دلالت کرتا ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے من حیث المجموع تمام اوقات کے اندر اندھوں کو آنکھیں دیتا رہتا ہوں، کوڑھیوں کے کوڑھ دور کرتا رہتا ہوں، غیب کی خبریں دیتا رہتا ہوں جو کھا کے آؤ بتلاتا رہتا ہوں، جو گھروں میں چھپا کے آؤ اس کی خبر دیتا رہتا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ روز کا معمول قرآن مجید نے بیان کیا۔ یہ کہنا کہ طاقت وقتی ہوتی ہے آگے پیچھے طاقت نہیں ہوتی ہے نہیں پر دلیل کہاں سے آ گئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اگر خود دعا کرتے آنکھوں پہ خود دم کرتے تو یہ ظاہر نہ ہوتا کہ اس پر کیا دلیل ہے اللہ رب العزت کا ولیوں کے لیے اعلان ہے جو انبیاء کے غلام اور اطاعت گزار ہیں ان کے بارے میں فرمایا وَلَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ بندہ محبوب مجھ سے جو بھی مانگے گا میں ضرور عطا کروں گا اگر انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت میں مقامِ ولایت و محبوبیت پہ پہنچنے والے بندے کے ساتھ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ تو جو مانگے گا میں ضرور دوں گا تو پھر خود انبیاء کرام علیہم السلام جو مانگیں گے کیا اللہ انہیں نہیں دے گا۔

بلکہ بخاری شریف میں یہ موجود ہے إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ تیرِ قضا بن کے نکلتا ہے جو کچھ وہ کہہ دیں اللہ اسی کے مطابق کر دیتا ہے کیونکہ اگر وہ بات پوری نہ ہو تو وہ لوگوں میں بے اعتبار بن جائیں گے لوگوں کے اندر ان کی عزت اور وقار باقی نہیں رہے گا اس لیے اللہ رب العزت ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کو تیرِ قضا بنا دیتا ہے۔

أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ، أَنَّ الرُّبَيِّعَ وَهِيَ ابْنَةُ النَّضْرِ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوا الأَرْشَ، وَطَلَبُوا العَفْوَ، فَأَبَوْا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ: يَا أَنَسُ، كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ، فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ". زَادَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الأَرْشَ۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نضر کی بیٹی ربیع رضی اللہ عنہا نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیے۔ اس پر لڑکی والوں نے تاوان مانگا اور ان لوگوں نے معافی چاہی، لیکن معاف کرنے سے انہوں نے انکار کیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لینے کا حکم دیا۔ (یعنی ان کا بھی دانت توڑ دیا جائے) انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ربیع کا دانت کس طرح توڑا جا سکے گا۔ نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انس! کتاب اللہ کا فیصلہ تو بدلہ لینے (قصاص) ہی کا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ راضی ہو گئے اور معاف کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ

بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔ فزاری نے (اپنی روایت میں) حمید سے، اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ زیادتی نقل کی ہے کہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور تاوان لے لیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:2703، صحیح مسلم:1675)

پھر یہاں یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ یوسف علیہ السلام بیٹے ہیں اور یعقوب علیہ السلام بڑے ہیں باپ ہیں تو یہ بتانا مقصود ہے کہ نبی بڑا ہو یا چھوٹا ہو وہ اللہ کا محبوب اور پیارا ہوتا ہے اور جس ارادے پر زبان سے کوئی لفظ نکالتا ہے اللہ اس کے ارادے کو پورا فرما دیتا ہے یہ نہیں کہ بڑا ہو، پُرانا ہو، عرصے کا نبی ہو تو اس کی بات مانی جاتی ہے اور نیا نبی بنے تو اس کی نہیں مانی جاتی۔

دوسرا یہ بھی وضاحت کرنا مقصود ہے کہ وہ بیٹا ہے آپ باپ ہیں لیکن اب باپ نے نفرت نہیں کی کہ مجھے کیا ضرورت ہے بیٹے سے مدد لینے کی، میں کیوں ان کے کُرتے کو اپنی آنکھوں پہ ڈالوں تو پیغمبر اگر اپنے بیٹے کے کُرتے سے مدد حاصل کر رہا ہے تو پھر ہمارے لیے اس میں عبرت کا سامان ہے کہ وہ پیغمبر ہیں باپ ہیں تو وہ ان کے کُرتے سے مدد لے سکتے ہیں اور ہم کہیں کہ ہم تو پیغمبر کی ذات سے بھی مدد نہیں لیتے ہم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہم کس باغ کی مُولی ہیں ہماری حیثیت ہی کیا ہے پیغمبر بھی ہو، عمر رسیدہ بھی ہو اور باپ بھی ہو۔ وہ بیٹے کے کُرتے سے مدد لے رہا ہے تو پتہ چلا کہ صرف ان کی ذاتوں سے ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے جو سوتی کپڑے ہوتے ہیں ان سے مدد لینا بھی جائز ہے برکات و فیوضات حاصل کرنا بھی جائز ہے۔ پیغمبر اس لیے مدد لے رہا ہے تاکہ آنے والے لوگوں کے لیے یہ عبرت کا سامان ہو اور انہیں پتہ چلے کہ ان کو کمتر نہیں سمجھنا چاہیے اگر ان کے کُرتوں کی یہ شان ہے تو ان کی ذاتوں کی شان کیا ہوگی۔

سوال: یہ لوگ مکھی کو اڑا نہیں سکتے قرآن میں یہ مردہ لوگوں کے بارے میں ہے عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں جو مُردوں کو زندہ کرتے رہتے تھے وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہی ایک بنیادی غلطی ہے جس کی وجہ سے لوگ فرقوں میں تقسیم ہوتے چلے جا رہے ہیں مرتا کون ہے پہلے یہ سوچنا چاہیے۔ بدن مرتا ہے یا روح مرتی ہے روح مرنے کے

لیے پیدا ہی نہیں ہوئی، ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے پیدا ہوئی ہے اور اصل کمالات کمالاتِ روح ہوتے ہیں روح بدن میں نہیں آئی تھی تو بدن کی کیا حیثیت تھی اور جب روح نکل جاتی ہے تو پھر بدن کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے انسان میں اصل چیز روح ہے اس کا ایک لباس یہ بدن ہے دوسرا لباس اوپر سوتی ہو گیا یہ لباس ہیں اس کی اصل روح ہے تو جب اصل وہ ہے اور وہ زندہ بھی ہو اور طاقتور بھی، پہلے کی نسبت زیادہ طاقتیں اس میں موجود ہوں پھر یہ دعوے کرنا کہ مکھی نہیں اُڑا سکتے، مکھی سے کوئی چیز نہیں لے سکتے یہ کتنی بڑی جہالت کا مظاہرہ ہوا یا تو کہو انسان صرف اس ڈھانچے کا نام ہے جو ہڈیاں ہیں گوشت پوست ہے پٹھے ہیں چمڑی ہے انسان اس کا نام ہے جب یہ انسان نہیں ہے اللہ نے فرشتوں کو سجدے کا حکم کب دیا تھا

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔ [سورۃ الحجر آیت:29]

تو آدم علیہ السلام میں کمال جسم نہیں تھا بلکہ کمال وہ روحِ خاص تھی۔ اللہ کی پیدا کردہ روح جب ان میں پھونکی گئی تب اللہ نے حکم دیا کہ ان کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ اصلی انسان وہ روح ہے جو اس بدن کے لباس میں ہے اور موت کا مطلب کیا ہے کہ وہ پہلے بدن والے مکان میں پابند تھی اب اسے آزادی مل گئی ہے یہ عجیب بات ہے کہ جب روح مکان میں پابند ہو، قید ہو تب تو کارآمد ہے اور مکھیاں اُڑا سکتی ہے اور مکھیاں کوئی چیز لے کے اُڑیں تو ان سے چھین بھی سکتی ہے وہ جانور پیدا بھی کر سکتے ہیں لیکن جب ان کی روح آزاد ہو جائے ان کی طاقتیں بحال ہو جائیں پھر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تو جن کی روح زندہ ہے اور وہ روح کارنامے سرانجام دے تو کیا کہیں گے کہ وہ بندہ نہیں کر رہا کوئی اور کر رہا ہے اگر ایک بندہ دوسرے کو تھپڑ مارتا ہے اس کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو وہ کہے گا میں نے تو نہیں مارا میرا تو ہاتھ لگا ہے میں نے تو کچھ نہیں کیا تو کیا یہ جواب ٹھیک ہوگا۔

حضور پیر کرم شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی معیت میں ہم ایک جگہ تقریر کے لیے گئے مسجد بھی ان کی، امام خطیب بھی ان کا انہوں نے رعایت کی ہمیں تقریر کی اجازت دے دی مسجد کے

دروازے میں بیٹھ کے ان کے مولوی صاحب کوئی سوال شروع کر دیتے، میں تقریر کر رہا تھا میں نے کہا حضرت یہ خلافِ ادب ہے تم لکھ کے بھیج دو میں جواب دے دوں گا لکھ کے بھیجا تو میں پڑھنے لگا تو وہ مولوی بولنے لگ گیا پیر صاحب کا خادم پاس بیٹھا تھا اس نے تھپڑ دے مارا، مولوی صاحب کا سر نیچے ٹانگیں اوپر ہو گئیں تماشہ بن گیا پیر صاحب نے اسے گِلہ دیا بے وقوف تُو نے یہ کیا کِیا شہر ان کا، مسجد ان کی، امام ان کا اس نے کہا خدا کی قسم میں نے نہیں مارا، ہاتھ میرا ضرور تھا لیکن مارا میں نے نہیں۔

یہ بات آپ باہر کر سکتے ہیں کہ کسی کی روح دوسرے کو مار رہی ہو، ہلاک کر رہی ہو، زندہ کر رہی ہو تو تم کہو اس کی روح کر رہی ہے وہ خود تو نہیں کر رہا۔ کھوپڑی میں مغز ہونا چاہیے بندے کو اتنا سوچنا چاہیے کہ روح بھی تو انہی کی ہے تو جب وہ یہ کارنامے سرانجام دے رہی ہے تو پھر کیسے کہیں گے کہ وہ امداد نہیں دے سکتے، وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں وہ مکھی سے کوئی چیز چھین نہیں سکتے۔ ابن قیم جیسا آدمی بھی کہتا ہے کہ روح بدن میں ہو تو اس کی طاقتیں پوری طرح ظاہر نہیں ہوتیں۔ جب موت کی صورت میں اس جیل سے روح کو رہائی مل جاتی ہے اب روح کی طاقت پوری طرح اُجاگر ہوتی ہے اور ایک دو روحیں آ کر میدانِ جنگ میں مسلمانوں کی امداد کر کے ان کے میدان کا جو نقشہ ہے اس کو تبدیل کر کے رکھ دیتی ہیں وہ کہتا ہے۔

كَمْ قَدْ رُؤِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فِي النَّوْمِ قَدْ هَزَمَتْ اَرْوَاحُهُمْ عَسَاكِرَ الْكُفْرِ وَالظُّلْمِ فَاِذَا بِجُيُوْشِهِمْ مَغْلُوْبَةٌ مَكْسُوْرَةٌ مَعَ كَثْرَةِ عَدَدِهِمْ وَضَعْفِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقِلَّتِهِمْ۔ (کتاب الروح دار الکتب العلمیہ)

کتنی جگہ میدانِ جنگ میں دیکھا گیا کہ مسلمان تھوڑے تھے بے سروسامان تھے کافر زیادہ تھے اور سازوسامان سے لیس تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک آ گئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی روح بھی آ گئی مومنین کی مدد کی تو جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ فوت شدہ کی جو روح ہے وہ آزاد ہوتی ہے اُلٹا اس میں طاقت زیادہ ہوتی ہے وہ امداد زیادہ کر سکتا ہے۔

حضرت شیخ زروق علیہ الرحمۃ سے شیخ مغربی نے پوچھا کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا فوت شدہ کی۔ انہوں نے فرمایا لوگ تو کہتے ہیں زندہ کی قوی ہے لیکن میرے نزدیک فوت شدہ کی امداد قوی ہے انہوں نے فرمایا ہاں تُو ٹھیک کہتا ہے۔ کیوں! اس لیے کہ جو یہاں بیٹھے اللہ سے کام کروا سکتا ہے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کے عرض کرے کہ ایسے کر، مہربانی کر تو اللہ کیوں نہیں کرے گا۔

اگلے لوگ کہتے تھے کہ فوت شدہ کی امداد زیادہ مؤثر ہے یہ نہیں کہتے تھے کہ جو زندہ ہے وہ تو مدد دے سکتا ہے اور فوت شدہ مدد دے ہی نہیں سکتا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب ولی فوت ہوتے ہیں تو جو ڈیوٹیاں اللہ نے جبریل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل کی لگا رکھی ہیں اسی ملا اعلیٰ کے ساتھ ان ہستیوں کو بھی شامل کر کے کائنات کا نظام ان کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ [سورۃ النازعات آیت:5]

ترجمہ: پھر کام کی تدبیر کریں۔

اللہ فرماتا ہے مجھے قسم ہے ان پاک روحوں کی جو میری کائنات کا نظام چلاتی ہیں اب یہاں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے روح البیان میں یہ سوال اُٹھایا کہ زندگی میں اتنے وسیع اختیارات نہیں دیے جاتے جتنے وفات کے بعد دیے جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ روح بدن کے اندر ہو تو جتنے بھی مجاہدے کرے، ریاضتیں کرے، فرائض پڑھے، نوافل پڑھے، نفلی نماز پڑھے، نفلی روزے رکھے، نفلی صدقے کرے، نفلی حج کرے یا عمرے کرے۔ بدن پھر بھی کچھ نہ کچھ حجاب بنا رہتا ہے پردہ، رکاوٹ بنا رہتا ہے لیکن جب موت کی صورت میں یہ حجاب مکمل طور پہ ہٹ جاتا ہے اب روح کی طاقت اور پاور پوری طرح ظاہر ہوتی ہے اور اس کی حقیقت وہی ہے جو جبریل، میکائیل کی حقیقت ہے اس لیے اب جو کام وہ کر سکتے ہیں وہی کام یہ کر سکتا ہے۔

اس کی ایک مثال دیتے ہوئے انہوں نے کہا سورج دوپہر پہ ہو، ہاڑ کا مہینہ ہو اس کی کتنی روشنی اور کتنی تپش ہوتی ہے لیکن باریک سی بدلی آ جائے تو نہ وہ تپش، نہ وہ حرارت، نہ وہ شوخیاں، نہ وہ دھوپ اور نہ وہ روشنی لیکن جوں ہی بدلی ہٹے گی تو پھر وہی آب و تاب پھر وہی چمک دمک،

پھر وہی تپش وحرارت۔ تو ولی اور نبی کی روح سورج سے بھی زیادہ پاور فل ہے لیکن یہ بدن حجاب سا بنا رہتا ہے کچھ نہ کچھ موت کی صورت میں جب حجاب ہٹتا ہے اصل روح کی طاقت ظاہر ہی اس وقت ہوتی ہے۔ جب اصل طاقت پاور روح کی ہے اور روح قائم ہے اور اُلٹا پہلے کی نسبت زیادہ طاقتور ہے تو پھر وہ کیوں نہیں مکھیوں کو اُڑا سکتے، مکھیوں سے کوئی چیز واپس کیوں نہیں لے سکتے۔ پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ طاقت ہونا اور چیز ہے، طاقت استعمال کرنا اور چیز ہے۔ اللہ اگر طاقت استعمال کرے سب کافروں کو مومن بنا سکتا ہے کہ نہیں؟

وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا [سورۃ السجدہ آیت:13]

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہدایت فرماتے۔

اگر ہم چاہیں تو ہر ایک کو مومن بنا دیں۔ فرمایا طاقت ہے مگر استعمال نہیں کرتا۔ کیوں! اس لیے کہ اگر جبراً میں سب کو مومن بناؤں تو خوشی ورضا سے مومن بننے والے اور جبر واکراہ سے مومن بننے والے کا فرق کیا رہے گا اس لیے راستہ واضح کر دیا دلائل دے دیے اب

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ [سورۃ الکہف آیت:29]

ترجمہ: تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

تو جبر نہیں کرتا ہے تو طاقت ہونا اور چیز ہے طاقت کا استعمال کرنا اور چیز ہے۔

سوال:

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا [سورۃ طٰہٰ آیت:15]

ترجمہ: بیشک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں۔

قیامت آنے والی ہے قریب ہے کہ میں اس کو چھپا دوں یا چھپانا چاہتا ہوں یہ فرمائیں کہ آیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تو قیامت کا علم چھپانا چاہے اور ہم دعویٰ کریں کہ اللہ نے آنے والے کل کا یعنی قیامت کا علم دے دیا ہے؟

جواب: اللہ اگر چھپانا چاہتا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت قائم ہی نہیں ہوگی یہ بات غلط ہے۔ اب جو یہ عقیدہ رکھے کہ قیامت قائم ہی نہیں ہوگی پکا بے ایمان ہے کہ نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے یا نہیں کہ قیامت قائم ہوگی۔ تو پھر جب یہ عقیدہ ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہ ہوا کہ اللہ

چھپانا چاہتا ہے بلکہ اللہ لانا چاہتا ہے ﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ﴾ یہ قرآن میں ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ قیامت کو چھپانا چاہتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ ہاں غیب کی چیزیں چھپانا چاہتا ہے ان سے جو اس قابل نہیں ہوتے۔ جن کو غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ آپ کو پتہ چل جائے کہ میری بھینس کل مرجائے گی آپ آج سودا کر دیتے ہیں مرے تو ان کے گھر مرے، مجھے پیسے مل جائیں اس لیے آپ جیسے لوگوں کو غیب کی باتیں نہیں بتلائی جاتیں۔

سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تم غیب کو ادھر استعمال کرتے اس لیے اللہ نے فرمایا ایسے ایرے غیرے لوگوں کو غیب کی اطلاع نہیں دیتا۔ جو راضی برضائے الٰہی ہوں یہ باتیں انہی کو بتائی جاتی ہیں۔ اب میں اس ضمن میں ایک حدیث عرض کرنا چاہوں گا نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے میں بیج بو رہا ہوں بارش ہوگی کہ نہیں، یہ چار دانے جو گھر پڑے ہیں ضائع تو نہیں ہو جائیں گے میں تجارت پہ جا رہا ہوں نفع ہوگا یا نقصان ہوگا وغیرہ وغیرہ تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے کیونکہ یہ راز کی چیزیں ہیں عام لوگوں کے سامنے بیان کرنا ٹھیک نہیں ہے جب آپ ﷺ چپ ہو گئے تو وہ اور بگڑے، جوش میں آئے دیکھو ہم نے نبی کو لاجواب کر دیا وہ ہمارے سوالوں کا جواب نہیں دے سکے۔ اللہ نے اجازت دے دی کہ محبوب میں اپنے رازوں کی حفاظت خود کرلوں گا مگر تمہاری ذات کو میں نشانہ بنوا کے اپنے رازوں کی حفاظت کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ تم کھل کے اعلان کر دو جس نے جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ جن لوگوں نے میرے علم پہ اعتراض کیا ہے ان کا بڑا ہی بُرا حال ہوگا۔ (تفسیر بغوی سورۃ آل عمران آیت: 179)

پھر فرمایا:

فَوَاللّٰهِ لَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ۔

وَ عَنْ أَنَسِ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ. فَصَلَّى الظُّهْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ. فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا أُمُوْرًا عِظَامًا. ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ.

فَلْيَسْأَلْ عَنْهُ، فَوَاللهِ لَا تَسْأَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا. قَالَ أَنَسٌ: فَأَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَاءَ، وَأَكْثَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُوْلَ: سَلُوْنِي، فَقَالَ أَنَسٌ: فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَيْنَ مَدْخَلِي يَا رَسُوْلَ اللهِ؟، قَالَ: النَّارُ، فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ، فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُوْلَ اللهِ؟، قَالَ: أَبُوْكَ حُذَافَةُ، قَالَ: ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُوْلَ: سَلُوْنِي سَلُوْنِي، فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا، وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا، قَالَ: فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِي عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ وَأَنَا أُصَلِّي فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی، پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہے تو سوال کرے۔ آج مجھ سے جو سوال بھی کرو گے میں اس کا جواب دوں گا جب تک میں اپنی اس جگہ پر ہوں۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس پر لوگ بہت زیادہ رونے لگے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار وہی فرماتے تھے کہ مجھ سے پوچھو۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر کوئی شخص کھڑا ہوا اور پوچھا، میری جگہ کہاں ہے یا رسول اللہ! (جنت یا جہنم میں)۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جہنم میں۔ پھر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا میرے والد کون ہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ تمہارے والد حذافہ ہیں۔ بیان کیا کہ پھر آپ مسلسل کہتے رہے کہ مجھ سے پوچھو، مجھ سے پوچھو، آخر میں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہا: ہم اللہ سے رب کی حیثیت سے، اسلام سے دین کی حیثیت سے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رسول کی حیثیت سے راضی وخوش ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات کہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ابھی مجھ پر جنت اور دوزخ اس دیوار کی چوڑائی میں میرے سامنے کی گئی تھی جب میں نماز پڑھ رہا تھا، آج کی طرح میں نے خیر وشر کو نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 7294، صحیح مسلم: 6121)

خدا کی قسم اب سے لے کر قیامت تک جو چاہو پوچھو، میں یہیں بیٹھ کے بتلاتا ہوں یہ روایت بخاری شریف، مسلم شریف میں کم از کم پندرہ سولہ جگہ پر مختلف انداز کے ساتھ موجود ہے اگر یہ حدیث صحیح نہیں تو پھر بخاری ومسلم قابلِ اعتبار کتابیں ہی نہیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہو کر قسم اُٹھا کے اعلان کر رہے ہیں کہ اب سے لے کر قیامت تک جو چاہو پوچھو میں یہیں بیٹھ کے بتلا دیتا ہوں۔ میں دو لفظوں میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کو علم نہیں تھا تو پھر اعلان جھوٹا ہو گیا جو مسجد میں بیٹھ کے قسم اُٹھا کے جھوٹ بولے کیا وہ نبی ہو سکتا ہے اعلان سچا نہیں تو کلمہ چھوڑ دو اعلان سچا ہے تو میرے نبی کے علم پہ اعتراض چھوڑ دو۔ پندرہ سولہ جگہ پر آپ کی طرف سے یہ اعلان ہو پھر بھی اعتبار نہ آئے۔

ایک عامی آدمی پر الزام ہو تُو نے ہماری چیز چُرائی ہے گواہ ثبوت کوئی نہ ہو، وہ وضو کر کے مسجد میں چلا جائے قسم دے دے تو لوگ کہتے ہیں ٹھیک ہے تُو بَری ہے ہم تجھ سے مطالبہ نہیں کرتے لیکن ظلم کی حد ہے کہ نبی کو مسجد میں داخل کر کے نبی سے قسم اُٹھوا کے بھی اُمت کو آج تک اعتبار نہیں آ رہا یہ کیسی امت ہے اسے سمجھ نہیں آتی۔ جو اُمت نبی کو مسجد میں داخل کر کے نبی سے

قسم اُٹھوا کے بھی نبی کی بات نہ مانے، اس پر اعتبار نہ کرے اس اُمت کے اُمت ہونے کا کوئی مطلب ہے؟ وہ نبی پاک ﷺ کے اُمتی ہیں یا شیطان کے اُمتی ہیں پھر آپ ﷺ نے قیامت کا نام لے کے فرمایا:

فَوَاللّٰهِ لَا تَسْأَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ۔

اب سے لے کر قیامت تک جو پوچھو۔ یہ نہیں کہا کہ قیامت نہ پوچھنا، مہربانی کرنا قیامت کے علاوہ جو پوچھنا ہے پوچھ لینا۔ بلکہ فرمایا اب سے لے کر قیامت تک جو مرضی ہے پوچھو، میں یہیں بیٹھ کے بتلا دیتا ہوں اب انہوں نے نہیں پوچھا تو یہ ان کا قصور ہے نبی کریم ﷺ نے تو قسم اُٹھا کے اعلان کر دیا تھا اور یقیناً آپ ﷺ کو پتہ تھا تبھی آپ ﷺ نے یہ اعلان کیا اللہ ہدایت نصیب فرمائے اور اپنے مقبولانِ بارگاہ کا ادب نصیب فرمائے۔

سوال: پتھروں کو پتہ تھا کہ آپ ﷺ نبی ہیں تو طائف کی وادی میں پتھروں نے حضور اقدس ﷺ کے جسمِ اقدس کو زخمی کیوں کیا۔ وضاحت فرمائیں؟

جواب: پتھروں کو پتہ تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں تو آپ کو زخمی کیوں کیا تو ملک الموت کو کوئی نہیں پتہ تھا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں تو روح قبض کیوں کی، کیوں مارا۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ کے حکم کے بغیر مارا یا اللہ کے حکم سے۔ پھر اللہ بھی محبت کا دعویدار ہے اُدھر آپ کے غلاموں کو محبوب ٹھہراتا ہے اور ادھر مارتا بھی ہے یہ کیا ہوا۔ یہ اللہ رب العزت کا ایک حکم ہے تا کہ نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچے اور آپ ﷺ صبر کریں اور عظیم تر اجر حاصل کریں۔ ورنہ اللہ رب العزت کے بغیر کوئی پتھر اُٹھا سکتا تھا تو اللہ نے پتھر اُٹھانے کیوں دیے، مارنے کیوں دیے، طاقت ہی کیوں دی، ہاتھ شل ہی کیوں نہ کر دیے، انہیں ختم ہی کیوں نہ کر دیا، ان پتھروں کو حفاظتی کیوں نہ بنا دیا، پتھر کو پتھر رہنے ہی کیوں دیا۔ محبت کے دعوے بھی کرتا ہے اور محبوب کو مرواتا بھی ہے تو پتھروں کی بجائے تم اس کو دیکھو جو اصل طاقتیں دینے والا ہے کہ وہ کیوں طاقت دے رہا ہے ان کفار کے لونڈوں کو یہ ہمت ہی کیوں دی ان کے ہاتھ کیوں نہ شل کر دیے ایک عالمِ اسباب ہوتا ہے جس میں مشقتیں برداشت کی جاتی ہیں صبر کیا جاتا ہے درجے مرتبے اعلیٰ ملتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نفلوں اور روزوں سے کسی کو جو مقام حاصل نہیں ہو سکتا اللہ

اسے تکلیفیں دے کے اور صبر کی توفیق دے کے اس مقام کی تکمیل کرا دیتا ہے۔

اس لیے یہ حکمتیں ہیں جن کے تحت نبی کریم ﷺ کو یہ تکلیف پہنچی۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر چیز اللہ کو جانتی ہے اور قرآن کا بھی فیصلہ ہے۔

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ [سورۃ الاسراء آیت:44]

ترجمہ: اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوتی اس کی پاکی نہ بولے۔

اور آپ کا یہ بھی فرمان ہے: مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَعْلَمُ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَعْلَي بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ مَا رَآهَا أَحَدٌ قَبْلِي (أ) كُنْتُ مَعَهُ فِي طَرِيْقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلَى ابْنَةٍ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا بِهِ لَمَمٌ مَا رَأَيْتُ لَمَمًا أَشَدَّ مِنْهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! ابْنِي هٰذَا كَمَا تَرَى؟ قَالَ: إِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ لَهُ؟ فَدَعَا لَهُ ثُمَّ مَضَى، (ب) فَمَرَّ عَلَيْهِ بَعِيْرٌ مَادٍ جِرَانُهُ يَرْغُوْ فَقَالَ: عَلَيَّ بِصَاحِبِ هٰذَا، فَقَالَ: هٰذَا يَقُوْلُ: نُتِجْتُ عِنْدَهُمْ وَاسْتَعْمَلُوْنِي حَتَّى إِذَا كَبُرْتُ أَرَادُوْا أَنْ يَنْحَرُوْنِي ثُمَّ مَضَى، (ج) فَرَأَى شَجَرَتَيْنِ مُتَفَرِّقَتَيْنِ، فَقَالَ لِي: اِذْهَبْ فَمُرْهُمَا فَلْتَجْتَمِعَا فَاجْتَمَعَتَا فَقَضَى حَاجَتَهُ وَقَالَ: اِذْهَبْ فَقُلْ لَهُمَا يَتَفَرَّقَا، ثُمَّ مَضَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ مَرَّ عَلَى صَبِيٍّ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، وَقَدْ هَيَّأَتْ أُمُّهُ سِتَّةَ أَكْبُشٍ فَأَهْدَتْ لَهُ كَبْشَيْنِ، وَقَالَتْ مَا عَادَ إِلَيْهِ شَيْءٌ مِنَ اللَّمَمِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَعْلَمُ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ إِلَّا كَفَرَةٌ أَوْ فَسَقَةُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ۔

ترجمہ: عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے بیان کرتے

ہیں کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ میں تین چیزیں ایسی دیکھیں، جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیکھیں۔(۱)۔میں آپ ﷺ کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا، آپ ﷺ ایک لڑکی کے پاس سے گزرے اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا، جسے دیوانہ پن تھا میں نے اس سے زیادہ سخت دیوانہ پن نہیں دیکھا تھا وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میرا یہ بیٹا اس طرح ہے جیسا آپ دیکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اس کے لئے دعا کردوں؟ آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی پھر چل پڑے۔(۲)۔آپ کے پاس سے ایک اونٹ گزرا جس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ بلبلا رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اس کے مالک کو لاؤ، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اونٹ کہہ رہا ہے کہ میں ان کے پاس پیدا ہوا، پھر انہوں نے مجھ سے کام لیا، اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں تو یہ مجھے نحر کرنا چاہتے ہیں۔ پھر آپ چل پڑے۔ ۳۔آپ نے دو جدا جدا درخت دیکھے، آپ نے مجھ سے کہا: جاؤ انہیں حکم دو کہ جمع ہوجائیں، وہ دونوں جمع ہوگئے۔آپ نے اپنی حاجت پوری کی پھر فرمایا: جاؤ ان دونوں سے کہو: الگ ہوجائیں، پھر آپ چل پڑے۔ جب واپس آئے تو اس بچے کے پاس سے گزرے وہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اس کی ماں نے اس کے لیے چھ مینڈھے پال رکھے تھے، اس نے دو مینڈھے آپ ﷺ کو دیے اور کہنے لگی: اسے پھر دیوانہ پن نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے جن وانس کے کافروں یا فاسقوں کے۔

(أخرج الطبرانی فی المعجم الکبیر - (ج 16/ص 130) و البیہقی فی دلائل النبوۃ - (ج 6/ص 149) و إسماعیل الأصفہانی فی دلائل النبوۃ - (ج 1/ص 187)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو بھی پتھر روڑا، ڈھیلا وغیرہ سامنے آیا اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ. یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہا:

عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ. فَخَرَجَ فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ شَجَرٌ وَلَا جَبَلٌ إِلَّا قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ. يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَاللَّفْظُ لَهُ. وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم مکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ مکہ کے گرد ونواح میں گئے تو راستے میں جو پتھر اور درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ. يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو۔“

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 3626، مستدرک للحاکم: 4238)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ الفاظ حاکم کے ہیں اور امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

تو ہر چیز کے اندر معرفت، پہچان پائی جاتی ہے یہ تو ایک مسلّم بات ہے جس جگہ ہم عبادت کرتے ہیں قیامت کے دن یہ جگہ ہمارے حق میں گواہی دے گی یا نہیں۔ تو پھر ہمارے بارے میں تو باخبر ہوگئی تو نبی پاک ﷺ کے بارے میں یہ چیزیں باخبر، باشعور کوئی نہیں ہماری پہچان ان کو حاصل ہوگئی تو جن کے طفیل ہم پیدا ہوئے ہیں جن کے طفیل کائنات پہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے کیا ان کو ہر چیز نہیں پہچانتی ہوگی۔

آپ ﷺ فرماتے مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَعْلَمُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اب تم پر بھی یہ سوال ہو سکتا ہے کہ تم بتاؤ طائف کے لونڈوں کے یہ پتھر کیوں آگے گئے، واپس مڑ جانے چاہییں تھے انہی پہ پڑ جانے چاہییں تھے جب آیتوں اور حدیثوں سے ہر چیز کا نبی کریم ﷺ کے دائرہ نبوت ورسالت میں داخل ہونا ثابت ہے اگر کوئی کافر ہیں تو جنوں میں یا انسانوں میں ہیں فرشتوں، نباتات، جمادات یا حیوانات کے اندر کوئی کافر مشرک نہیں ہیں۔

لٰہذا یہ بات یقینی ہے کہ ان پتھروں کو بھی پتہ تھا کہ یہ ہستی کون سی ہے لیکن پتھر کا قصور نہیں ہوتا پتھر خود نہیں لگ رہا ہوتا اسے کوئی مار رہا ہوتا ہے تو قصور ان کا بن رہا تھا اور نبی پاک ﷺ کے جسم اقدس پہ لگ کے یہ مشرف بھی ہو رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ نبی پاک ﷺ کے درجے اونچے بھی ہو رہے تھے آپ ﷺ کے مراتب علیا کی تکمیل ہو رہی تھی اس لیے اللہ رب العزت نے عالمِ اسباب کے تحت ان کو آگے جانے دیا، نبی پاک ﷺ کو تکلیف پہنچنے دی تا کہ آپ ﷺ صبر کریں اور اجر پائیں۔

اللہ رب العزت نے محبوبِ پاک ﷺ کو اختیار دیا یہ دونوں پہاڑ تمہارے زیرِ فرمان ہیں پہاڑوں کا فرشتہ تمہارا تابعدار اور خادم ہے جو حکم دو گے یہ پہاڑوں کو ٹکرا کے ان کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ تمہارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں ملیا میٹ کر دے، نیست و نابود کر دے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ ایک امتحان تھا کہ آپ ﷺ اس تکلیف میں صبر کرتے ہیں اور اعلیٰ اجر لیتے ہیں یا انتقامی کاروائی کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا نہیں میں زحمت بن کے نہیں آیا میں رحمت بن کے آیا ہوں اگر یہ مسلمان نہ ہوئے تو ان کی اولادیں مسلمان ہو جائیں گی تو میں ان کو تباہ نہیں کروانا چاہتا یہ نبی پاک ﷺ کے صبر کا امتحان ہے اور آپ کے لیے اعلیٰ اجر کا انتظام ہے۔

أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا، قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟، فَقَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ، فَنَادَانِي، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ،

وَمَا رُدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ. قَالَ: فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ. ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِي رَبُّكَ إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ فَمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر اُحد کے دن سے بھی کوئی دن زیادہ سخت گزرا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے بہت آفت اٹھائی تیری قوم سے (یعنی قریش کی قوم سے) اور سب سے زیادہ سخت رنج مجھے عقبہ کے دن ہوا، میں نے عبد یالیل کے بیٹے پر اپنے تئیں پیش کیا (یعنی اس سے مسلمان ہونے کو کہا) اس نے میرا کہنا نہ مانا۔ میں چلا اور میرے چہرے پر رنج برس رہا تھا، پھر مجھے ہوش نہ آیا مگر جب قرن الثعالب (ایک مقام ہے جہاں سے نجد والے احرام باندھتے ہیں مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر) پہنچا تو میں نے اپنا سر اٹھایا۔ دیکھا تو ایک ابر کے ٹکڑے نے مجھ پر سایہ کیا اور اس میں جبرائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ جل جلالہ، نے تمہاری قوم کا کہنا سنا اور جو انہوں نے جواب دیا تو پہاڑوں کے فرشتے کو تمہارے پاس بھیجا ہے تم جو چاہو اس کو حکم کرو، پھر اس فرشتے نے مجھے پکارا، سلام کیا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کا کہنا سنا اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے تمہارے پروردگار نے تمہارے پاس بھیجا ہے اس لیے کہ جو تم حکم دو، میں سنوں، پھر جو تم چاہو اگر کہو تو میں دونوں پہاڑوں کو (یعنی ابوقبیس اور اس کے سامنے کا پہاڑ جو مکہ میں ہے) ان پر ملا

دوں (اور ان کو پیس کر رکھ دوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "(میں یہ نہیں چاہتا) مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی اولاد میں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو خاص اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے"۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: 3231، صحیح مسلم: 4653)

سوال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دیدار کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا۔ وضاحت فرمائیں؟

جواب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ ان کا ذاتی خیال ہے اور جو اہلِ سنّت کا مذہب ہے وہ جمہور صحابہ تابعین تبع تابعین سے مروی اور منقول ہے اور اس کا دارومدار نبی کریم ﷺ کے اپنے فرمان پہ ہے نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ کیا آپ (ﷺ) نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا رَأَيْتُ نُورًا میں نے اللہ رب العزت کے نُور کا مشاہدہ کیا ہے میں نے اللہ رب العزت کی زیارت کی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ: لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ. فَقَالَ: عَنْ أَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ؟ قَالَ: كُنْتُ أَسْأَلُهُ. هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَدْ سَأَلْتُ. فَقَالَ: رَأَيْتُ نُورًا۔

ترجمہ: عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے، میں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھتا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو کیا پوچھتا؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ پوچھتا کہ آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا یا نہیں۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ پوچھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے ایک نور دیکھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 443)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دل کی آنکھ سے بھی اللہ رب العزت کا دیدار کیا اور سر کی آنکھ سے بھی اللہ رب العزت کا دیدار کیا لہٰذا مذہب مختار یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا۔ رہ گیا یہ معاملہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تو یہ ان کا اجتہاد ہے انہوں نے قرآن مجید کی دو آیتوں سے استدلال کیا: ایک اس آیت پاک سے استدلال کیا۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے نہایت باطن پورا خبردار۔ [سورۃ الانعام آیت:103]

نظریں اللہ رب العزت کا ادراک نہیں کرسکتیں وہ نظروں کا ادراک کرتا ہے۔ اور دوسرا اس آیت پاک سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے اُدھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بیشک وہ بلندی وحکمت والا ہے۔

[سورۃ الشوریٰ آیت:51]

لیکن علمائے کرام نے ان کی اس دلیل کی تاویلیں کی ہیں اور ان کا جو ظاہری مفہوم آپ نے سمجھا تھا اسے قبول نہیں کیا پہلی چیز تو آپ یہ ذہن میں رکھیں کہ ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ یہ دنیا کے لحاظ سے ہے آخرت کے لحاظ سے نہیں ورنہ قرآن کی آیتوں میں تعارض لازم آئے گا یہی قرآن کہہ رہا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔

[سورۃ القیامۃ آیت:23,22]

قیامت کے دن اور اس کے بعد کئی چہرے تروتازہ ہوں گے جو اپنے رب کا دیدار کرنے والے ہوں گے تو قرآن کی نص سے ثابت ہوا کہ مومنین یعنی اللہ رب العزت کے مقبولانِ بارگاہ ، اللہ رب العزت کی زیارت سے مشرف ہوں گے ، لطف اندوز ہوں گے یہ قرآن کی نص سے ثابت ہے اسی طرح اللہ نے فرمایا:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ہاں ہاں بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

[سورۃ المطففین آیت:15]

کہ قیامت کے دن جو منافق کافر ہیں وہ رب تعالیٰ سے حجاب میں ہوں گے اور اللہ کی زیارت ، دیدار نہیں کرسکیں گے جب کافروں اور منافقین کی مذمت میں یہ بات ذکر کی جارہی ہے کہ وہ اللہ کا دیدار نہیں کرسکیں گے ۔ اور اگر مومن بھی نہ کرسکیں تو پھر اس کمزوری کے اندر ان کی بھی مذمت ہوتی ۔ اس لیے علمائے کرام کا یہ فیصلہ ہے کہ کلام مجید کا اسلوب اور قرآنِ مجید کا اندازِ بیان اس بات کی دلیل ہے کہ جب کافر، منافق محروم ہوں گے تو مومنین کو اللہ رب العزت یہ عزت عطا کرے گا کہ وہ اللہ رب العزت کے دیدار سے مشرف ہورہے ہوں گے اور یہی بات احادیثِ طیبہ سے ثابت ہے ۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اللہ کی زیارت کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب چاند چودھویں کا ہو تو اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے ۔ عرض کی: نہیں یارسول اللہ! ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پہ کھڑے کھڑے اسے دیکھ سکتا ہے تو فرمایا:

إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ۔

تم اللہ رب العزت کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔

عَنْ جَرِيْرٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا. ثُمَّ قَرَأَ: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ سورة ق آية 39 ". قَالَ إِسْمَاعِيلُ: افْعَلُوْا لَا تَفُوتَنَّكُمْ۔

ترجمہ: جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہو گی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "پس اپنے مالک کی حمد و تسبیح کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔" اسماعیل (راوی حدیث) نے کہا کہ (عصر اور فجر کی نمازیں) تم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ان کا ہمیشہ خاص طور پر دھیان رکھو۔

[صحیح بخاری رقم الحدیث:554]

یہ آخرت کے لحاظ سے ہے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اللہ رب العزت کا دیدار پایا جائے گا اور اہلِ جنت جنت میں بھی دیدار کریں گے ابن ماجہ شریف اور مسند امام احمد کی حدیث شریف ہے کہ جمعہ کو جنت میں اللہ دربارِ عام لگائے گا اور جلوہ عام بخشے گا دیدارِ عام ہو گا سارے جنتی وہاں حاضر ہوں گے جب پچھلے وقت گھروں کو لوٹیں گے تو نُورٌ علیٰ نُور بن کے جا رہے ہوں گے تو جنتی بیویاں پوچھیں گی یہ نُور تم نے کہاں سے لے لیے تم گئے تھے تو اتنے نُورانی نہیں تھے جتنے نُورانی تم اب بن کے آئے ہو یہ نُور کہاں سے لے لیا وہ کیا کہیں گے سارا دن ہم اللہ کی بارگاہ میں بیٹھے رہے، اس کے انوار کی ہم پہ بارش ہوتی رہی تو ہم کیوں نہ نُورٌ علیٰ نُور بن کے لوٹتے لہٰذا جنت میں دیدار عام ہو گا قیامت کو دیدار عام ہو گا لہٰذا یہ بات آخرت کے لحاظ سے نہیں اس دنیا کے لحاظ سے ہے۔ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ بھی اور وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ بھی۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ، فَقَالَ سَعِيدٌ: أَفِيهَا سُوقٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ ثُمَّ يُؤْذَنُ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُورُونَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ وَيَتَبَدَّى لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، فَتُوضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوتٍ وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ، وَيَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ وَمَا فِيهِمْ مِنْ دَنِيٍّ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُورِ، وَمَا يُرَوْنَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ؟ وَهَلْ نَرَى رَبَّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ قُلْنَا: لَا، قَالَ: كَذٰلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ وَلَا يَبْقَى فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللهُ مُحَاضَرَةً حَتَّى يَقُولَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ: يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ: كَذَا وَكَذَا؟ فَيُذَكِّرُهُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِي؟ فَيَقُولُ: بَلَى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِي بَلَغَتْ بِكَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهِ، فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيبًا لَمْ يَجِدُوا مِثْلَ رِيحِهِ شَيْئًا قَطُّ، وَيَقُولُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى: قُومُوا إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوا مَا اشْتَهَيْتُمْ، فَنَأْتِي سُوقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيهِ مَا لَمْ

تَنْظُرُ الْعُيُونُ إِلَى مِثْلِهِ وَلَمْ تَسْمَعَ الأَذَانُ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوبِ، فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيهَا وَلَا يُشْتَرَى، وَفِي ذٰلِكَ السُّوقِ يَلْقَى أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. قَالَ: فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقَى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ وَمَا فِيهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوْعُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِي آخِرُ حَدِيثِهِ حَتَّى يَتَخَيَّلَ إِلَيْهِ مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَحْزَنَ فِيهَا. ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلَى مَنَازِلِنَا. فَتَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَإِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ، فَيَقُولُ: إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ، وَيَحِقُّنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا۔

ترجمہ: سعید بن مسیب سے روایت ہے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تم کو جنت کے بازار میں اکٹھا کرے۔ سعید بن مسیب نے کہا: کیا اس میں بازار بھی ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اس میں اپنے اعمال کے مطابق اتریں گے، پھر دنیا کے دنوں میں سے جمعہ کے دن کے برابر انہیں اجازت دی جائے گی تو وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے، ان کے لیے عرش ظاہر ہو گا اور جنت کے ایک باغ میں نظر آئے گا، پھر ان کے لیے نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زمرد کے منبر، سونے کے منبر، اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے، ان کے ادنیٰ درجہ والے حالانکہ ان میں کوئی بھی ادنیٰ نہیں ہو گا مشک اور کافور کے ٹیلے پر بیٹھیں گے اور دوسرے منبر والوں کے بارے میں یہ نہیں خیال کریں گے کہ وہ ان سے اچھی جگہ بیٹھے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی

اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، کیا تم سورج اور چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں دھکم پیل کیے جاتے ہو؟" ہم نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: "اسی طرح تم اپنے رب کا دیدار کرنے میں دھکم پیل نہیں کرو گے، اور اس مجلس میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہوگا جس کے روبرو اللہ تعالیٰ گفتگو نہ کرے، حتیٰ کہ ان میں سے ایک آدمی سے کہے گا: اے فلاں بن فلاں! کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم نے ایسا ایسا کیا تھا؟ پھر اسے اس کے بعض گناہ یاد دلائے گا جو دنیا میں اس نے کیے تھے تو وہ آدمی کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے معاف نہیں کر دیا؟ اللہ تعالیٰ کہے گا: کیوں نہیں؟ میری مغفرت کے سبب ہی تم اس مقام پر ہو۔ وہ سب اسی حال میں ہوں گے کہ اوپر سے انہیں ایک بدلی ڈھانپ لے گی اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گی کہ اس طرح کی خوشبو انہیں کبھی نہیں ملی ہوگی اور ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کہے گا: اس کرامت اور انعام کی طرف جاؤ جو ہم نے تمہارے لیے تیار کر رکھی ہے، اور اس میں سے جو چاہو لو، چنانچہ ہم ایک ایسے بازار میں آئیں گے جسے فرشتے گھیرے ہوں گے اس میں ایسی چیزیں ہوں گی کہ اس طرح نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی ہوگی نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ کبھی دلوں میں اس کا خیال آیا ہوگا، ہم جو چاہیں گے ہمارے پاس لایا جائے گا، اس میں خرید وفروخت نہیں ہوگی اور اسی بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے"، آپ نے فرمایا: "ایک بلند مرتبہ والا آدمی اپنے سے کم رتبہ والے کی طرف متوجہ ہوگا اور اس سے ملاقات کرے گا تو اسے (ادنیٰ مرتبے والے کو) اس کا لباس دیکھ کر عجیب سا لگے گا پھر اس کی آخری گفتگو ختم بھی نہیں ہوگی کہ اسے محسوس ہوگا کہ اس کا لباس اس سے بھی اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ جنت میں کسی کا مغموم ہونا مناسب نہیں ہے۔ پھر ہم (جنتی) اپنے گھروں کی طرف واپس جائیں

گے اور اپنی بیویوں سے ملیں گے تو وہ کہیں گی: خوش آمدید! آپ ایسا حسن و جمال لے کر آئے ہیں جو اس سے کہیں بہتر ہے جب آپ ہم سے جدا ہوئے تھے، تو وہ آدمی کہے گا: آج ہم اپنے رب جبار کے ساتھ بیٹھے تھے اور ہمارا حق ہے کہ ہم اسی طرح لوٹیں جس طرح لوٹے ہیں"۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 2549، سنن ابن، ماجہ: 4336)

اب جنّت تو چھٹے آسمان سے اُوپر ساتویں کے نیچے ہے تو جو جنّت میں پہنچے وہ دیدار کر سکے تو جنّت جس کی گردِ راہ بن رہی ہو اور وہ عرشِ اعظم سے بھی کروڑوں سال کی مسافت پہ آگے جا رہے ہوں تو وہ اللہ کی زیارت کیسے نہیں کر سکتے۔

دوسرا ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ ادراک کہتے ہیں احاطے کو۔ آپ آسمان کو دیکھتے ہیں لیکن کیا آسمان کا آپ نے احاطہ کر لیا؟ یہ تھوڑا سا ٹکڑا جو آپ کے اُوپر آتا ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں لیکن اس سے بہت آگے پوری زمین کے گرد یہ آسمان پھیلا ہوا ہے تو آپ سارا آسمان تو نہیں دیکھ رہے تو کوئی آپ سے پوچھے کہ تم نے آسمان دیکھا ہے تم کہہ سکتے ہو دیکھا ہے لیکن کوئی یہ پوچھے تم نے آسمان کا احاطہ کر رکھا ہے تم نہیں کہہ سکتے کہ میں نے احاطہ کر رکھا ہے تو احاطہ کرنا اور بات ہے اور دیکھنا اور بات ہے تو زیادہ سے زیادہ جو کچھ آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آنکھیں اللہ رب العزت کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی ہیں اس کا یہ مطلب نہیں بنتا کہ سرے سے دیکھ ہی نہیں سکتی ہیں۔ تو دیکھنا اور بات ہے احاطہ کرنا اور بات ہے۔ اسی طرح

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا﴾

یہ بھی دنیا کے لحاظ سے ہے ورنہ قیامت کے دن (جس طرح تم کسی کو بغل میں لے لو) اسی طرح اللہ رب العزت ایک بندے کو پہلوئے رحمت میں لے کے پوچھے گا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا. أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فلاں گناہ یاد ہے فلاں گناہ یاد ہے۔ جی حضور حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ حتی کہ سارے گناہ اللہ منوا لے گا اب بندہ کہے گا میں تو مارا گیا احکم الحاکمین کے سامنے اقبالی مجرم بن گیا اب میری تو فریاد ہی کوئی نہیں، اپیل ہی کوئی نہیں۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ، قَالَ: "بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، آخِذٌ بِيَدِهِ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ، فَقَالَ: كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي النَّجْوَى، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ، فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ، فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، فَيَقُولُ: نَعَمْ، أَيْ رَبِّ حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ، قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُونَ، فَيَقُولُ: الْأَشْهَادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ، أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ۔

ترجمہ: صفوان بن محرز مازنی نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ہاتھ دیے جا رہا تھا۔ کہ ایک شخص سامنے آیا اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے (قیامت میں اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والی) سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلالے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپالے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا ہاں، اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلے گا اور اسے یقین آجائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا۔ اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں، چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی، لیکن کافر اور منافق کے متعلق ان پر گواہ (ملائکہ، انبیاء، اور تمام جن وانس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں

جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔(صحیح بخاری رقم الحدیث:2441،6070)

اللہ فرمائے گا گھبرانہیں، دنیا میں میں نے پردہ ڈالے رکھا کسی کو پتہ نہیں چلنے دیا آج بھی تیرے گناہوں پہ پردہ ڈالتا ہوں کسی کو پتہ ہی نہیں چلنے دوں گا تو دیدار بھی ہو رہا ہے بات بھی ہو رہی ہے پہلوئے رحمت میں لے کر اللہ رب العزت دیدار بھی کرا رہا ہے بات بھی کر رہا ہے تو پتہ چلا یہ آیت دنیا کے لحاظ سے ہے اس جہان کے لحاظ سے ہے اُس جہان کے لحاظ سے نہیں ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا دیدار اُس جہان کے لحاظ سے ہے۔پھر یہ بھی علماء نے فرمایا کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے جب دیدار ہو رہا ہو، بات ہو رہی ہو اور ذات سامنے نہ ہو آیت سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ رب العزت کلام کن صورتوں میں کرتا ہے پردے کے پیچھے جیسے موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ یا دل میں الہام کر دے یا فرشتہ بھیج دے۔تو بات کرنے کی تین صورتیں ہیں تو جب دیدار بخشے، کلام نہ کرے یا یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کلام کر رہا ہو اور دیدار نہ دے رہا ہو۔تو اس لیے ان آیتوں سے نبی کریم ﷺ کے دیدار کی نفی نہیں ہو سکتی۔والنجم کی آیات بھی اور احادیث بھی دیدار پہ دلالت کرتی ہیں اس لیے راجح اور مختار مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت کی ذات کا دیدار کیا اور جسمانی طور پر کیا اور سر کی آنکھوں سے اللہ رب العزت کی ذات کا مشاہدہ کیا۔

سوال: آپ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کے استاذ ہیں لیکن جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں پھر اس بات کا کیا مطلب؟

جواب: اللہ رب العزت نے تم سے پوچھا تھا ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ اور تم نے کہا تھا بلیٰ ہاں کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے اب یاد ہے تمہیں ۔اللہ کا سوال اور اپنا جواب لیکن کیا انکار کر سکتے ہو کہ وہاں یہ معاملہ پیش نہیں آیا۔اللہ نے پوچھا تھا ہم نے بلیٰ کہا تھا اس کا انکار کر سکتے ہو ماننا پڑے گا کہ واقعی ہم سے اللہ نے پوچھا تھا ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ اور ہم نے کہا تھا ﴿بَلٰى﴾ تو پھر یہ ہوا کیا۔کیوں یہ بات بھول گئی اس لیے کہ روح بدن میں آئی ،بدن کی خدمت میں اس کو پروان

چڑھانے میں مصروف ہوگئی پھر پوری توجہ اس دیس کی طرف نہ رہی وہ اس دیس کا حصہ بن گئی اس طرف اس کی توجہ پھر گئی تو وہ سب معلومات مستحضر نہ رہیں اگر تم میں اتنا فرق آ گیا ہے کہ اَلَسْتُ کا نہ سوال یاد ہے نہ بلیٰ کا جواب یاد ہے تو لباسِ بشری پہننے کے بعد نبی کریم ﷺ میں بھی کچھ فرق آ سکتا ہے کہ وہ تمام تر چیزیں اس طرح مستحضر نہ ہوں جس طرح اس دیس میں ہوتے ہوئے تھیں۔ لیکن جب اللہ رب العزت نے توجہ دلا دی اور آپ کی بشریت بھی آپ کی حقیقت کی طرح سراسر لطافت بن گئی ہر چیز سامنے بھی آ گئی اور ہر چیز کی پہچان بھی ہوگئی۔

معراج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے کندھوں کے درمیان جب اللہ نے اپنا دستِ کرم رکھا آپ ﷺ کے سینے کو علم کا سمندر بنایا فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ ہر چیز مجھ پہ روشن بھی ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان بھی لیا۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: احْتُبِسَ عَنَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى كِدْنَا نَتَرَاءَى عَيْنَ الشَّمْسِ، فَخَرَجَ سَرِيعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهِ، فَقَالَ لَنَا: "عَلَى مَصَافِكُمْ كَمَا أَنْتُمْ، ثُمَّ انْفَتَلَ إِلَيْنَا، ثُمَّ قَالَ: أَمَا إِنِّي سَأُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِي عَنْكُمُ الْغَدَاةَ أَنِّي قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِي، فَنَعَسْتُ فِي صَلَاتِي حَتَّى اسْتَثْقَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَبِّ، قَالَ: فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ: لَا أَدْرِي، قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ: فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَبِّ، قَالَ: فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ: فِي الْكَفَّارَاتِ،

قَالَ: مَا هُنَّ؟ قُلْتُ: مَشْيُ الأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ، وَالْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ، وَإِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكْرُوْهَاتِ، قَالَ: فِيْمَ؟ قُلْتُ: إِطْعَامُ الطَّعَامِ، وَلِيْنُ الْكَلَامِ، وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، قَالَ: سَلْ، قُلْتُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُوْنٍ، أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلَى حُبِّكَ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوْهَا، ثُمَّ تَعَلَّمُوْهَا۔

ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھانے سے روکے رکھا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہم سورج کی ٹکیہ کو دیکھ لیں، پھر آپ تیزی سے (حجرہ سے) باہر تشریف لائے، لوگوں کو نماز کھڑی کرنے کے لیے بلایا، آپ نے نماز پڑھائی، اور نماز مختصر کی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آواز دے کر لوگوں کو (اپنے قریب) بلایا، فرمایا: اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے، آپ نے فرمایا: "میں آپ حضرات کو بتاؤں گا کہ فجر میں بروقت مجھے تم لوگوں کے پاس مسجد میں پہنچنے سے کس چیز نے روک لیا، میں رات میں اٹھا، وضو کیا، (تہجد کی) نماز پڑھی جتنی بھی میرے نام لکھی گئی تھی، پھر میں نماز میں اونگھنے لگا یہاں تک کہ مجھے نیند آگئی، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے بزرگ و برتر رب کے ساتھ ہوں وہ بہتر صورت و شکل میں ہے، اس نے کہا: اے محمد! میں نے کہا: میرے رب! میں حاضر ہوں، اس نے کہا: ملأ اعلیٰ (فرشتوں کی اونچے مرتبے والی جماعت) کس بات پر جھگڑ رہی ہے؟ میں نے عرض کیا: رب کریم میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے یہ بات تین بار پوچھی، آپ نے فرمایا: میں نے اللہ کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں

کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے اندر محسوس کی، ہر چیز میرے سامنے روشن ہو کر آ گئی، اور میں جان گیا (اور پہچان گیا) پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: رب! میں حاضر ہوں، اس نے کہا: ملأ اعلیٰ کے فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا: ''کفارات'' کے بارے میں، اس نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: نماز باجماعت کے لیے پیروں سے چل کر جانا، نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر (دوسری نماز کے انتظار میں) رہنا، ناگواری کے وقت بھی مکمل وضو کرنا، اس نے پوچھا: پھر کس چیز کے بارے میں (بحث کر رہے ہیں)؟ میں نے کہا: (محتاجوں اور ضرورت مندوں کو) کھانا کھلانے کے بارے میں، نرم بات چیت میں، جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت اٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں، رب کریم نے فرمایا: مانگو (اور مانگتے وقت کہو) کہو: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ، أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلَى حُبِّكَ ''اے اللہ! میں تجھ سے بھلے کاموں کے کرنے اور منکرات (ناپسندیدہ کاموں) سے بچنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور مساکین سے محبت کرنا چاہتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ تُو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما، اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنا چاہے، تو مجھے تُو فتنہ میں ڈالنے سے پہلے موت دے دے، میں تجھ سے اور اس شخص سے جو تجھ سے محبت کرتا ہو، محبت کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور تجھ سے ایسے کام کرنے کی توفیق چاہتا ہوں جو کام تیری محبت کے حصول کا سبب بنے''، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ حق ہے، اسے پڑھو یاد کرو اور دوسروں کو پڑھاؤ سکھاؤ''۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:3235)

آپ حضرات جو یہاں بیٹھے ہو میں آپ کو دیکھ رہا ہوں لیکن کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں

نہیں پہچانتا ہوں۔ ان کا نام، ان کی ولدیت، ان کی قومیت، ان کی سکونت اور ان کا پیشہ مجھے پتہ ہے یہ میں دعویٰ نہیں کرسکتا تو نبی کریم ﷺ نے کیا دعویٰ کیا فَتَجَلّٰی لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ ہر چیز مجھ پہ روشن بھی ہوگئی اور ہر چیز کو میں نے پہچان بھی لیا تو پتہ چلا کہ پہلے سے ہر چیز دیکھی ہوئی ہے اب اللہ نے جب دوبارہ پھر نگاہوں کو قوی کردیا، وسیع کردیا پھر ہر چیز سامنے آگئی تو دیکھ بھی رہے ہیں اور پہچان بھی رہے ہیں۔

لہٰذا بشری لحاظ سے تدریجی طور پر وہ علمی استعداد، علمی مقام حل کیا گیا جو کہ روحانی طور پر پہلے سے نبی پاک ﷺ کو مکمل طور پر عطا ہو چکا تھا۔ یہ تدریج لباسِ بشری میں آنے کے لحاظ سے ہے نہ کہ روحانیت اور حقیقتِ محمدیہ کے لحاظ سے ہے۔ اور یہ تحقیق اگر دیکھنی ہو تو الابریز جو کہ شیخ عبد العزیز الدباغ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات کی کتاب ہے اس میں دیکھیں ان شاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی کہ حضور اپنی حقیقت کے لحاظ سے کن علوم کے حامل ہیں۔ اور یہ جو وقتی طور پر بے توجہی وغیرہ طاری ہوئی ہے تو یہ لباسِ بشری میں آنے کے لحاظ سے ہوئی ہے۔

دوسرا مَا ﴿أَنَا بِقَارِئٍ﴾ کا یہ مطلب جو آپ نے سمجھا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ مطلب بن ہی نہیں سکتا۔ کیوں! اس لیے کہ ایک بچے کو جب آپ الف سے پڑھنے کے لیے سکول داخل کراتے ہیں اور اس کا استاذ کہتا ہے پڑھ، بچے نے کبھی کہا ہے میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو تمہارے بچے نبی کریم ﷺ سے زیادہ عقل مند ہوگئے کہ جبریل پڑھاتے ہیں اور آپ کہتے ہیں میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تمہارے بچے نہیں کہتے کہ میں تو نہیں پڑھا ہوا ہوں، میں کیوں الف کہوں، کیوں ب کہوں۔ نبی کریم ﷺ کہتے ہیں میں پڑھا ہوا نہیں ہوں میں کیوں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ پڑھوں۔

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ [سورۃ العلق آیت: 1]

کیا اس جواب کا کوئی تک بنتا ہے ایک معنیٰ محدثین نے اس کا یہ بیان کیا ﴿مَا أَنَا بِقَارِئٍ﴾ میں کیا پڑھوں اب تمہارے سوال کی بنیاد ہی ختم ہوگئی آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا میں نہیں پڑھا ہوا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں کیا پڑھوں، جو پڑھنا ہے پڑھتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے یہ آیتیں ریشم کے ٹکڑے پہ لکھ کر کہا کہ اِقْرَاْ پڑھیے تو آپ نے

اس کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں لکھا ہوا نہیں پڑھتا تو آپ ﷺ لکھا ہوا پڑھنے کی نفی کر رہے ہیں۔ اس کا یہ تو مفہوم نہیں ہے کہ میں جانتا کچھ نہیں ہوں آپ اُمّی نبی ہیں آپ نے یہ عادت مبارک نہیں بنائی ہوئی تھی کہ کتابوں کا مطالعہ کیا کریں اگر آپ کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تو کافر کہہ سکتے تھے یہودی و نصرانی کہہ سکتے تھے کہ مطالعہ کر کر کے کچھ معلومات حاصل ہو گئیں تو مدعی نبوت بن بیٹھے ورنہ نبی وغیرہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ جب اُمی ہیں کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، کسی محفل میں نہیں گئے، کسی سے کوئی معلومات حاصل نہیں کیں لیکن اللہ نے آپ ﷺ کے سینے کو علوم کا سرچشمہ بنا دیا ہے تو اب حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ یہ لوگوں کے پڑھانے سے نہیں بول رہے، اپنے مطالعے کے زور پہ نہیں بول رہے بلکہ اللہ رب العزت نے انہیں اپنے علوم کا مظہر بنا دیا ہے اس طاقت سے آپ بول رہے ہیں، بات کر رہے ہیں۔ مَا اَنَا بِقَارِئٍ کا مطلب یہ نہیں کہ میں جانتا کچھ نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ میں لکھا ہوا پڑھتا نہیں ہوں اور خود قرآن مجید یہ گواہی دے رہا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۝ [سورۃ العنکبوت آیت:48]

ترجمہ: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل ضرور شک لاتے۔

اگر تم پہلے سے لکھنا شروع کرتے یا لکھے ہوئے پڑھا کرتے تو شک کرنے والے لوگ شک کرتے۔ آپ ﷺ کی نبوت پہ اعتراض کرنے والے اپنے لیے گنجائش سمجھ لیتے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے تمہیں حالتِ اُمیت میں رکھا ہے لکھے ہوئے پڑھنے سے دُور رکھا ہے تاکہ آپ ﷺ کی اُمیت آپ ﷺ کی حقانیت نبوت کی دلیل ثابت ہو جائے۔

سوال: انگوٹھے چومنے والی حدیث کا حوالہ دیں۔ حدیث کی صحت بیان کریں اور اس پر محدثین کی رائے بھی بیان کریں؟

جواب: میں نے انجیل برناباس کا حوالہ پیش کیا ہے اس کے کون سے راوی آپ کے سامنے بیان کروں۔ قرآن کے راوی کون سے ہیں وہ آسمانی کتاب ہے جنہوں نے لکھی ہے وہ

نام عرض کر دیا ہے برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہے باقی انجیلیں بعد میں لکھی گئی ہیں یہ برناباس والی انجیل وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے بیٹھ کر لکھتا رہا ہے اس میں یہ روایت موجود ہے اس سے بڑا راوی میں اور کوئی نہیں بتا سکتا وہاں پر دیکھ لیں علامہ شامی نے اس روایت پر بحث کی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا ہے کہ روایت صحیح ہے لیکن فضائلِ اعمال کے اندر جو ضعیف روایت ہوتی ہے وہ بھی قابلِ عمل ہوتی ہے۔

سوال: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ خود کو کیسے پہچانا جاتا ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ [1] جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے

---

[1] خاتم المحققین علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ القول الاشبہ فی حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ میں رقم طراز ہیں: ''اس میں دو باتیں ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام نووی سے ان کے فتاویٰ میں اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ثابت نہیں ہے۔ ابن تیمیہ نے اسے موضوع کہا ہے اور زرکشی نے الاحادیث المشتہرہ میں کہا ہے کہ ابن سمعانی نے بتایا کہ یہ یحیٰ ابن معاذ رازی کا قول ہے۔ دوسری بات اس کے معنی سے متعلق ہے۔ امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اپنی ذات کی کمزوری، احتیاج الی اللہ اور عبودیت کو جان لے، وہ اپنے رب کی قوت و ربوبیت، کمال مطلق اور صفات عالی سے بھی آشنا ہو جائے گا۔ شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المنن میں کہا ہے کہ میں نے اپنے شیخ ابو العباس المرسی کو کہتے سنا کہ اس حدیث کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ جو اپنے نفس کی عجز و حقارت اور فقر سے آشنائی حاصل کر لے وہ اللہ کی عظمت و کبریائی اور قدرت و بے نیازی سے واقف ہو جائے گا۔ پہلے اپنے نفس کی معرفت ہوگی پھر اس کے بعد خدا کی معرفت حاصل ہوگی۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی اپنے آپ کو جان لیتا ہے تو اس کا یہ جاننا اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس نے اس سے پیشتر اللہ کی معرفت حاصل کر لی ہے۔ پہلا سالکین کا حال ہے جب کہ دوسرا مجذوبین کا حال ہے۔ اور شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تم خلق کے معاملات میں اپنی ذات سے واقف ہو گئے اور تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ تمہارے کام کے سلسلے میں کوئی اعتراض کرے یا تمہارے کام میں کوئی عیب نکالے تو اس سے تمہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمہارے خالق کی صفات کیا ہیں اور اسے کون سی باتیں ناپسند ہیں۔ اب اس کے فیصلے پر راضی رہو اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا جائے۔'''' اس حدیث کی ایک دوسری تفسیر بھی ہے اور وہ یہ کہ تم اس سے آشنا ہو کہ تمہاری ذات کی صفات تمہارے رب کی صفات کی ضد ہیں۔ اب جو شخص اپنی ذات کی فنا کو جان لے گا وہ اپنے رب کی بقا کو جان لے گا اور جو اپنی ذات کے جفا اور خطا سے آگاہ ہو جائے گا وہ اپنے رب کی صفت وفا اور عطا سے آگاہ ہو جائے گا اور اسی طرح جو اپنی ذات کی حقیقت کو جان لے گا وہ اپنے رب کی حقیقت ذات کو بھی جان =

اپنے رب کو پہچان لیا۔ پہچان علیحدہ چیز ہے دیکھنا علیحدہ چیز ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نے نفس کو پہچان لیا رب کو دیکھ لیا بلکہ رب کو پہچان لیا۔ ایک آدمی کام کرتا ہے نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے ہل چلاتا ہے مشین چلاتا ہے موٹر چلاتا ہے تو اسے پتہ ہونا چاہیے کہ میرے جو گوشت پوست ہڈیاں ہیں یہ کام نہیں کر رہے بلکہ اندر کوئی اور طاقت ہے جو یہ کام کر رہی ہے اتنا پتہ چلتا ہے کہ نہیں کہ اصل اندر کوئی اور طاقت ہے جو ہمارے ہاتھوں سے کام لے رہی ہے ہمارے پاؤں سے کام لے رہی ہے اور آنکھوں اور کانوں سے کام لے رہی ہے تو جس طرح نظر نہ آنے کے باوجود بندہ جسم کی حرکات سے اس کے افعال سے پہچان سکتا ہے کہ اندر کوئی اور طاقت ہے جو ان اعضاء کو استعمال کر رہی ہے اسی طرح سورج کے چڑھنے، ڈوبنے، چاند کے گھٹنے بڑھنے، بارشیں برسنے اور دریاؤں کی طغیانیوں سے جو زمانے میں انقلابات آ رہے ہیں ان کو دیکھ کر بندہ سمجھ سکتا ہے کہ جس طرح میرے بدن کے اندر جو افعال صادر ہوتے ہیں وہ صادر کرنے والی طاقت کوئی اور ہے جو غیر مرئی، غیر محسوس ہے لیکن یقیناً ہے۔ اسی طرح اس کو سمجھ آ جائے گی اگرچہ اللہ کی ذات نظر تو نہیں آ رہی اور یقین ہے کہ یہ چیزیں اپنے آپ کام نہیں کر رہی ہیں بلکہ کوئی ان سے کروا رہا ہے۔

لہٰذا بندے کے جسمانی افعال روح کے، نفس کے موجود ہونے کی جس طرح دلیل ہیں جو انداز سے اپنے نفس پر استدلال کر سکتا ہے وہ کائنات کے اندر اور ان میں آنے والی تبدیلیوں

= لے گا۔ واضح رہے کہ تمہارے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ تم اپنی ذات کو اسی طرح جان لو جس طرح وہ ہے، پھر تمہارے لیے یہ کب ممکن ہوگا کہ تم اپنے رب کو ویسا ہی جان لو جیسا کہ وہ ہے۔ گویا اس ارشاد من عرف نفسہ فقد عرف ربہ میں تعلیق محال بر محال ہے، کیوں کہ اپنے نفس کی حقیقت اور کیفیت وکمیت سے تمہارا واقف ہونا محال ہے اور جب تمہارے لیے اپنی ذات کی صفات: کیفیت، کمت، اینیت اور فطرت کا بیان محال ہے، نہ ہی وہ قابل دید ہے تو پھر تمہاری بندگی کو یہ کب زیب دے گا کہ وہ ربوبیت کی کیفیت واینیت بیان کرنے لگے، جو کیف واین سے پاک ہے۔" (الحاوی للفتاوی: 239/2،240، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حاشیۂ جلالین جو مفتی ارشاد حسین رام پوری صاحب کے کسی شاگرد کی طرف منسوب ہے، میں سورۂ فاطر کی آیت یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ کے ذیل میں صاوی کے حوالے سے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول بتایا گیا ہے۔ اسی طرح بعض حضرات اسے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ (۱) (الصواعق المحرقہ: 379/2 الرسالہ، بیروت)

اور علامات کی وجہ سے اللہ کی ذات کو سمجھ سکتا ہے اس لیے فرمایا گیا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچان لیا اور پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ جو جسم ہے یہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے بنا ہے لیکن جو روح ہے یہ نُوری مخلوق ہے روح آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے نہیں بنی یہ ایک نُوری مخلوق ہے تو جس طرح بندہ کمرے کے اندر بیٹھا ہو اور روشندان سے دھوپ اندر پڑ رہی ہو تو پتہ چلتا ہے کہ سورج موجود ہے۔ کیوں! اس لیے کہ اس کی دھوپ اندر پڑ رہی ہے اسی طرح اللہ رب العزت کی ذات پہ ان ارواح کا اور ان حقائق کا صدور اسی طرح ہوتا ہے جس طرح کہ سورج سے کرنوں اور شعاعوں کا صدور ہوتا ہے۔

سوال: اللہ نے ہمیں مٹی سے پیدا کیا حضرت حوا کی تخلیق کیسے ہوئی اور آگے نسل انسانی کس طرح بڑھی؟

جواب: آدم علیہ السلام کی پسلی سے اللہ رب العزت نے حوا علیہا السلام کو پیدا کیا حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے کوئی درد نہ ہوا تکلیف نہ ہوئی اگر اس وقت درد ہوتا تو کوئی مرد کسی عورت سے انس و پیار ہی نہ رکھتا چونکہ یہ مرد کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، مرد کا جز ہے لیکن الگ ہوتے ہوئے درد نہیں ہوا۔ اس لیے مرد کو عورت کے ساتھ میلان بھی ہے رغبت بھی ہے محبت اور پیار بھی ہے۔ حوا کہنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک زندہ سے انہیں پیدا کیا گیا ہے حی کا معنی زندہ ہوتا ہے حوا کا معنی بھی یہی ہے زندگی والی۔ ایک زندہ سے انہیں پیدا فرمایا اُن کے پیدا ہونے کا یہ طریقہ ہے۔ اس کے بعد آگے مرد و عورت کے تعلق سے نسلِ انسانی بڑھی۔ ابتداء میں بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح جائز تھا ایک پیٹ سے لڑکی لڑکا پیدا ہوتے تھے ایک پیٹ سے لڑکی لڑکا پیدا ہونے والوں کا آپس میں رشتہ ہو جاتا تھا جب نسل پھیل گئی آدم علیہ السلام نے جس وقت دنیا سے کوچ کیا ان کے بیٹے بیٹیاں، نواسے نواسیاں وغیرہ لاکھ تک پہنچ چکے تھے جب آپ کا وصال ہوا۔ اب نسل کافی پھیل چکی تھی اب بہن بھائیوں کا نکاح بند کر دیا دُور کے رشتوں کا سلسلہ جائز رکھا گیا اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔

سوال: کیا ولایت موروثی ہو سکتی ہے؟

جواب: نبوت موروثی ہو سکتی ہے تو ولایت بھی موروثی ہو سکتی ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ [سورۃ النمل آیت:16]

ترجمہ: اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث بن گئے یہ وراثت مال کی نہیں ہے یہ وراثت نبوت کی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نبوت کے لحاظ سے حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث بنے تو پھر وراثت نبوت میں چلی کہ نہیں۔ حضرت ذکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ [بسورۃ مریم آیت:6]

ترجمہ: وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو

جو میرا بھی وارث بنے آلِ یعقوب کا بھی وارث بنے۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہونے لگے تھے تو کیا ان کے علاوہ بنی اسرائیل میں اور کوئی وارث نہیں رہ گیا تھا جائیدادیں ساری برباد جا رہی تھیں مرد موجود نہیں تھے عورتیں موجود نہیں تھیں اور حضرت یعقوب کی اولاد میں جائیداد سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا یہ مالی وراثت نہیں یہ نبوت والی وراثت ہے مرد ہیں مگر نبوت کے قابل نہیں تُو مجھے ایسا بیٹا عطا کر جو ان صلاحیتوں کا مالک ہو جو نبوت والی وراثت ہمارے خاندان میں چلی آ رہی ہے وہ اس کا وارث بن سکے وہ اسی لیے دُعا کر رہے ہیں اگر نبوت موروثی ہو سکتی ہے تو ولایت بھی موروثی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ نہیں کہ ملے نہیں اور بندہ ویسے ہی مدعی بن بیٹھے کیونکہ میں فلاں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں لہٰذا ولی ہوں اگر نبی کی پشت سے پیدا ہونا مومن ہونے کی ضمانت نہیں ہو سکتا تو ولی کی پشت سے پیدا ہونا بھی ولی ہونے کی ضمانت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ولی ہونے کی ضمانت ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا کنعان تھا وہ کافر تھا پیغمبر کا بیٹا ہونا یہ مومن ہونے کی بھی ضمانت نہیں چہ جائیکہ نبی ہونے کی ضمانت ہو وہ اللہ کا فضل ہے کہ اولاد کو دے دے۔ اسی طرح کسی ولی کی اولاد میں اللہ ولایت پیدا کر دے وہ اس کے فضل سے ہے یہ نہیں کہ چونکہ اس خون سے پیدا ہو رہے ہیں وہ خواہ مخواہ ولی بن جائیں گے ہو سکتا ہے کہ ایمان کی دولت سے بھی محروم ہوں۔

لیکن یہ بھی نہیں کہ باپ ولی ہو تو بیٹا ولی نہیں ہو سکتا، پوتا ولی نہیں ہو سکتا۔ سینکڑوں پشتوں

میں ولایت جا سکتی ہے اور ہمارا عقیدہ حضور ﷺ کی آل کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا بیان کیا ہے۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نُور کا
تُو ہے عینِ نُور تیرا سب گھرانہ نُور کا

جب نُور ہوئے تو پھر ولی ہیں نُوری ہوئے تو گناہوں سے پاک ہوں گے پھر اللہ کے ولی ہوں گے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔[سورۃ یونس آیت:63]

جو مومن بھی ہوں، متقی بھی ہوں، گناہوں کی غلاظت سے پاک بھی ہوں وہی ولی بن جاتے ہیں۔

سوال: قرآن پاک گھر کے اندر ہوتا ہے لوگ مکان کے اُوپر سو جاتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

جواب: قرآن پاک پردے میں ہو تو کوئی حرج نہیں، سامنے پڑا ہو پھر اس سے اُونچا بیٹھنا بے ادبی کے دائرے میں آتا ہے۔

سوال: حضرت موسیٰ کاظم ساتویں امام ہیں چودہ 14 سال قید رہے اتنی تنگ جگہ تھی کہ نہ وہ بیٹھ سکتے تھے اور نہ کھڑے ہو سکتے تھے کیا یہ درست ہے؟

جواب: حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ قید رہے ان کو زہر دیا گیا اسی سے شہید بھی ہو گئے لیکن ہماری نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری کہ جس سے پتہ چلے کہ جگہ اتنی تنگ تھی کہ اُٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔

سوال: اوجھری کا کیا حکم ہے؟

جواب: باقی سارا جانور اس پر تمہاری نظر نہیں جاتی وجہ کیا ہے اوجھری میں ہوتی کیا چیز ہے گوبر۔ مثانے میں کیا ہوتا ہے پیشاب۔ تو پیشاب بھی پلید گوبر بھی پلید اگر پیشاب والی جگہ کھا سکتے ہو تو گوبر والی جگہ بھی کھاؤ اگر پیشاب والی نہیں کھاتے ہو تو گوبر والی کیوں کھاتے ہو اوجھری

میں گوبر ہوتا ہے گوبر پلید ہے یا پاک ہے۔ پیشاب پلید ہے یا پاک۔ اگر جانور کا مثانہ کھانا جائز نہیں۔ کیوں! اس لیے کہ پلیدی کی جگہ ہے پھر گوبر بھی پلید ہے پھر گوبر والی جگہ کھانی کیسے جائز ہو گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا فتویٰ ہے کہ اوجھری مکروہ ہے جیسے مثانہ مکروہ ہے اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا فتویٰ ہے کہ یہ مباح ہے مگر کھانے پہ دل نہیں کرتا۔ دیوبندی مولوی بھی یہاں تک کہتا ہے کہ کھانے پہ طبیعت نہیں مانتی اب دیوبندیوں کا فتویٰ ماننا ہے تو تمہاری مرضی اگر اپنے سنی امام کا ماننا ہے تو تمہاری مرضی۔

گوبر ہے چونکہ پلید ہے پیشاب کے بارے میں پاک ہونے کا قول مل سکتا ہے لیکن گوبر کے بارے میں نہیں مل سکتا۔ اس لیے پیشاب سے گوبر والی جگہ زیادہ قابلِ نفرت ہونی چاہیے جب مثانہ مکروہ ہے تو پھر یہ بھی مکروہ ہے اگر جانور کی پیشاب والی جگہ نر ہو یا مادہ استعمال کرنا جائز نہیں خصیے (کپورے) استعمال کرنا جائز نہیں حرام مغز ریڑھ کی ہڈی پہ جو چڑھا ہوتا ہے یہ بھی عام طور پر لوگ خیال نہیں کرتے حرام مغز بکروں کا، بلکہ مرغیوں کا بھی نکالنا چاہیے یہ بھی مکروہ تحریمی ہے اسی طرح پتہ ہے یہ بھی استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے یہ بہت سی چیزیں جو مکروہ ہیں ان کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: لشکرِ طیبہ سے تعاون کرنا جائز ہے ان کو چندہ دینا کیسا ہے۔

جواب: لشکرِ طیبہ والے نظریاتی طور پر تمہارے خلاف ہیں وہ بہانہ تو کشمیر کا کرتے ہیں مگر اصل تیاری تمہارے خلاف کرتے ہیں بہانہ بنا کر تمہارے عقیدے والے نوجوانوں کو لے جاتے ہیں وہاں کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے ہم عقیدہ بن جائیں اگر بن گئے تو ٹھیک، نہیں تو قتل خود کر دیا اور پھر یہاں اس کی لاش کو بیچ دیا ہمارا بندہ مارا گیا شہید ہو گیا فلاں جگہ لڑتے ہوئے مارا گیا اتنے کافر فی النار کر کے مارا گیا حالانکہ انہی کے ہاتھوں مارا گیا الٹا اس کی لاش بیچتے ہیں اور پھر پیسے بھی بٹورتے ہیں پھر بندے بھی لے جاتے ہیں اس لیے جب اپنی تنظیمیں موجود ہیں تو پھر جو نظریاتی طور پر ہمارے دشمن ہیں اور جو مخالف ہیں ان کے پاس جانا اور اپنے نوجوانوں کے عقیدے تباہ کرنا یا ان کے ہاتھ مضبوط کرنا تا کہ ہمیں قتل کر سکیں اس سے بڑی بد دماغی کیا ہو سکتی ہے۔

جنگل میں ایک آدمی جا رہا تھا آگے بکری مل گئی خوش ہو گیا بھوک بھی لگی ہوئی تھی کھانے پینے کی چیز بھی کوئی نہیں تھی بڑی اچھی بکری ہاتھ آ گئی لیکن چھری نہیں ذبح کس سے کروں بکری نے زمین پہ پاؤں مارا نیچے سے چھری نکل آئی اس نے کہا یہ بکری تو بڑی محسن ہے خود بھی ہاتھ آ گئی اور چھری بھی خود نکال کر دے دی تو تم بھی وہ بکری نہ بنو جو چھری بھی ان کو خود مہیا کر رہے ہوتا کہ وہ تمہیں بڑے آرام سے ذبح کر سکیں اپنے آپ کو ان سے بچا کے رکھو اپنی تنظیموں کے ساتھ تعاون کرو۔

سوال: کیا زمین میں حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام حضرت محمد ﷺ کے امتی کی حیثیت سے زندہ ہیں اور شریعتِ محمد یہ پر عمل پیرا ہیں؟

جواب: اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے وعدہ لیا تھا کہ جب میرا یہ نبی آئے تو تمہیں ایمان لانا ہوگا ان کے دین کی مدد کرنا ہوگی تو جب اللہ نے وعدہ لیا اور انہوں نے وعدہ دیا تو کیا خیال ہے پیغمبروں نے جو اللہ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کوئی نہیں کیا ہوگا ہمارا تو عقیدہ ہے انہوں نے وعدہ پورا کیا ہے اگر تمہارا عقیدہ ہے کہ وعدہ نہیں پورا کیا تو تم خود بتلاؤ کہ نبی ہو اور اللہ کے ساتھ وعدہ کرے اور پورا نہ کرے تو کیا پھر اس کی نبوت بحال رہی۔ تو نبی ہو کر اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو وہ پورا کیوں نہیں کرے گا بہر حال وعدہ پورا کرے گا۔

ہر سال حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام حج کرتے ہیں۔ حج میں یہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کا حلق کرتے ہیں۔ دوسرے حجاموں سے نہیں کراتے۔ آپس میں ایک دوسرے کا حلق کرتے ہیں تو نبی پاک ﷺ کی شریعت کے مطابق عمل کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی امت کے جو مدبراتِ امر ولی ہیں ان کے اور نبی پاک ﷺ کے درمیان سفارت کا عہدہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام کے پاس ہے۔ حضور پیر پٹھان حضرت شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے ہاتھ میں عصا لیا ہوا تھا دور سے آئے تو آپ نے مصلے پر جگہ خالی کر دی بیٹھے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے جب اُٹھ کے جانے لگے تو آپ نے فرمایا لوگ خضر علیہ السلام کی تلاش میں رہتے ہیں یہ خضر علیہ السلام جا رہے ہیں لوگ دوڑے کہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں ملاقات کریں دست بوسی کا شرف حاصل کریں تو

وہ غائب ہو گئے۔ حضور پیر سیال خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ حضور پیر پٹھان کے پاس بیٹھے رہے، وہ نہ گئے آپ نے فرمایا مولوی صاحب باقی سارے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کے لیے، ملاقات کے لیے گئے ہیں تم کیوں نہیں جا رہے ہو انہوں نے عرض کی حضور حضرت خضر علیہ السلام چل کے جن کے پاس آ رہے ہیں میں اُن کی بارگاہ کی حاضری چھوڑ کر حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کیوں جاؤں تو آپ اس جواب پہ بڑے خوش ہوئے اور آپ نے دعا دی کہ اے اللہ (میرے سیالاں نوں رنگ لائیں)۔

تین مرتبہ آپ نے یہ دُعا دی تو حضرت خضر علیہ السلام اس وقت نبی کریم ﷺ اور امت کے جو کارکنان قضا و قدر ولی ہیں ان کے درمیان سفارت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ آپ پیغام لائے کہ سکھوں کو پنجاب میں آنے کی اجازت ہو جائے حضور پیر پٹھان نے فرمایا جو اذانیں جماعتیں ہو رہی ہیں یہ بھی ختم ہو جائیں گی مہربانی کریں یہ قدم نہ اُٹھائیں وہ واپس چلے گئے پھر نبی کریم ﷺ کا لکھا ہوا آرڈر وہ لے آئے کہ آپ رضامند ہیں اللہ کی تقدیر پر فیصلے پر یہ آپ کا فرمان ہے لہٰذا تم بھی رضامند ہو جاؤ انہوں نے پھر معذرت کی کہ نہیں مہربانی کریں اس فیصلے کو تبدیل کریں ہمیں اذانیں نہیں دینے دیں گے نمازیں نہیں پڑھنے دیں گے بڑی ضدی قوم ہے ہٹ دھرم قوم ہے اب اللہ رب العزت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا گیا کہ اللہ فرما رہا ہے پھر کہا ٹھیک ہے مالک ہے جس طرح اس کی مرضی ہو میں کیا کرسکتا ہوں۔

بہر حال مشائخ سے یہ روایات ثابت ہیں اور اسی لیے تمام مشائخ وصوفیا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ اس طرح سفارت کا کام سرانجام دے رہے ہیں تو یقیناً انہوں نے اللہ رب العزت کا وہ وعدہ پورا کیا ہوا ہے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی ہر وقت بات چیت ہوتی رہتی ہے، ملاقات کا شرف حاصل کرتے رہتے ہیں اور آپ کے حکموں کی تعمیل کرتے رہتے ہیں تو اس لیے اس شبہ میں پڑنے کی گنجائش نہیں ہے کہ پتہ نہیں انہوں نے وہ عہد نبھایا کہ نہیں نبھایا۔ ایک پیغمبر کے بارے میں یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے اللہ کا وعدہ پورا نہ کیا۔

سوال: میں اپنے فرائض ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتا ہوں ریاضی انگلش سائنس

پڑھاتا ہوں کیا اس کا بھی کوئی ثواب ملتا ہے؟

جواب: اپنی ڈیوٹی دیانتداری سے ادا کرنے کا تو ثواب ہو سکتا ہے رہ گیا دوسرے معاملہ میں ثواب کمانا اس کا دارومدار نیّت پر ہے علم بذاتِ خود عبادت نہیں ہے لیکن کرنے والے کی نیّت اچھی ہو تو وہ کام بھی عبادت بن جاتا ہے اب انگریزی زبان کا علم حاصل کرنا بذاتِ خود عبادت نہیں لیکن اگر نیّت یہ ہو کہ میں دین بھی پڑھوں گا انگریزی زبان کا علم بھی حاصل کروں گا پھر انگریزوں کے ممالک میں جا کر دینِ اسلام کی تبلیغ کروں گا زبان ان کی ہو گی بات اپنی ہو گی تاکہ وہ سمجھ سکیں اس نیت سے کوئی انگریزی پڑھتا ہے تو وہ بھی عبادت ہے اگر کوئی ریاضی پڑھتا ہے یا کوئی بھی علم حاصل کرتا ہے نیّت اچھی ہو تو اس کے اندر بھی ثواب ملتا ہے۔

آپ نے مکان بنانا ہے روشن دان رکھنا ہے ہوا کے لیے۔ ہوا تو آئے گی لیکن نیّت یہ کر لو کہ مسجد میں اذان ہو گی تو اذان کی آواز سنائی دے گی مسجد میں وعظ ہو گا تو وعظ سنائی دیتا رہے گا تو جب تک روشن دان رہے گا ثواب بھی ملتا رہے گا ہوا بھی آتی رہے گی۔ روشن دان رکھنا بذاتِ خود کوئی عبادت نہیں لیکن جب نیّت یہ ہو گئی کہ اذان کی آواز آئے وعظ کی آواز آئے اب روشن دان رکھنا بھی عبادت بن گیا اس لیے دارومدار نیّت پر ہے۔ ایک بندہ سمجھے میری تنخواہ اس مضمون کا معاوضہ ہے میں دیانت داری سے پڑھاؤں وہ بھی اپنا فرض ادا کر رہا ہے اس لحاظ سے بھی ثواب ہے اگر نیت نیک ہو جائے کہ میں اس زبان کے ذریعے طلباء کو دین بھی سکھاؤں ساتھ زبان بھی سکھاؤں تاکہ اللہ ان کو توفیق دے غیر مسلموں کے پاس جا کر ان کی بولی بول کر انہیں اپنا دین سکھائیں یہ بھی عبادت بن سکتا ہے۔

سوال: بعض لوگ حیاتِ انبیاء کا انکار کرتے ہیں وضاحت فرمائیں؟

جواب: پہلی چیز تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں فرمایا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ [سورۃ البقرۃ آیت:154]

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

ان کو مردہ نہ کہو بلکہ ان کے بارے میں مردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو۔ قرآن سے ثابت ہے جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اگر چہ تمہیں شعور نہیں دوسرے مقام پہ فرمایا۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ [سورۃ آل عمران آیت:169]

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہر گز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

اب آپ اندازہ لگائیں جو نبیوں کی شان پہ قربانی دیں نبیوں کے دین پہ قربانی دیں جو نبیوں کے سپاہی ہوں ان کو تو اللہ یہ عزت دے، مقام دے کہ وہ مر کر بھی زندہ ہیں ان کو مُردہ کہنا بھی حرام، ان کے بارے میں مُردہ ہونے کا گمان بھی حرام۔ وہ رزق کھاتے ہیں غلام اور سپاہی تو ہوں زندہ تو جن کے صدقے ان کو عزت ملی کیا وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے؟ پھر غلام کا مقام زیادہ ہے یا آقا کا۔ نبی کا مقام زیادہ ہے یا امتی کا امتی زندہ بھی ہوں، جنّت میں موجیں بھی ماریں، پھل بھی کھائیں، نبی مر کے مٹی ہو جائے، نہ اس میں حیات ہو نہ وہ کوئی نعمت کھا رہے ہوں۔ شہید کا تیسرا درجہ ہے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ [سورۃ النساء آیت:69]

تیسرے درجے والے زندہ ہیں تو پھر دوسرے درجے والے صدیقین بطریقِ اولیٰ زندہ ہیں پھر پہلے درجے والے نبیین بطریق اولیٰ زندہ پھر جو نبیوں کے بھی امام ہیں وہ سب سے اعلیٰ حیات رکھتے ہیں۔

نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ شہید زندہ ہے تو اللہ کا نبی بھی قبر میں زندہ ہوتا ہے قبر میں اسے رزق دیا جاتا ہے اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ اللہ کے سارے نبی زندہ ہیں اور قبروں میں نمازیں ادا کرتے ہیں مسلم شریف کی حدیث ہے معراج کی رات نبی کریم ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو کیا فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ۔

میں موسیٰ کلیم اللہ کے مزار کے پاس سے گزرا وہ قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے ایک ویسے قولی حدیث کہ ہر نبی زندہ ہے اور وہ قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں دوسرا سرکار ﷺ نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا کہ میں موسیٰ کلیم اللہ کی قبر کے پاس سے گزرا تو وہ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اس معراج کے واقعہ نے بتا دیا کہ صرف قبروں کے اندر نہیں پڑھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ قبروں سے باہر نکل کر نمازیں پڑھتے ہیں صرف اکیلے ہی نہیں پڑھتے باجماعت نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَيْتُ عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں الکثیب الأحمر "سرخ ٹیلے" کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:2375، سنن نسائی:1633)

نبی کریم ﷺ نے صرف اپنی حیات نہیں بیان فرمائی بلکہ فرمایا میں زندہ بھی ہوں تمہارے عمل مجھ پر پیش بھی ہوتے رہتے ہیں اور اچھے عمل دیکھتا ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اگر برے عمل دیکھتا ہوں تو تمہاری بخشش کی دعا کرتا ہوں۔

حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَيُحَدِّثُ لَكُمْ

وَتُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ فَمَا وَجَدْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ وَمَا وَجَدْتُ غَيْرَ ذٰلِكَ اسْتَغْفَرْتُ لَكُمْ۔

میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے میرا وصال بھی نقصان دہ نہیں کیوں! اس لیے کہ تمہارے عمل مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اچھے دیکھ کر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اگر برے دیکھوں تو تمہارے لیے بخشش کی دعا بھی کرتا ہوں۔

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ، إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي، حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ، إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث:2041)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر جب بھی کوئی سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھے لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں"۔

جو مسلمان میری بارگاہ میں درود و سلام کا تحفہ پیش کرتا ہے اللہ میری روح اور جسم دونوں پر اس کا ہدیہ پیش کرتا ہے اور میں اس کا ہدیہ قبول کر کے اسے جواب بھی دیتا ہوں۔ پتہ چلا سرکار ﷺ صرف زندہ ہی نہیں بلکہ ہمارے سلام پیش ہوتے ہیں آپ ﷺ وصول فرماتے ہیں اور سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ شہیدوں کے لیے تو قرآن میں لکھا ہوا ہے نبیوں کے لیے قرآن میں کہاں لکھا ہوا ہے حدیثیں کمزور ہوتی رہتی ہیں حدیثوں کو ویسے کمزور بنالیا آیتوں کے بارے میں کہہ دیا کہ وہ شہیدوں کے بارے میں ہیں نبیوں کے بارے میں تو نہیں ہیں۔ قرآن کا ایک قاعدہ یاد رکھیں کہ اللہ ایک ادنیٰ چیز کا حکم بیان کر دیتا ہے تاکہ جو اس سے بڑی ہے اس کا حکم خود سمجھ لیں گے مثال کے طور پر اللہ نے ماں باپ کے بارے میں فرمایا:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝

ترجمہ: اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں، نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

[سورۃ الاسراء آیت:23]

ماں باپ کو اف بھی نہ کرو، جھڑکو بھی نہیں بات کرو تو نرم لہجے میں بات کرو۔ تین چیزیں آ گئیں اف بھی نہ کہو جھڑکو نہیں، بات نرم لہجے سے کرو۔ اب اگر کوئی لاٹھی مار لے اونچا بولا بھی نہیں زبان سے جھڑکا بھی نہیں اف بھی نہیں کی کیا اب یہ ٹھیک ہے؟ ہر بندہ معمولی سوجھ بوجھ والا بھی یہی کہے گا کہ اف کہنا جائز نہیں تو لاٹھی مارنا کیسے جائز ہے۔ اف کہنا ادنیٰ چیز ہے زبانی جھڑکنا اور ڈنڈے مارنا اس سے سخت ہے زائد ہے جب ادنیٰ چیز حرام ہے تو اس سے جو بڑی چیز ہے وہ ضرور حرام ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے نبیوں کے غلاموں کا بدلہ بیان کیا ثمرہ بیان کیا ،جزاء بیان کی کہ ان کو مُردہ کہنا حرام بلکہ ان کے بارے میں مردہ ہونے کا تصور بھی حرام ہے وہ زندہ بھی ہیں اور میری بارگاہ سے رزق بھی انہیں دیا جاتا ہے تو یہاں سے پتہ چلا کہ جب نبیوں کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام دیا ہے تو خود نبیوں کا مقام اس سے بھی اونچا ہونا چاہیے یہ قاعدہ قرآن نے بیان کیا ہے۔

سوال: منّت ماننا کیسا ہے؟

جواب: منّت مالی عبادت بھی ہے اور اس میں ثواب کا پہنچانا بھی پیشِ نظر ہوتا ہے عبادت بدنی ہو یا مالی صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لیے ہوتی ہے اور ہونی چاہیے عبادت کسی اور کی قطعاً جائز نہیں ہے لیکن اس عبادت کا ثواب بھی تو ملتا ہے اگر وہ ثواب کسی کو پیش کر دیا جائے تو وہ جائز اور صحیح ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ محبوبِ کریم ﷺ نے ایک مینڈھا ذبح کیا تو اللہ رب العزت سے کیا عرض کی اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي

خدایا یہ میری طرف سے ہے اور قیامت تک جو آنے والی میری امت ہے ان کی طرف سے میں قربانی دے رہا ہوں۔ تو وہ جانور آپ ﷺ نے اللہ کے لیے ذبح کیا لیکن جو ثواب ملا وہ صرف اپنی ذات تک محدود نہیں فرمایا بلکہ قیامت تک آنے والے غلاموں کو بھی اس ثواب میں شریک فرمالیا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى. فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ عَنْ مِنْبَرِهِ، فَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ. هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ گیا، جب آپ ﷺ خطبہ ختم کر چکے تو منبر سے نیچے اترے، پھر ایک مینڈھا لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور (ذبح کرتے وقت) یہ کلمات کہے: بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ. هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:1521، سنن ابی داؤد:2810، سنن ابن ماجہ:3121)

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ دو جانور ذبح کیا کرتے تھے عرض کیا گیا آپ درویش آدمی ہیں ایک جانور کافی ہے دو کیوں ذبح کرتے ہیں فرمایا: أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ میرے محبوب، میرے خلیل اور میرے یار نبی کریم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ علی جب تو اپنی طرف سے قربانی کرے ساتھ میری طرف سے بھی قربانی کرنا تو میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے یہ قربانی کر رہا ہوں۔

عَنْ حَنَشٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ. فَقُلْتُ لَهُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ۔

ترجمہ: حنش کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ (یعنی قربانی میں ایک دنبہ کفایت کرتا ہے آپ دو کیوں کرتے ہیں) تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کیا کروں، تو

میں آپ ﷺ کی طرف سے (بھی) قربانی کرتا ہوں۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: 2790، سنن ترمذی: 1495، مسند احمد: 1/107، 149، 150)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ کی طرف سے جانور ذبح کر کے آپ کو ثواب پہنچاتے تھے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمٰن کے لیے کئی غلام آزاد کر کے ان کو ثواب پہنچاتی رہیں تو نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دوسروں کو ثواب پہنچانا جائز اور صحیح ہے۔

عبادت غیر کی نہیں کی جا سکتی عبادت صرف اللہ کی ہے لیکن اللہ کی عبادت کر کے جو ثواب ملے وہ دوسروں کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میری امی جان اچانک فوت ہو گئی ہیں اگر مہلت ملتی تو وہ صدقہ وخیرات کی کوئی وصیتیں کرتیں۔ وہ بول ہی کچھ نہیں سکیں میں ان کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں کون سا صدقہ افضل ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانی کا صدقہ افضل ہے یہاں میٹھے پانی کی کمی ہے تو جہاں سے میٹھا پانی دستیاب ہوتا ہے وہاں جا کے کنواں کھودو اور لوگوں کے لیے وقف کر دو۔ وہ گئے جہاں میٹھا پانی دستیاب تھا کنواں کھدوایا، ڈول چرخی لگائی اور پھر کیا کہا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے تو مطلب یہ نہیں کہ عبادت میری ماں کی ہے مقصد یہ ہے کہ عبادت اللہ کی ہے اور جو ثواب ملنا ہے وہ میں اپنی ماں کے نام وقف کرتا ہوں ان کو یہ ثواب پہنچتا رہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْمَاءُ. قَالَ: فَحَفَرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هٰذِهٖ لِأُمِّ سَعْدٍ۔

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! اُمّ سعد (یعنی میری والدہ ماجدہ) کا انتقال ہو گیا ہے۔ سو (ان کی طرف سے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی (پلانا) تو انہوں نے ایک

کنواں کھدوایا اور کہا: یہ اُمّ سعد کا کنواں ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث :1681، الترغیب والترھیب للمنذری :1424، مشکاۃ المصابیح :1912)

لٰہذا صحابہ کرام علیہم الرضوان اس طرح ثواب پہنچاتے رہے ہیں اسی طرح ایک اور مسئلے کا حل بھی سامنے آ گیا یہ بکرا غوث پاک کا ہے یہ گائے خواجہ ہند کی ہے لوگ اس طرح کے الفاظ بول دیتے ہیں تو اس پر شرک کا فتوئی لگ جاتا ہے کہ پھر اللہ کے لیے تو نہ ہوئی غوث پاک کے لیے یا خواجہ ہند کے لیے ہوگئی۔

ایک ہوتا ہے معبود کا تعین کرنا کہ یہ عبادت کس کی ہے۔ ایک ہوتا ہے مصرف کا تعین کرنا کہ اس کا ثواب کہاں پہنچے۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے وہ اللہ کے لیے ہے اور مصرف اس کے کون ہیں۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ [سورۃ التوبہ آیت:60]

ترجمہ: زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لیے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل (وصول) کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے اُلفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

تو یہ مصرف کا بیان ہے تو جس طرح اس کی طرف نسبت ٹھیک ہے جس کی عبادت ہے۔ اسی طرح ان کی طرف نسبت بھی ٹھیک ہے جن کو ثواب اس کا پہنچانا مقصود ہے کہ صدقات فقراء کے لیے ہیں مسکینوں کے لیے ہیں جو عامل ہیں ان کے لیے ہیں تو یہاں مطلب ہے مصرف وہ ہیں اور اللہ کے لیے ہے یعنی معبود وہ ہے لٰہذا یہ کہنے والے سے پوچھنے کی تکلیف کر لینی چاہیے کہ تُو نے جو کہا ہے کہ یہ بکرا غوث پاک کا ہے تو تیرا مقصد کیا ہے عبادت غوث پاک کی ہے یا ثواب غوث پاک کو پہنچانا چاہتا ہے اگر کہے عبادت غوث پاک کی ہے تو یہ شرک ہے جانور حرام ہوگا لیکن

اگر وہ عبادت صرف اللہ کی کر رہا ہے اور ثواب ادھر پہنچانا چاہتا ہے تو یہ بالکل جائز اور صحیح ہے۔

یہ نفل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہیں:

صرف فوت شدہ کو ہی نہیں بلکہ زندہ کو بھی ثواب پہنچایا جا سکتا ہے اور نام بھی اس کا لیا جا سکتا ہے اُبلہ بصرہ کے قریب گاؤں تھا اس کے کچھ لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سنیں انہوں نے آپ سے علمی لحاظ سے یہ فائدہ اُٹھایا۔ آپ نے کہا ایک میرا بھی چھوٹا سا کام کر دو گے انہوں نے کہا حکم کریں۔ فرمایا: اُبلہ شہر میں ایک مسجد ہے وہ بڑی بابرکت ہے اس شہر سے قیامت کے دن وہ شہداء اٹھیں گے جو بدر والے شہیدوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کے جنت میں داخل ہو رہے ہوں گے۔

مَنْ يَضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا وَيَقُوْلَ: هٰذِهٖ لِأَبِي هُرَيْرَةَ۔

تم میں سے کون ہے جو اس بات کی ضمانت دے کہ وہاں چار رکعت نفل پڑھے یا دو رکعت نفل پڑھ کے پھر کیا کہے کہ یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ صَالِحٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا: إِلَى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْأُبُلَّةُ. قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: مَنْ يَضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا وَيَقُوْلَ: هٰذِهٖ لِأَبِي هُرَيْرَةَ. سَمِعْتُ خَلِيْلِي رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ۔

ترجمہ: ابراہیم بن صالح بن درہم کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے ہوئے سنا: ہم حج کے ارادے سے گئے تو ایک آدمی نے ہم سے کہا: کیا تمہارے ایک طرف اُبلہ نامی بستی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: تم میں سے کون ہے جو مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ مسجد عشار میں میرے

لیے دو یا چار رکعتیں پڑھے اور کہے کہ ان کا ثواب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہے؟ میں نے اپنے خلیل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مسجد عشار سے ایسے شہیدوں کو اُٹھائے گا کہ شہدائے بدر کے ساتھ اُن کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوگا۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث:1308)

تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ عبادت میری کریں۔ مطلب ہے عبادت تو اللہ کی کریں لیکن اس کا ثواب مجھے پہنچائیں تو جس کو ثواب پہنچانا ہو اس کا نام بھی تو لینا چاہیے کہ یہ کس کی طرف سے ہے نبی کریم ﷺ نے امت کا ذکر کیا

اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي۔

اے اللہ یہ جانور میری طرف سے ہے اور میرے جس امتی نے قربانی نہیں کی ہے اس کی طرف سے میں کر رہا ہوں تو نبی کریم ﷺ اپنا نام بھی لے رہے ہیں اور اپنے امتیوں کا نام بھی لے رہے ہیں لہٰذا جب ثواب پہنچانا مقصود ہو کہ ثواب مجھے ملے، میرے امتیوں کو ملے تو اب یہ نام لینا شرک نہیں ہے معبود کے طور پہ نام لیا جائے جس طرح بسم اللہ اللہ اکبر کہے اور کافر کہتے تھے بسم اللات والعزی اس طرح اگر کہا جائے یا ان کی تکریم و تعظیم کے لیے مال لٹانا مقصود ہو تو پھر بے شک وہ مال حرام ہو جائے گا اور یہ فعل شرک بن جائے گا تو منت اگر ثواب پہنچانے کے لحاظ سے ہے تو بالکل جائز اور صحیح ہے اور اگر منت عبادت کے لحاظ سے ہے تو پھر بالکل ناجائز ہے تو جن پہ فتویٰ لگایا جا رہا ہے اُن سے کم از کم یہ تو پوچھنا چاہیے کہ تمہاری نیت کیا ہوتی ہے تمہارا مقصد کیا ہوتا ہے تم ثواب پہنچانے کے لیے ان بزرگوں کا نام لے رہے ہوتے ہو یا اُن کی مالی عبادت کرنے کے لیے اُن کا نام لے رہے ہوتے ہو تو اہلِ سنت کا مذہب کیا ہے۔

وَفِيْ دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ اَوْ صَدَقَاتِهِمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ لَّهُمْ خِلَافًا لِّلْمُعْتَزِلَةِ۔ (شرح عقائد)

زندہ لوگ فوت شدگان کے لیے دعائیں کریں تو بھی ان کو فائدہ پہنچتا ہے ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کریں تو بھی ان کو فائدہ پہنچتا ہے یہ عمل جائز اور صحیح ہے لہٰذا پوچھنا یہ چاہیے کہ تم

ان کی عبادت کر رہے ہو یا ان کو ثواب پہنچانے کے لیے اللہ کے نام پہ یہ صدقہ و خیرات کر رہے ہو۔ تو مالی عبادتیں ہوں ان کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔ بدنی عبادتیں ہوں نفل پڑھ کے ثواب پہنچایا جائے تو یہ بھی جائز اور صحیح ہے قرآن پڑھ کے ثواب پہنچایا جائے یہ بھی جائز اور صحیح ہے لہٰذا اس میں شرک وغیرہ کے فتوے اور بدعت کے فتوے دینا یہ سراسر ناجائز اور غلط ہے۔

فضائلِ درودشریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی اَفْضَلِ رُسُلِہٖ وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مَاحِی الذُّنُوْبِ وَالْخَطَاءِ مَنْبَعِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ صَاحِبِ الْمَقَامِ وَالشَّفَاعَۃِ وَاللِّوَاءِ اَلَّذِیْ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلَیْہِ رَبُّہٗ مَااَوْحٰی مُحَمَّدَ نِ الْمُصْطَفٰی اَحْمَدِ نِ الْمُجْتَبٰی اَلَّذِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکُرَمَاءِ وَالشُّرَفَاءِ وَاَصْحَابِہٖ اَھْلَ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَالتَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَاءِ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

- اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔
- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ: وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحٰبِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔
- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ : وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحٰبِکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ۔

نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا بہت بڑی عبادت بھی ہے اور سعادت بھی ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب کا ذریعہ اور وسیلہ ہے تو بارگاہِ رسالت میں حضور و شہود کا بھی ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ ربّ محمد ﷺ کی طرف سے رفعتِ درجات، محوِ سیئات اور حصولِ حسنات کا موجب ہے تو محمد کریم ﷺ کی طرف سے حصولِ دیدار اور جوابی تسلیمات ودعوات کا اور روز محشر اللہ کے سایۂ عرش میں راحت و سکون کے حصول کا بھی باعث ہے۔ تو رحمتِ مجسم کے قرب اور ظلِ عاطفت کے حصول کا بھی باعث ہے۔

ہم سطور ذیل میں صلوٰۃ وسلام کی اہمیت اس کے فضائل وفوائد اور ثمرات وبرکات اور نہ پڑھنے کی نحوست اور محرومی، اس کے پڑھنے کے موزوں ومناسب مقامات نیز غیر موزوں اور نا مناسب مقامات اور اس کے صیغوں کے خصوص وعموم اور تعین یا اذن عام کے متعلق مختصراً عرض کریں گے تاکہ اس عظیم عبادت اور سعادت کے دلدادگان کے لیے مزید ترغیب وتحریص کا سامان مہیا ہو، تو اہلِ غفلت وکسالت اور محروموں کے لیے توبہ وانابت کا موجب ہو۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

صلوٰۃ وسلام کی اہمیت وضرورت اور وجوہِ فضیلت:

اوّل:

صلوٰۃ وسلام کی اہمیت وضرورت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح فرمادی ہے۔ پہلے اپنا عمل اور اپنے تمام ملائکہ کا عمل انتہائی تاکیدی انداز میں بیان فرما کر اور اس پر مداومت اور مواظبت بیان فرما کر، پھر اہلِ اسلام وایمان کو خطاب کر کے فرمایا: کہ میرے نبی پر صلاۃ وسلام بھیجو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے۔ تو اس سے اس امر کی اہمیت اور قدر وقیمت روزِ روشن کی طرح نمایاں ہوجاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جو ان کا خالق ومالک اور معبود ومسجود ہے اور نُوری اور معصوم ملائکہ جو بلند وبالا مقامات اور درجات ومراتب کے مالک اور آسمانِ آشیاں ہیں وہ دُرود بھیجتے رہتے ہیں تو تم جو ان سے ایمان وایقان کی خیرات لینے والے ہو اور ان کی غلامی کے صدقے دنیوی اور اخروی فوز وفلاح حاصل کرنے والے ہو تمہارے لیے ان پر دُرود وسلام بھیجنا انتہائی اہم فریضہ ہے اور لازمی امر ہے۔

دوم:

نبی اکرم ﷺ ہمارے روحانی مربی ہیں اور حیاتِ قلب وروح عطا کرنے والے ہیں بلکہ حیاتِ ابد اور اُخروی راحتوں اور نعمتوں کے حصول کے وسیلہ وذریعہ اور شریعت مطہرہ میں جسمانی حیات اور بدنی تربیت کرنے والے والدین کے ساتھ احسان وادب سے پیش آنا اور ان کی خدمت کرنا لازم ہے۔

كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

ترجمہ: اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ [سورۃ الاسراء آیت:23]

اوران کے لیے دعائیں کرنا۔ كَمَا قَالَ حِكَايَةً عَنْ نُوحٍ

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ [سورۃ نوح آیت:28]

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

ترجمہ: اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (بچپن) میں پالا۔ [سورۃ الاسراء آیت:24]

تواس عظیم محسن ومربی کی خدمت اور آپ کے لیے درُود وسلام کی صورت میں دعا کرنا لازم اور ضروری ہے تا کہ ان کے عظیم احسانات کا کچھ نہ کچھ شکریہ ادا ہو جائے۔

سوم:

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللهَ "، قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:1954، 1955، سنن ابنِ ماجہ :4811، مسند احمد:2/258، 259، 303، 388، 461، 492)

جب عوام الناس کے عام قسم کے احسانات پر ان کا شکر ادا کرنا لازم ہے تو سید الخلق علی الاطلاق کے عظیم ترین اور ان گنت احسانات کا شکریہ ادا کرنا بطریقِ اولیٰ لازم وضروری ٹھہرا، اور جب عوام الناس کے احسانات کا شکر ادا نہ کرنے والا، رب تبارک وتعالیٰ کی ادائیگی شکر

سے محروم ہے تو اس محسنِ خلائق اور محبوبِ خداوند تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرنے والا یقیناً حرماں نصیب ہو گا۔ اور آپ ﷺ کے شکریہ کی بہترین صورتوں میں سے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنا بھی ہے لہٰذا آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا لازم اور ضروری ہے۔

چہارم:

درودوسلام اللہ کا قرب حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے کیونکہ اس میں اس کے محبوب ﷺ کے ساتھ توسل ہے اور خود اس نے توسل کا حکم دیا ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ:

وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [سورۃ المائدہ آیت:35]

ترجمہ: اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اور کوئی وسیلہ محبوبِ کریم ﷺ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر اور اس کے ہاں عظیم تر نہیں ہے۔

مطالع المسرات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔

یَا مُوْسیٰ اَتُرِیْدُ اَنْ اَکُوْنَ اَقْرَبَ اِلَیْكَ مِنْ کَلَامِكَ اِلیٰ لِسَانِكَ وَمِنْ وَسْوَاسِ قَلْبِكَ اِلیٰ قَلْبِكَ وَمِنْ رُوْحِكَ اِلیٰ بَدَنِكَ وَمِنْ نُوْرِ بَصَرِكَ اِلیٰ عَیْنِكَ قَالَ نَعَمْ یَارَبِّ قَالَ فَاَکْثِرِ الصَّلٰوۃَ عَلیٰ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ (مطالع المسرات ص:14)

ترجمہ: اے موسیٰ کیا تمہاری خواہش وآرزو ہے کہ میں تجھ سے زیادہ قریب ہوں بنسبت تمہارے کلام کے تمہاری زبان سے اور بنسبت تمہارے قلبی خیالات کے تمہارے قلب سے اور بنسبت تمہاری روح کے تمہارے بدن سے اور بنسبت تمہارے نُورِ نگاہ کے تمہاری نگاہ وبصر سے۔ تو انہوں نے عرض کیا: ہاں اے میرے پروردگار، تو اللہ رب العزت نے فرمایا: کہ محمدِ مصطفیٰ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود وصلوٰۃ بھیجا کرو۔

دُعا درُود کے بغیر قبول نہیں ہوتی:

درودوسلام اللہ کے ہاں اس قدر مقبول وسیلہ ہے کہ جس دعا کے اول وآخر درود شریف

پڑھا جائے وہ دُعا فوراً اس کی بارگاہ میں قبولیت پاتی ہے ورنہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اور اُوپر جا ہی نہیں سکتی چہ جائیکہ شرف قبولیت پائے جیسا کہ

حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ دُعَاءٍ إِلَّا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ حِجَابٌ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَإِنْ فَعَلَ انْخَرَقَ ذَلِكَ الْحِجَابُ وَدَخَلَ الدُّعَاءُ ، وَإِذَا لَمْ يَفْعَلْ رَجَعَ ذَلِكَ الدُّعَاءُ۔

(خصائص کبریٰ ج،2، ص:65، معجم الاوسط:725)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب حائل ہوتا ہے جب تک نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درُود و صلوٰۃ نہ بھیجی جائے اور جب درُود بھیجا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دُعا مقامِ قبولیت میں داخل ہو جاتی ہے ورنہ واپس لوٹ آتی ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:486 خصائصِ کبریٰ ج،2ص:65)

نوٹ: ابنِ کثیر اور ناصر الدین البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان روک دی جاتی ہے، اُوپر بالکل نہیں چڑھ سکتی جب تک اے دعا مانگنے والے تُو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود نہ بھیجے اور یہی مضمون قاضی اسماعیل نے حضرت سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے۔

سوال: تقرب الی اللہ اس کے حق کے ساتھ ہونا چاہیے نہ کہ حق غیر کے ساتھ جبکہ صلوٰۃ وسلام نبی اکرم ﷺ کا حق ہے لہٰذا اس میں مشغولیت سے تقرب الٰہی کا حصول کیونکر ہوسکتا ہے۔

جواب:

جواب اوّل:

صلوٰۃ وسلام کا حکم چونکہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اسے ایمان پر معلق فرما کر تقاضائے ایمان قرار دے دیا اور صلوٰۃ بھیجنے اور ملائکہ کے صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر کر کے اقتداء واتباع کی ترغیب دی ہے لہٰذا اس میں مشغولیت اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل وامتثال اور موجب تقرب ہے۔ جیسا کہ ملائکہ کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا حکم باری تعالیٰ کا امتثال اور موجب تقرب تھا اور ابلیس لعین کا اس سے اباء وامتناع موجب حرمان وخسران کذافی مطالع المسرات۔

جواب ثانی:

نبی کریم ﷺ پر درود وسلام میں چونکہ اللہ تعالیٰ سے رحمت اور لطف وکرم اور سلامتی وعافیت کی طلب ودعا ہوتی ہے اور دعا عین عبادت بلکہ روح اور جانِ عبادت ہے۔

كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔

جیسا کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: دُعا عبادت ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دعا عبادت کا مغز (حاصل ونچوڑ) ہے۔

• (سنن ترمذی رقم الحدیث: 3371، جامع الصغیر: 3003)

تو اس طرح صلوٰۃ وسلام میں مشغولیت گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغولیت ہے لہٰذا یہ تقرب حق باری تعالیٰ " میں مشغولیت کے ذریعے ہی پایا گیا۔

جواب ثالث:

درود و سلام میں جس طرح نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ذکر وہی ہوتا ہے جس میں اس کے محبوب کا ذکر بھی اس کے ساتھ کیا جائے جیسے ابن عساکر نے سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حبیب مکرم ﷺ کو فرمایا:

حَدِيثُ سَلْمَانَ : حَضَرْتُ النَّبِيَّ ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ذَاتَ يَوْمٍ ، فَإِذَا أَنَا بِأَعْرَابِيٍّ جَافٍ رَاجِلٍ بَدَوِيٍّ ، قَدْ وَقَفَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ، فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ السَّلَامَ ، فَقَالَ : أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "أَنَا". قَالَ : لَقَدْ أَيْقَنْتُ بِكَ قَبْلَ أَنْ أَرَاكَ فَأَحْبَبْتُكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ أَلْقَاكَ وَصَدَّقْتُ بِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ أَرَى وَجْهَكَ وَلَكِنْ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ خِصَالٍ ، قَالَ : سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ. قَالَ : فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، أَلَيْسَ اللهُ كَلَّمَ مُوسَى؟ قَالَ : بَلَى، قَالَ: وَخَلَقَ عِيسَى مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: وَاتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَاصْطَفَى آدَمَ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: بِأَبِي وَأُمِّي، أَيُّ شَيْءٍ أُعْطِيتَ مِنَ الْفَضْلِ؟. فَأَطْرَقَ النَّبِيُّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَبَطَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ، تَعَالَى، يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَهُوَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ بِهِ أَعْلَمُ مِنْكَ يَقُولُ: يَا حَبِيبِي، لِمَ أَطْرَقْتَ؟ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَرُدَّ عَلَى الْأَعْرَابِيِّ جَوَابَهُ، قَالَ: أَقُولُ مَاذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: اللهُ تَعَالَى يَقُولُ: إِنْ كُنْتُ اتَّخَذْتُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ مِنْ قَبْلُ حَبِيبًا وَإِنْ كَلَّمْتُ مُوسَى فِي الْأَرْضِ فَقَدْ كَلَّمْتُكَ وَأَنْتَ مَعِي فِي السَّمَاءِ وَالسَّمَاءُ أَفْضَلُ مِنَ الْأَرْضِ، وَإِنْ

كُنْتَ خَلَقْتُ عِيسَى مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ فَقَدْ خَلَقْتُ اسْمَكَ قَبْلَ أَنْ أَخْلُقَ الْخَلْقَ بِأَلْفَيْ سَنَةٍ وَلَقَدْ وَطِئْتَ فِي السَّمَاءِ مَوْطِأً لَمْ يَطَأْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ وَلَا يَطَأُهُ أَحَدٌ بَعْدَكَ وَإِنْ كُنْتُ قَدِ اصْطَفَيْتُ آدَمَ فَقَدْ خَتَمْتُ الأَنْبِيَاءَ بِكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ مِائَةَ أَلْفِ نَبِيٍّ وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ أَلْفِ نَبِيٍّ مَا خَلَقْتُ أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ وَمَنْ يَكُونُ أَكْرَمُ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ أَعْطَيْتُكَ الْحَوْضَ وَالشَّفَاعَةَ وَالنَّاقَةَ وَالْقَضِيبَ وَالْمِيزَانَ وَالْوَجْهَ الأَقْمَرَ وَالْجَمَلَ الأَحْمَرَ وَالتَّاجَ وَالْهَرَاوَةَ وَالْحَجَّةَ وَالْعُمْرَةَ وَالْقُرْآنَ وَفَضْلَ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالشَّفَاعَةَ كُلَّهَا لَكَ . حَتَّى ظَلَّ عَرْشِي فِي الْقِيَامَةِ عَلَى رَأْسِكَ مَمْدُودًا وَتَاجُ الْمُلْكِ عَلَى رَأْسِكَ مَعْقُودٌ وَلَقَدْ قَرَنْتُ اسْمَكَ مَعَ اسْمِي فَلَا أُذْكَرُ فِي مَوْضِعٍ، حَتَّى تَذْكَرَ مَعِي وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لأُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ عَلَيَّ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِي، وَلَوْلَاكَ يَا مُحَمَّدُ ، مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔

[خصائص کبریٰ ج، 2، ص: 196، 197]

میں نے تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے لہٰذا میں کسی بھی مقام میں ذکر نہیں کیا جاؤں گا حتیٰ کہ تم میرے ساتھ ذکر کیے جاؤ گویا تمہارے ذکر کے بغیر اپنا ذکر قبول ہی نہیں کروں گا اور ابن جریر ابن ابی حاتم، ابویعلیٰ، ابنِ حبان اور ابونعیم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریل امین نے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ کی تفسیر وتوضیح میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي۔

جب مجھے یاد کیا جائے گا تو تمہیں میرے ساتھ یاد کیا جائے گا یعنی ہم دونوں کا ذکر اکٹھا ہو گا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَنَّهُ قَالَ : أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي وَرَبَّكَ، يَقُولُ: كَيْفَ رَفَعْتُ۔

اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

لَا أُذْكَرُ إِذَا ذُكِرْتَ مَعِي۔ (خصائص کبری، ج،2ص:196،197)

میرا ذکر نہیں کیا جائے گا مگر تمہارا ذکر میرے ساتھ کیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنا ذکر قبول ہی اس وقت کرے گا جب محبوب کا ذکر اس کے ساتھ ہوگا۔ تو اس صورت میں بھی درودوسلام کے ساتھ تقرب کا حصول یقینی ہے اور اسے حقِ غیر کے ساتھ اشتغال قرار دینا غلط ہے۔

جواب رابع:

نبی الانبیاء ﷺ پر صلوٰۃ وسلام اللہ تعالیٰ کے ذکر وشکر پر بھی مشتمل ہے اور اس کے ارسال رسل بعثت انبیاء اور بالخصوص سیّد انبیاء کی بعثت وارسال کے انعام عمیم احسانِ عظیم کی معرفت اور اس کے شکریہ پر مشتمل ہے۔ ان کی بدولت اللہ رب العزت کے اسماء وصفات، اس کی رضا مندی کے اسباب اور اخروی اجور وانعامات کی معرفت حاصل ہوئی۔ تو اس طرح صلوٰۃ ودرود گویا کل ارکانِ ایمان کو محیط ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے وجوب وجود اور اس کے جاننے، سننے کا بھی، اس کی قدرت اور ارادہ ومشیت، کلام ودیگر صفات، ارسال رسل اور ان کی تصدیق کا بھی اور ان سے کمال محبت کا بھی اقرار ہے۔ جس سے دعا کی جارہی ہے اور یہ سبھی اصولِ ایمان اور مدارِ اسلام ہیں تو اس طرح صلوٰۃ وسلام افضل ترین عبادت ہے۔

كَذَا قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي جَلَاءِ الْأَفْهَامِ۔

لہٰذا اس تقرب کے ساتھ حق باری تعالیٰ میں اشتغال ومصروفیت کے ذریعے ہی تقرب ہے۔

جوابِ خامس:

نبی اکرم ﷺ کے ذکر کا اور آپ کے لیے درود وسلام کا محرک وباعث اور سبب وموجب

چونکہ آپ ﷺ کا منصب نبوت ورسالت ہے اور اس جہت سے آپ ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کی محبت اور تعظیم وتوقیر اور اکرام واحترام اللہ تعالیٰ کا ذکر اُس کی محبت اور اسی کی تعظیم وتکریم اور اسی کی عبادت ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذٰلِکَ

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

[سورۃ الحج آیت:32]

جو شخص اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم وتکریم کرے تو وہ دلوں کے تقوی اور توحید وایمان میں سے ہے۔ اور اسی حیثیت میں آپ ﷺ کا بولنا اللہ تعالیٰ کا بولنا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ [سورۃ النجم آیت:3،4]

اور آپ ﷺ کی بیعت اللہ تعالیٰ کی بیعت ہے اور آپ ﷺ کا ہاتھ گویا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ

ترجمہ: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ [سورۃ الفتح آیت:10]

اور آپ کا مارنا اللہ کا مارنا ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ [سورۃ الانفال آیت:17]

ترجمہ: اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اور آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ [سورۃ النساء آیت 80]

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اور آپ ﷺ کی نافرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی نافرمانبرداری کی طرح موجب ضلالت وگمراہی ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا،

[سورۃ الاحزاب آیت:36]

اور آپ ﷺ کی اتباع اللہ کے ہاں مقبول بننے اور گناہوں کی میل کچیل سے پاک صاف ہونے کی ضمانت ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْاٰيَاتِ الْبَيِّنَاتِ۔

ترجمہ: میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔[سورۃ آل عمران آیت:31]

تو اس لحاظ سے بھی صلوٰۃ وسلام کے ساتھ تقرب کا جواز اور اس کا حصول شک وشبہ اور ریب وتردد سے بالاتر ہے۔

پنجم:

صلوٰۃ وسلام میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہے اور جب کسی ہستی کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا جائے تو اس کے ساتھ مناسبت اور قلبی ربط وتعلق اور محبت واُلفت پیدا ہوتی ہے اور مناسبت کاملہ اور محبت واُلفتِ تامہ حاصل ہونے پر محبوب کے ساتھ روحانی قرب اور جمعیت حالی حاصل ہو جاتی ہے تو اس طرح دُرود وصلوات اور تسلیمات کی وجہ سے دنیا وآخرت میں رسول اکرم ﷺ کا قربِ خاص اور ان کی معیت خاصہ کا شرف حاصل ہو جائے گا اور یہ معیت اور قرب عظیم سعادت ہے جیسا کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: مانگ جو مانگنا ہے۔

تو انہوں نے عرض کیا: اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ میں آپ سے یہ طلب کرتا ہوں کہ مجھے جنت میں اپنی رفاقت کا شرف بخشیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَوَ غَيْرَ ذٰلِکَ قَالَ هُوَ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اس سے افضل اور بہتر کوئی چیز معلوم ہوتی ہے تو وہ مانگ لو تو انہوں نے عرض کیا: نہیں میرا مطلوب و مدعا وہی ہے کہ آپ کی رفاقت و معیت جنّت میں بھی حاصل ہو جیسے یہاں حاصل ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 489، سنن ابو داؤد: 1320، سنن ابن ماجہ: 3879، سنن ترمذی: 3416، سنن نسائی: 1139، سنن کبریٰ للنسائی: 724، مسند احمد: 4/57، المعجم الکبیر: 4570، سنن کبریٰ للبیہقی: 4344، الترغیب والترہیب: 564، مشکوٰۃ المصابیح: 896)

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

(امیر مینائی)

اور حقیقت میں مدعا و مطلوب تمام مطالب و مقاصد سے ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ اس طرح بندہ اللہ تعالیٰ کے ان انوار و تجلیات سے بھی بہرہ ور اور مشرف ہو جائے گا جن کی اہلیت و صلاحیت صرف نبی اکرم ﷺ میں ہے اور براہ راست کوئی ان کا متحمل نہیں ہو سکتا مگر آپ ﷺ کی معیت و رفاقت کے حصول سے یہ عظیم شرف اور فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی جیسا کہ حضرت سعدی نے ناچیز مٹی کی زبانی جمال یار سے امتیازی مقام پر فائز ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم

ایک دِن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی میرے ہاتھ میں آئی۔

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دِلآویز تو مستم

میں نے اُس سے پوچھا کہ تُو مُشک ہے یا عبیر ہے کیونکہ میں تیری دلکش خوشبو سے مست

ہو گیا ہوں۔

بگفتا من گلے نا چیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم

اُس نے کہا میں ایک ناچیز مٹی تھی لیکن ایک زمانے تک میں پھول کیساتھ رہی۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ اِیں ہماں خاکم کہ ہستم

محبوب کا حُسن مجھ پر اَثر انداز ہوا،، ورنہ میں تو بس وہی خاک کی خاک ہی تھی،،، یعنی کچھ نہ تھی۔

اسی بلند و بالا مقام و مرتبہ کا مژدہ سناتے ہوئے رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً ۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: 484)

بیشک سب لوگوں سے میرے قریب تر قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر دُرود و صلوٰۃ بھیجنے والا ہوگا۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول محتشم ﷺ نے فرمایا کہ ہر جمعہ کو مجھ پر دُرود و سلام پڑھا کرو۔

عن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالیٰ عنه قال : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَكْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ ، فَاِنَّ صَلٰوةَ اُمَّتِيْ تُعْرَضُ عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ ، فَمَنْ كَانَ اَكْثَرَهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً كَانَ اَقْرَبَهُمْ مِنِّيْ مَنْزِلَةً۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر ہر جمعہ کے دن کثرت سے دُرود پاک

پڑھو کیونکہ میری امت کے درُود وسلام مجھ پر ہر جمعہ کو پیش کیے جاتے ہیں ۔تو جو شخص سب سے زیادہ صلوٰۃ پڑھنے والا ہوگا وہ از روئے منزلت ومقام سب سے زیادہ میرے قریب ہو گا ۔(جامع الاحادیث :ج،2،خصائص کبریٰ ج،2،ص:260،الفردوس بماثور الخطاب:250)

فائدہ جلیلہ:

پہلی روایت میں قیامت کے دن قریب تر ہونے کا ذکر ہے اور دوسری مطلق ہے جو دنیا وآخرت میں قرب اور رفاقت ومعیت کی دلیل ہے اور پہلی روایت میں قرب کی روزِ قیامت سے تخصیص کی حکمت ظاہر ہے کہ اس دن یہ قرب اور رفاقت ومعیت ہر ایک پر ظاہر ہوگی اور کسی کے لیے شک وتردد کی گنجائش نہیں ہوگی جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

(مستدرک کتاب الایمان رقم الحدیث : 83/1،مسند احمد : 435 / 2،فتح الباری 8/395،کنز العمال :32042،11/434،مجمع الزوائد للهیثمی:7/349،دلائل النبوۃ لابی نعیم :1/13)

حالانکہ آپ ﷺ اب بھی سب کے سردار اور آقا ہیں مگر آپ ﷺ کی سیادت کاملہ بروزِ قیامت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں سب انبیاء اور ان کی امتیں بھی آپ ﷺ کی زیر سیادت ہوں گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسی لیے اپنے آپ کو ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ فرمایا حالانکہ وہ روز اوّل سے ہر چیز کا مالک ہے الغرض بکثرت صلوٰۃ پڑھنے والے کو دنیا وآخرت دونوں میں یہ معیت اور رفاقت اور قربِ معنوی اور روحانی ہونا لازم ہے کیونکہ آپ ﷺ تمام صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور ان کا مظہر اتم اور ان صفات وکمال میں سے یہ صفت بھی ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ جو مجھے یاد کرے میں اس کا ہمنشین ہوتا ہوں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت کے تکملہ میں بعض عارفین (غوث کبیر شیخ عبدالکریم جیلی قدس سرہ العزیز) کی زبانی اس ربط وتعلق اور حضور وشہود کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ذکر کن او را و درُود بفرست بر وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیشِ تو در حالتِ حیات، و می بینی تو او را امتادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیاء۔ بد آنکہ وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می بیند ترا و می شنید کلام ترا زیرا کہ وے متصف است بصفات اللہ تعالیٰ۔ ویکے از صفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی و پیغمبر را نصیب وافر است ازیں صفت۔

(اے مخاطب! تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کر اور ان پر درُود بھیج اور حالتِ ذکر میں اس طرح سمجھ کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات ظاہری میں تیرے سامنے موجود ہیں، اور تو جلالت و عظمت کو ملحوظ رکھ کر اور ہیبت و حیاء کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہے۔ یقین جان کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف و متصف ہیں۔ ان صفاتِ ربانی میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ۔ (مدارج النبوت ج،2: ص 621)

(میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صفتِ الٰہیہ سے وافر حصہ حاصل ہے۔

علاوہ ازیں بندۂ محبوب کے متعلق زبانِ رسالت مآب ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ۔

کہ میں بندۂ محبوب کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان اور دل و دماغ بن جاتا ہوں اور محدثین کرام اور علماء اعلام نے اس کی تشریح و توضیح میں فرمایا کہ گویا اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو بندے کے اعضاء و جوارح اور قوائے فاعلہ و مؤثرہ بنا دیتا ہے۔ (فتح الباری 11/295)

اللہ تعالیٰ کا نُور اس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ قریب و بعید کو یکساں دیکھتا اور سنتا ہے اور قریب و بعید اور مشکل و آسان میں تصرف پر قادر ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر 5/467)

اور نفلی قرب کے ثمرات سے یہ ہے کہ صفات بشریہ سالک سے زائل ہو جاتے ہیں اور

صفاتِ حق وہاں پر جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔

(امداد السلوک حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ص:30)

الغرض جب غلامی کی وجہ سے منصبِ محبوبیت حاصل کر کے بندے نورانی بھی ہو جائیں صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بھی تو جو ہستیٔ پاک محبوب گر ہیں اور تمام محبوبین کے آقا و مولیٰ اور سب انبیاء و رسل اور اغواث و اقطاب اور ابدال و اوتاد وغیرہم کے واسطۂ فیض ہیں تو ان کا مقام اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ [سورۃ الاحزاب آیت:6]

ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

کہ نبی کریم ﷺ مومنین کے لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ [سورۃ الانبیاء آیت:107]

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

محبوبِ کریم ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور فرمایا:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ [سورۃ الاعراف آیت:156]

ترجمہ: میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔ ملا علی القاری "شرح شفا" میں فرماتے ہیں:

اِنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ ﷺ حَاضِرَةٌ فِیْ بُیُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔

(شرح شفا:3/464)

نبی اکرم ﷺ کی روح مقدس اہل اسلام کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی طرف سے تو تمام اہلِ ایمان و اسلام کے ساتھ قرب معنوی اور روحانی و نورانی ثابت ہے اور ہر لمحہ اور ہر آن اور ہر زمان و مکان میں حاصل ہے۔ بُعد اور دوری تھی تو بندوں کی طرف سے اور اس کے زائل کرنے کو موثر ترین اور زود اثر صورت یہی کثرت ذکر اور کثرت دُرود و سلام ہے شیخ محقق فرماتے ہیں:

آیا نمی بینی تو اورا ﷺ کہ میگوید ووے اصدق القائلین

است۔ اَکْثَرُ کُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اَقْرَبُکُمْ اِلَیَّ (الی) و ایں بجہت آنست کہ مصلی تعلق میگیرد خاطر وے بجمال آنحضرت ﷺ پس عاشق میگردد دل وے بر صورت روحانیہ وے پس قریب میگردد بوے پس میباشد نزد وے و باوے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (مدارج النبوت:2/623)

ترجمہ: کیا دیکھتے نہیں کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اور وہ سب سے سچے ہیں کہ تم میں سب سے زیادہ درُود پڑھنے والا سب سے زیادہ میرے قریب ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ درُود بھیجنے والے کا قلبی تعلق آنحضرت ﷺ کے جمالِ باکمال سے ہو جاتا ہے پس اس کا دل آپ ﷺ کی روحانی صورت پر عاشق ہو جاتا ہے اور بدیں وجہ آپ ﷺ کے قریب ہو جاتا ہے پس آپ کے نزدیک ہوتا ہے اور آپ کے ساتھ (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے) ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔

وصیت میکنم ترا اے برادر بدوام ملاحظہ صورت و معنیٰ او اگرچہ باشی تو متکلف و مستحضر پس نزدیک است کہ الفت گیرد روح تو بوے پس حاضر آید ترا وے ﷺ عیانا و یابی او را و حدیث کنی باوے و جواب دہد ترا و چوں حدیث گوئی باو و خطاب کند ترا فائز شوی بدرجہ صحابہ عظام و لاحق شوی بایشاں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (مدارج النبوت:2/623)

ترجمہ: اے بھائی میں تجھے وصیت کرتا ہوں ہمیشہ کے لیے نبی اکرم ﷺ کی صورت و معنیٰ کے ملحوظِ خاطر رکھنے کی اگرچہ تو اس ملاحظہ و استحضار میں کلفت و شدت سے ہی دوچار کیوں نہ ہو کیونکہ عنقریب تیری روح آپ ﷺ کے ساتھ انس والفت حاصل کر لے گی تو آپ ﷺ بلا حجاب اور آشکارا طور پر تیرے سامنے حاضر اور موجود ہوں گے اور تُو آپ ﷺ کو محسوس کرے گا اور چشم سر سے دیکھے گا اور آپ ﷺ سے بات کرے گا اور آپ ﷺ تجھ سے خطاب فرمائیں گے تو معنوی طور پر تو صحابہ عظام کے درجہ و مرتبہ پر فائز ہو جائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ لاحق ہو جائے گا۔

شیخ ابو عبد اللہ ساحلی "بغیۃ السالک" میں فرماتے ہیں اور علامہ محمد مہدی فاسی مطالع المسرات صفحہ 30 پر نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کے عظیم وجلیل ثمرات وفوائد سے یہ فائدہ وثمرہ بھی ہے۔

اِنْطِبَاعُ صُوْرَتِهٖ الْكَرِيْمَةِ فِي النَّفْسِ اِنْطِبَاعاً كَامِلاً مُتَأَصِّلاً مُتَّصِلاً وَذٰلِكَ بِالْمُدَاوَمَةِ عَلَى الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِاِخْلَاصِ الْقَصْدِ وَتَحْصِيْلِ الشُّرُوْطِ وَالْآدَابِ وَتَدَبُّرِ الْمَعَانِيْ حَتّٰى يَتَمَكَّنَ حُبُّهٗ مِنَ الْبَاطِنِ تَمَكُّناً خَالِصاً صَادِقاً يَصِلُ بَيْنَ نَفْسِ الذَّاكِرِ وَنَفْسِ النَّبِيِّ ﷺ وَيُؤَلِّفُ بَيْنَهُمَا فِيْ مَحَلِّ الْقُرْبِ وَالصَّفَا تَأْلِيفاً بِحَيْثُ تُمَكِّنُ حُبُّهٗ مِنَ النَّفْسِ فَالْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَيَجِبُ الْاِتِّبَاعُ لِلْمَحْبُوْبِ وَالْاِتْبَاعُ يُؤْذِنُ بِالْوِصَالِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ [سورۃ النساء آیت:69]

وَالْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِئْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:3336)

ترجمہ: کہ آپ ﷺ کی صورت کریمہ درود وسلام پڑھنے والے کے نفس میں نقش کامل ودائم کی طرح منقش ہو جاتی ہے اور اس نعمتِ عظیمہ کا حصول درود وسلام پر خلوصِ نیت کے ساتھ مداومت اور شرائط وآداب کے ملحوظ رکھنے اور معانی میں تدبر وتفکر کی بدولت ہوتا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی محبت اس بندے کے نفس وقلب میں پوری طرح جاگزیں ہو جاتی ہے درآنحالیکہ صاحب ذکر کے نفس وروح اور نبی اکرم ﷺ کے نفس وروح کے درمیان وصل واتصال اور مقام قرب واتصال اور صفا واخلاص میں اُلفت ومناسبت

پیدا ہو جاتی ہے تو جب محبت دل و جان میں اس طرح متمکن ہو جائے تو محبوب سے معیت حاصل ہو جاتی ہے اور محبت محبوب کی اتباع کی موجب بنتی ہے اور اتباع محبوب وصالِ محبوب والے مقصد سے بہرہ ور ہونے کا اعلان کر رہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ معظم کی اطاعت کرے تو وہ ان کی معیت میں ہوگا جن پر اللہ رب العزت نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین اور وہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں (اور حدیث شریف میں ہے) روحیں الگ الگ جماعتوں اور گروہوں میں منقسم ہیں جن میں باہم تعارف ہو گیا اِن میں اُلفت اور موانست پیدا ہو جاتی ہے اور جن میں اجنبیت قائم رہتی ہے ان میں باہم اختلاف رہتا ہے۔

اقول: یہی مقام فنافی الرسول اور بقاء بالرسول کا ہے جس طرح ذکر خداوند تبارک وتعالیٰ سے فنافی اللہ اور بقاء باللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ذکر رسول ﷺ سے فنافی الرسول اور بقاء بالرسول کا مقام حاصل ہوگا بلکہ دُرود وسلام چونکہ دونوں ذکروں پر مشتمل ہے تو گویا یہ ان دونوں مقامات کی تکمیل کا سبب موجب اور ان عظیم ثمرات وفوائد کے حصول کا باعث ہے۔ لہٰذا یہ انتہائی اہم عبادت ہے۔

ششم:

نبی مکرم رسول معظم ﷺ پر دُرود وسلام جب اللہ تعالیٰ بھی بھیجتا ہے اور اس کے ملائکہ بھی تو بندوں کے دُرود وسلام کی آپ ﷺ کو ضرورت نہیں ہو سکتی نیز ہماری صلوٰۃ کا مطلب طلب رحمت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنایا ہے تو اس وجہ سے بھی آپ ﷺ ہماری صلوات کے محتاج نہیں ہیں تو پھر تمام اہل ایمان کو دُرود وسلام کا پابند کرنے کا صرف اور صرف یہ مقصد ہے کہ وہ اس کے ثمرات وبرکات سے مستفیض ومستفید ہوں جس طرح اللہ رب العزت کی تسبیح وتقدیس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بندوں پر یہ انوار منعکس ہوں اور وہ خود منزہ ومقدس ہو جائیں تو اسی طرح یہاں بھی مقصودِ حقیقی یہی ہے کہ صلوٰۃ وسلام کی بدولت وہ رحمت وعنایت، سلامتی اور عافیت کے حقدار ہو جائیں اور یہ بہت اہم اور عظیم مقصود ومطلوب اور فائدہ

ذخیرہ بھی ہے۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ عَلَیَّ زَکَاۃٌ لَکُمْ۔

ترجمہ: مجھ پر درُود بھیجو کیونکہ تمہارا مجھ پر درُود بھیجنا تمہاری طہارت و پاکیزگی کا موجب ہے۔(ابن ابی شیبہ، المصنف، 203/2، رقم:8704)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ عَلَیَّ کَفَّارَۃٌ لَکُمْ۔

(خصائصِ کبریٰ:2/260)

ترجمہ: مجھ پر صلوٰۃ بھیجو کیونکہ تمہاری صلوٰۃ تمہارے لیے کفارہ (ذنوب و آثام) ہے۔

اصبہانی نے ترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَنْجَاکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ اَھْوَالِھَا وَمَوَاطِنِھَا اَکْثَرُکُمْ عَلَیَّ فِیْ دَارِ الدُّنْیَا صَلٰوۃً اِنَّہٗ قَدْ کَانَ فِی اللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ کِفَایَۃٌ وَلٰکِنْ خُصَّ الْمُؤْمِنِیْنَ بِذٰلِکَ لِیُثِیْبَھُمْ عَلَیْہِ۔

(خصائصِ کبریٰ، تفسیر درمنثور:5/219)

بے شک میں تم سب سے زیادہ قیامت کی ہولناکیوں اور ان کے مقامات سے نجات پانے والا وہ شخص ہوگا جو دار الدنیا میں مجھ پر تم سب سے زیادہ صلوٰۃ و درُود بھیجا کرے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ (کا صلوٰۃ بھیجنا ہی) کافی تھا لیکن مومنین کو خصوصی حکم اس لیے دیا تاکہ اس صلوٰۃ کی بدولت انہیں عظیم اجر و ثواب عطا کرے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعاً اِذَا فَرَغَ اَحَدُکُمْ مِنْ طُھُوْرِہٖ فَلْیَشْھَدْ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ثُمَّ لِیُصَلِّ عَلَیَّ فَاِذَا قَالَ ذٰلِکَ فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ اَخْرَجَہٗ

الْاَصْبَهَانِي۔ (خصائص کبریٰ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مرفوع روایت ہے کہ جو شخص وضو سے فارغ ہو کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت دے اور محمد ﷺ کی عبدیتِ خاصہ اور رسالت کی شہادت دے پھر نبی اکرم ﷺ پر دُرود وسلام بھیجے تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ امام احمد نے مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے

مَنْ صَلَّى عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهٗ بِهَا سَبْعِيْنَ صَلٰوةً فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذٰلِكَ اَوْ لِيُكْثِرْ۔ (خصائصِ کبریٰ)

جو رسول اللہ ﷺ پر ایک مرتبہ دُرود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام ملائکہ اس کے بدلے اس پر ستر (70) دُرود وسلام بھیجیں گے تو بندے کی مرضی تھوڑا دُرود پڑھے یا زیادہ۔

فائدہ: یہ موقوف روایت حکمِ مرفوع میں ہے کیونکہ ایسی تقدیرات وتحدیدات اپنے قیاس اور گمان سے ممکن نہیں ہیں بلکہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کا ہی منصب ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً صَادِقاً مِنْ نَفْسِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشَرَ صَلَوَاتٍ وَرَفَعَهٗ عَشَرَ دَرَجَاتٍ وَكَتَبَ لَهٗ بِهَا عَشَرَ حَسَنَاتٍ۔

ترجمہ: سعد بن عمیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر خلوصِ دل سے ایک مرتبہ دُرود بھیجا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس دُرود بھیجے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا اور دس نیکیاں اس کے بدلے اس کے لیے ثبت فرمائے گا۔

اَخْرَجَ قَاضِيْ اِسْمَاعِيْل عَنْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَي النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحىٰ عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَهٗ عَشَرَ

درجات۔ (خصائص کبریٰ)

اس روایت میں دس گناہ معاف کیے جانے کی تصریح ہے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت میں اس کی تصریح ہے جسے عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے۔ اور ابنِ ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید اور ترمذی نے بھی ابوطلحہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے جس میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ کے چہرۂ انور میں بڑی فرحت وشادمانی کے اثرات دیکھ رہے ہیں (اس کی وجہ کیا ہے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس رب تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فرشتہ آیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ جس امتی نے تم پر ایک مرتبہ درُودوسلام بھیجی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اُس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا اور اس پر دس درُود بھیجے گا۔ (درمنثور 5/219)

فائدہ جلیلہ:

جس بد بخت نے حضور اکرم ﷺ کی طرف ایک عیب کی نسبت کی تھی اور آپ ﷺ کو مجنون کہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے دس عیب بیان کیے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿١٠﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿١٣﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿١٤﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٥﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿١٦﴾ [سورۃ القلم آیت: 10 تا 16]

ترجمہ: اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار، درشت خُو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا، اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے، جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں، قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔

تو جب اس بارگاہِ والا جاہ میں اساءت و بے ادبی کا بدلہ دس گنا ہے جب کہ عام قاعدہ کے مطابق

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو برائی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

[سورۃ الانعام:160]

برائی کی جزاء اس کی مانند ہے تو لامحالہ اس محبوب کے لیے کلمۂ خیر اور ادب و نیاز اور خلوص و وفا پر مشتمل کلمات کی جزاء بھی عام قاعدہ

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ [سورۃ الانعام:160]

ترجمہ: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔

یعنی ایک کے بدلے دس سے زائد ہوگی جیسا کہ روایاتِ عدیدہ کی رو سے ستر مرتبہ درود و سلام ستر مراتب دس نیکیوں کے حصول اور دس درجات کی بلندی اور دس گناہوں کی معافی سے واضح ہے گویا سو گنا اجر اور نیکی حاصل ہوگی۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

الغرض درود و سلام کے لزوم و وجوب کا بنیادی مقصد نبی رحمت کے طفیل ان کے غلاموں کو ان رحمتوں اور خیرات و برکات سے نوازنا ہے اور یہ امر صلوٰۃ و سلام کے اہم اور افضل ترین مقاصد سے ہونے کا روشن برہان ہے۔

ہفتم:

درود و سلام میں چونکہ اللہ تعالیٰ سے نبی رحمت ﷺ کے شایان شان رحمت بھیجنے کی دعا ہے اور آپ کے لیے گویا سفارش ہے اور ہر نیکی اور خیر خواہی کا بدلہ اس کی مانند ہوتا ہے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ [سورۃ الرحمن آیت:60]

ترجمہ: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

تو اس کا لازمی ثمرہ و نتیجہ اور فائدہ یہ ہوگا کہ اس بندے کو محبوبِ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی کیونکہ آپ ﷺ سے بڑھ کر لجپال اور کریم کوئی نہیں تو لامحالہ آپ ﷺ کی طرف سے عظیم شفاعت اور کمال شفقت و عنایت نصیب عبد ہوگی اور سرورِ عالم ﷺ نے درود و سلام پڑھنے والوں کو یہ مژدہ خود سنایا ہے:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ حِينَ يُصْبِحُ عَشْرًا، وَحِينَ يُمْسِي عَشْرًا، أَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت مجھ پر دس مرتبہ دُرود پڑھے اور شام کے وقت دس مرتبہ تو قیامت کے دن میری شفاعت اس کو حاصل ہوگی اور اس کا احاطہ کیے ہوئے ہوگی۔ (الترغیب والترہیب: 1/261، معجم الاوسط: 527)

اَخْرَجَ الْبَیْہَقِیُّ فِی الشُّعْبِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْثِرُوْ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ کُنْتُ لَہٗ شَہِیْدًا اَوْ شَافِعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جمعہ کے دن اور اس کی رات بکثرت دُرود بھیجا کرو اور جو شخص بکثرت دُرود وسلام بھیجے گا تو میں اس کے لیے قیامت کے دن گواہ ہوں گا اور شفاعت کروں گا۔

طبرانی نے عبدالرحمٰن بن سمرہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا:

اَنَّ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَائِمًا. يَرْعَدُ عَلَى الصِّرَاطِ كَمَا تَرْعَدُ السَّعْفَةُ. فَجَاءَتْهُ صَلٰوتُهُ عَلَيَّ فَسَكَنَتْ رَعْدَتَهُ۔

ترجمہ: کہ میری امت سے ایک شخص پُل صراط پر کھڑا لرز رہا ہے جیسے کھجور کی شاخ لرزتی ہے تو اس نے جو صلوٰۃ مجھ پر بھیجی تھی وہ اس کے پاس پہنچ گئی تو اس کا لرزہ ختم ہوگیا اور اسے سکون وقرار نصیب ہوگیا۔

(تاریخ دمشق: 406/34، رواہ ابن الجوزي في العلل المتناهية (697/2)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے قریب عرش کے ساتھ کشادہ مقام پر کھڑے ہوں گے اور سبز حُلہ اور پوشاک زیب تن کیے ہوں گے ان کی بلند ترین کھجور کی مانند بلند و بالا قامت ہوگی ان کی اولاد سے جو جنّت کی طرف لے جایا جائے گا اسے بھی دیکھ رہے ہوں گے اور جو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا اسے بھی دیکھتے ہوں گے اسی دوران ان کی نظر اچانک نبی اکرم ﷺ کے ایک اُمّتی پر پڑے گی جسے دوزخ کی طرف لے جایا جارہا ہوگا تو آپ ﷺ کو پکار کر کہیں گے اے احمد اے احمد آپ ﷺ کہیں گے لبیک اے ابوالبشر تو وہ کہیں گے یہ آپ کا اُمّتی ہے جس کو دوزخ میں پھینکنے کے لیے لے جایا جارہا ہے آپ فرماتے ہیں:

فَاَشُدُّ الْمِیْزَرَ وَاَهْرَعُ فِیْ اَثَرِ الْمَلَائِکَةِ وَاَقُوْلُ یَا رُسُلَ رَبِّیْ قِفُوْا فَیَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْغِلَاظُ الشِّدَادُ الَّذِیْنَ لَا نَعْصِی اللّٰهَ مَا اَمَرَنَا وَنَفْعَلُ مَا نُؤْمَرُ۔

ترجمہ: میں اپنی چادر مضبوطی سے باندھوں گا اور ملائکہ کے پیچھے دوڑوں گا اور کہوں گا اے میرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ملائکہ ٹھہر جاؤ، تو وہ کہیں گے ہم وہ سخت طبع اور قوی و توانا ہیں جو امر الٰہی کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے پورا کرتے ہیں، جب آپ ﷺ ان سے مایوس ہوں گے تو اپنا بایاں ہاتھ ڈاڑھی مبارک پر رکھیں گے اور چہرۂ انور عرشِ اعظم کی طرف کر کے اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے۔

رَبِّ قَدْ وَعَدْتَنِیْ اَنْ لَّا تُخْزِیَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ۔

ترجمہ: اے میرے رب تُو نے میرے ساتھ پختہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ مجھے اُمت کے معاملہ میں پریشان اور شرمندہ نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو فرمائے گا:

اَطِیْعُوْا مُحَمَّدًا وَرُدُّوْا هٰذَا الْعَبْدَ اِلَی الْمَقَامِ۔

محمد ﷺ کے حکم کی تعمیل کرو اور اس بندے کو سابقہ قیام گاہ کی طرف لوٹا دو۔

فَاُخْرِجُ مِنْ حُجْزَتِیْ بِطَاقَةً بَیْضَاءَ کَالْاَنْمِلَةِ فَاُلْقِیْهَا فِیْ

كَفَّةِ الْمِيْزَانِ الْيُمْنىٰ وَاَنَا اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ فَتَرْجِعُ الْحَسَنَاتُ عَلَى السَّيِّئَاتِ فَيُنَادٰى سَعُدَ جِدُّهٗ وَثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ اِنْطَلِقُوْا بِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: تو میں اپنے کمر بند سے اُنگلی کے پورے کی مانند ایک سفید کاغذ نکالوں گا اور اسے میزان کے دائیں پلڑے میں بسم اللہ پڑھ کر رکھ دوں گا تو اس کی نیکیاں بُرائیوں پر بھاری ہو جائیں گی تو نداء دی جائے گی یہ بندہ نیک بخت ہو گیا اور اس کی محنت بار آور ہو گئی اور اس کا پلڑا نیکیوں والا وزنی ہو گیا ہے لہٰذا اسے جنّت کی طرف لے جاؤ۔ تو وہ بندہ کہے گا اے اللہ کے رسولو! ٹھہرو میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم و معظم ترین اس ہستی سے ایک سوال کرلوں۔ تب وہ کہے گا:

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا اَحْسَنَ وَجْهَكَ وَاَحْسَنَ خُلُقَكَ مَنْ اَنْتَ فَقَدْ اَقَلْتَنِیْ عَثْرَتِیْ وَرَحِمْتَ عَبْرَتِیْ۔

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے اور اخلاق کتنے حسین ہیں آپ کون ہیں؟ آپ نے میری لغزشوں سے درگزر کرائی ہے اور میرے بہتے آنسوؤں پر ترس کھایا ہے تو آپ ﷺ فرمائیں گے۔

اَنَا نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ وَهٰذِهٖ صَلٰوتُكَ الَّتِىْ كُنْتَ تُصَلِّىْ عَلَیَّ وَافَتْكَ اَحْوَجُ مَا تَكُوْنُ اِلَيْهَا. (خصائص کبریٰ ص:261)

میں تیرا نبی محمد ہوں اور سفید نُورانی کاغذ کا پرزہ تیری صلوٰۃ تھی جو مجھ پر پڑھتا تھا اس نے تجھے پالیا اور تیرے ساتھ وفا کی جب کہ تُو اس کی امداد و اعانت کی طرف بہت محتاج تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم مؤذن کو اذان دیتے سنو تو وہ کلمات دہراؤ۔ جو وہ کہتا ہے:

ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا۔

پھر مجھ پر درُود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ دُرود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درُود بھیجے گا

ثُمَّ سَلُوْا اللهَ لِي الْوَسِيْلَةَ. فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ. لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ، وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ. فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ. حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ۔

پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ وہ جنّت میں ایک منزل ومقام ہے جو بندگانِ خداوند تعالیٰ میں سے صرف ایک بندہ کے شایانِ شان ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں ہی وہ عبدِ خاص ہوں گا تو جو شخص میرے لیے وسیلہ والے مقام کا سوال کرے گا تو اس کے حق میں مجھ پر شفاعت لازم ہوگی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ. فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً. صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوْا اللهَ لِي الْوَسِيْلَةَ. فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ. لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ. وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ. فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ. حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "جب موذن کی اذان سنو تو تم وہی کہو جو موذن کہتا ہے پھر مجھ پر درُود پڑھو کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ دُرود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو کیونکہ وسیلہ دراصل جنت میں ایک مقام ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا اور جو کوئی میرے لیے وسیلہ (مقام محمود) طلب کرے گا

اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 849، سنن ترمذی: 3614، سنن نسائی: 679، سنن ابو داؤد: 523)

فائدہ: آنحضرت ﷺ نے مقام وسیلہ پر فائز ہونے کو بصورت رجاء وامید ظاہر فرمایا اور یہ محض بارگاہِ خداوندی میں ادب ونیاز اور تواضع کا اظہار ہے اور درحقیقت جزم اور یقین کے ساتھ اس کے حصول کا بیان ہے۔

چہ رجائے حبیب در حضرت مجیب ہرگز خیبت نپذیرد

(اشعۃ اللمعات 1/336)

کیونکہ حبیب مکرم ﷺ کی بارگاہِ مجیب الدعوات جل وعلیٰ میں رجاء امید ہرگز ناتمام اور تشنہ تکمیل نہیں رہ سکتی۔

اقول: اور اس جزم ویقین کی وجہ سے حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں اس مقام کے حصول کو وعدہ سے تعبیر کیا گیا اور فرمایا

وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ۔

اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے انہیں وعدہ دیا ہے اور باری تعالیٰ کے وعدہ کا خلاف محال ہے۔

نبی کریم ﷺ کے لیے مقامِ وسیلہ کی دُعا کرنے کی وجہ:

الغرض جب وعدہ ہو چکا اور اس کا خلاف بھی محال ہے تو پھر اُمت کو اس کے متعلق دعا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرنے کا حکم دینا صرف اور صرف اس لیے ہے کہ آپ کی طرف سے اظہار عبدیت ہو جائے اور اُمت اس دعا اور سوال کی بدولت اور خیر خواہی اور اخلاص کی بدولت اس مقام وسیلہ اور مقامِ محمود کے برکات اور فیوضات سے مشرف ہو جائے اور اگرچہ ہر امتی آپ کی شفاعت سے بہرہ ور ہوگا مگر ایسے مخلصین خصوصی شفاعت کے حقدار ہوں گے اور اپنے لیے خصوصی استحقاق اور اہلیت ثابت کرلیں گے، اور اسی سے ہمارا مدعا اور مقصود روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جب آپ ﷺ خود مجسم رحمت ہیں اور سب عالمین کو آپ کی رحمت محیط

ہے اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں اور بھیجتے رہیں گے تو پھر اُمت کو اس کا حکم اور اس کی مختلف اسالیب اور عناوین سے ترغیب صرف اسی لیے ہے کہ وہ ان صلوات کے ثمرات ،فوائد اور ان کے انوار و برکات سے مستفید ہوں اور اس خلوص و خیر خواہی کے عوض شفاعت کے حقدار بن جائیں:

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

ہشتم:

اللہ تعالیٰ نے زبانِ رسالت مآب ﷺ پر فرمایا:

لَا يَزَالُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي حَاجَةِ الْعَبْدِ مَا دَامَ الْعَبْدُ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ۔ (المطالب العالیه:983،معجم کبیر :4801)

اللہ تعالیٰ بندے کی امداد و اعانت میں رہے گا جب تک بندہ اپنے بھائی کی امداد و اعانت اور اس کے معاملات سدھارنے میں مصروف رہے گا۔ جب عام بندے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے معاملات کا کفیل و ضامن بن جائے اور اپنی قدرتِ قاہرہ سے اس کی امداد و اعانت کرے تو اس کا کوئی مدعا، مقصود اور غرض و مطلب تشنہ تکمیل نہیں رہ سکتا تو اس پسِ منظر میں اس بندے کو اپنے معاملات اور مقاصد میں ناکامی اور نامرادی کیونکر ہو سکتی ہے جو اپنے تمام امور پر نبی اکرم ﷺ کے درُود و سلام اور سلام نیاز کو ترجیح دے اور اپنے تمام اوقات عزیز کو اس محبوبِ مکرم اور محمودِ خلائق اور محمودِ الٰہی کی خیر خواہی اور آپ ﷺ کے لیے طلبِ رحمت اور دعائے رفعت میں صرف کر دے اور اسی حقیقت کو خود نبی اکرم ﷺ نے واضح کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ قاضی اسماعیل نے "فضل الصلوٰۃ" میں یعقوب بن زید بن طلحہ تیمی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میرے پاس اللہ کی طرف سے فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ جو شخص آپ ﷺ پر درُود بھیجے گا تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس پر دس درُود بھیجے گا تو ایک صحابی نے اُٹھ کر عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَجْعَلُ نِصْفَ دُعَائِي لَكَ قَالَ اِنْ شِئْتَ قَالَ اَلَا اَجْعَلُ ثُلُثَي دُعَائِي لَكَ قَالَ اِنْ شِئْتَ قَالَ أَجْعَلُ دُعَائِي

لَكَ كُلَّهُ قَالَ إِذًا يَكْفِيكَ اللّٰهُ هَمَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ۔

(خصائص کبریٰ 2/259، در منثور 5/218)

بروایت عبدالرزاق یا رسول اللہ کیا میں اپنی ذات کے لیے مختص اوقات دُعا میں سے نصف وقت آپ (پر صلوٰۃ) کے لیے نہ مختص کردوں آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہے تو اسی طرح کرلے تو اس نے عرض کیا: کہ دو تہائی وقت دُعا کے اوقات سے آپ ﷺ کے لیے مختص کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری مرضی اگر اس سے زیادہ کرے تو بہتر ہے اس نے عرض کیا: کیا میں اپنے تمام اوقاتِ دُعا آپ کی صلوات کے لیے مختص نہ کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو اللہ تعالیٰ تیری دُنیاوی اور اُخروی تمام مہمات میں کفایت فرمائے گا۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں آپ پر بکثرت دُرود پڑھتا ہوں تو کتنا وقت آپ پر صلوٰۃ بھیجنے میں صرف کروں آپ ﷺ نے فرمایا: جس قدر تو چاہے میں نے عرض کیا: چوتھائی حصہ اوقاتِ اورادووظائف سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس قدر تو مناسب سمجھے لیکن زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: آدھا وقت اس میں صرف کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس قدر تیری مرضی ہو اگر اس سے زیادہ وقت دُرود وسلام میں صرف کرے تو تیرے لیا زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی وقت تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری مرضی مگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا:

أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا. قَالَ: إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ۔ (خصائص کبریٰ: 2/259)

میں اپنے تمام اوقاتِ دُعا اور اورادووظائف کی ساعات آپ پر صلوات پڑھنے میں صرف کروں گا تو آپ نے فرمایا تب یہ صلوات تیری ہر مہم اور مشکل میں کفایت کریں گی اور تمہارا ہر گناہ بخش دیا جائے گا۔

عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ، فَقَالَ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اُذْكُرُوْا اللهَ، اُذْكُرُوْا اللهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ"، قَالَ أُبَيٌّ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: مَا شِئْتَ، قَالَ: قُلْتُ: الرُّبُعَ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ، قُلْتُ: النِّصْفَ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ، قَالَ: قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا، قَالَ: إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ، قَالَ أَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

ترجمہ: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب دوتہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے اور فرماتے: لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، کھڑکھڑانے والی آ گئی ہے اور اس کے ساتھ ایک دوسری آ لگی ہے، موت اپنی فوج لے کر آ گئی ہے۔ موت اپنی فوج لے کر آ گئی ہے"، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آپ پر بہت صلوٰۃ (درُود) پڑھا کرتا ہوں تو اپنے وظیفے میں آپ پر درُود پڑھنے کے لیے کتنا وقت مقرر کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا تم چاہو"، میں نے عرض کیا: چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے"، میں نے عرض کیا: آدھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، میں نے عرض کیا دو تہائی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: وظیفے میں پوری رات آپ پر درُود پڑھا کروں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اب یہ درُود تمہارے سب غموں کے لیے کافی ہوگا اور اس سے تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے)

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 2457، مسند احمد: 5/135)

اصبہانی نے حضرت خالد بن طہمان سے روایت نقل کی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَاحِدَةً قُضِيَتْ لَهٗ مِائَةُ حَاجَةٍ۔ (خصائص کبریٰ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دُرود بھیجا تو اس کی سو حاجات پوری کی جائیں گی۔ بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر اور ابن منذر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ أَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا ، مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِائَةَ مَرَّةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ قَضَى اللهُ لَهُ مِائَةَ حَاجَةٍ ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا ، ثُمَّ يُوَكِّلُ اللهُ بِذٰلِكَ مَلَكًا يُدْخِلُهُ فِي قَبْرِي كَمَا يُدْخِلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا ، يُخْبِرُنِي مَنْ صَلَّى عَلَيَّ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ إِلَى عَشِيرَتِهِ ، فَأُثْبِتُهُ عِنْدِي فِي صَحِيفَةٍ بَيْضَاءَ۔

ترجمہ: بے شک تم میں سے میرے قریب تر قیامت کے دن ہر مقام میں وہی شخص ہو گا جو دنیا میں مجھ پر بکثرت دُرود وسلام بھیجتا رہا ہو گا جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن اور اس کی رات سو مرتبہ دُرود وسلام بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں بر لائے گا ستر اُخروی حاجات اور تیس دنیاوی پھر اللہ رب العزت ان صلوات پر ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو انہیں میری قبر میں مجھ پر پیش کرتا ہے جیسا کہ تم پر ہدیے اور تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ جس نے مجھ پر وہ دُرود پڑھا ہوتا ہے اس کا نام بتلاتا ہے اور دس پشتوں تک اس کا نسب بھی تو میں اس (دُرود وسلام کو اور اس کے نام ونسب کی تفصیل کو) اپنے ہاں سفید اور

نورانی صحیفہ اور کاغذ پر لکھ لیتا ہوں اور محفوظ کر لیتا ہوں۔

(در منثور :5/219، تاریخ دمشق لابن عساکر :58172، شعب الایمان:2780)

نہم:

دُرود و سلام بندہ کی طرف سے بہترین ہدیہ اور تحفہ ہے جو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا جاتا ہے اور ہدیہ و تحفہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا

ترجمہ: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔ [سورۃ النساء آیت:86]

جب تمہیں کوئی ہدیہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر تحفہ دو یا اسی کو واپس کر دو یعنی اگر بہتر دینے کی گنجائش نہیں ہے لیکن نبی اکرم ﷺ جیسے رحمتِ مجسم اور رؤف و رحیم نبی کے متعلق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت کے خزائن پر تصرف میں مختار و ماذون محبوب کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بہتر بدلہ دینے سے قاصر ہوں یا بہتر بدلہ دینے پر قدرت کے باوجود اس سے اجتناب فرمائیں تو لامحالہ وہ کریم ولجپال اور اُمّت کا ہمدرد و غمخوار نبی انہیں اپنی شان کے لائق بہترین تحفہ اور ہدیہ سے نوازے گا۔ جس کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کے حق میں شفاعت فرما کر دوزخ کی دہکتی آگ سے بچالیں اور دوزخ کے ملائکہ سے اسے واپس لے لیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے اپنے ساتھ رکھیں گے اور اپنے ظلِّ عاطفت میں جگہ دیں گے جیسا کہ اس مضمون کی روایات ذکر کی جا چکی ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اس بندے نے چونکہ حکمِ خداوند تعالیٰ کی تعمیل میں دُرود و سلام پیش کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی و اُخروی حاجات بر لائے اس پر دُرود بھیجے، اس کے درجے بلند فرمائے اور گناہ معاف فرمائے جن کی تفصیل نظر نواز ہو چکی۔ اور یہ سب عنایت و کرم نوازی محبوب کریم ﷺ کے صدقہ میں ہوتی ہے تو یہ بھی گویا ان کی طرف سے ہی جوابی تحفہ اور ہدیہ ٹھہرا۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ جب بندہ بطورِ خطاب دُرود و سلام عرض کرے تو خود رسول اکرم ﷺ جواب عطا فرماتے ہیں جیسا کہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ، إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں ۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: 2041، مسند احمد: 10827، بیہقی: 10050، طبرانی :3092، کنز العمال: 22000، مجمع الزوائد ج:10، ص:162، سنن کبریٰ ج:5، ص:245، مشکوٰۃ :925، الترغیب والترہیب، ج:2، ص:499،)

نوٹ: ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھیے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ۔

محبِ مخلص اور نیاز کیش غلام کے لیے یہ کتنا بڑا مژدہ ہے اور عظیم بشارت ہے کہ محبوبِ خدا ،سیدِ انبیاء ﷺ اس کو زبانِ اقدس سے جواب مرحمت فرمادیں اور وہ بھی ہر سلام کا اور اس زبانِ حقیقت ترجمان سے جس سے سرزد ہونے والا ہر لفظ کُن کی کنجی اور تیرِ قضا ہوتا ہے اس لیے آپ کے پروانے تڑپ کر عرض کرتے ہیں:

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب
کہ صد سلامِ مرا بس یکے جواب از تو

یارسول اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم ہر سلام کے جواب میں ہونٹوں کو جنبش کی زحمت دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمارے سینکڑوں سلاموں کے جواب میں ایک مرتبہ ہی آپ کا وعلیک السلام فرمادینا ہی کافی ہے۔

بلکہ ان سوختگانِ محبت کے لیے تو فقط یہ مژدہ ہی آبِ حیات اور نئی زندگانی کا موجب ہے کہ اس بارگاہِ والا جاہ میں اس کا نام لیا جائے اور اس کا نسب بیان کیا جائے اور اس کے درود و سلام پیش کرنے کا تذکرہ ہی ہوجائے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ذکر ہو چکا ہے۔

لَكَ الْبَشَارَةُ فَاخْلَعْ مَا عَلَيْكَ فَقَدْ ذُكِرْتَ ثَمَّهْ عَلَى مَا فِيكَ

مِنۡ عِوَجٍ۔

تیرے لیے بشارت اور مژدہ جانفزا ہے اپنے اُوپر سے ہر گرانی کو اُتار پھینک کیونکہ تمام ترکوتاہیوں کے باوجود اس بارگاہِ عرشِ آستاں میں تیرا ذکر کیا گیا ہے۔

جاں میدهم در آرزو اے قاصد آخر باز گو
در مجلس آں ناز نین حرفے که از ما میرود

چہ جائیکہ جواب میں سلام بھی مرحمت ہو اور وہ بھی ہر سلام کے جواب میں جو یقیناً مقبول اور موجب فلاح ہے۔

ازینجا میتواں دانست که سلام بر آنحضرت چه فضیلت دارد و سلام گوینده بر آنحضرت خصوصاً بسیار گوینده را چه شرف است، اگر سلام تمام عمر را یک جواب آید سعادت است چه جائے آنکه هر سلام را جواب شنود (اشعة اللمعات: 1/441،436)

بس بود جاه واحترام مرا
یك عليك ازتو صد سلام مرا

(علامہ حقی روح البیان)

فائدہ جلیلہ:

جب بندہ نماز میں دست بستہ قیام کرتا ہے پھر بارِ گناہ کے نیچے دوتا پشت ہونے کا رکوع کی صورت میں عملی اظہار کرتا ہے اور پھر تواضع اور انکساری کی انتہاء کرتے ہوئے اشرف الاعضاء کو ارذل الاشیاء پر رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے حریمِ ناز میں داخل ہونے کا اسے اذن بخشتا ہے اور وہ مسندِ کرامت پر بٹھائے جانے کے بعد ہدیہ پیش کرنے لگتا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اور مناجات وہمکلامی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں تو اسے متنبہ کیا جاتا ہے کہ اس مقامِ بالا اور منصب عالی تک رسائی نبی رحمت کی برکت متابعت اور ان کے طفیل حاصل ہوئی ہے تو وہ ادھر متوجہ ہوتا ہے۔

اِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبِلُوْا عَلَيْهِ قَائِلِيْنَ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

(فتح الباری: 2/259، عمدۃ القاری: 6/111، وکذافی مدارج النبوت جلداوّل)

ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ حبیبِ مکرم ﷺ اپنے حبیب جل وعلیٰ کے حریم قدس میں حاضر ہیں تو وہ ادھر متوجہ ہوتے ہیں اور بطورِ خطاب وبالمشافہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

عرض کرتے ہیں۔

نیز اہل عرفان کی بیان کی ہوئی اس وجہ خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں پیش کیا ہوا بندوں کا تحفہ بھی اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک وہ رسولِ معظم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ اخلاص ونیاز پیش نہ کریں اسی لیے نماز کے درمیانی اور آخری تشہد میں اپنے تحیات کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے سلام اور صلوٰۃ کو ملا دیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز جس طرح اللہ تعالیٰ کے حریمِ ناز تک رسائی کا ذریعہ ہے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ تک رسائی کا ذریعہ بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں کی بارگاہ دراصل ایک ہی ہے اور دونوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

دہم:

علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان ص 226 پر فرمایا کہ نفسِ انسانی بدنی علائق اور طبعی موانع وعوائق میں ڈوبا رہتا ہے اوصافِ ذمیمہ اور اخلاق ردیہ میں غرق رہتا ہے اور فیاض اقدس جل وعلیٰ انتہائی منزہ ومقدس ہے تو نفسِ انسانی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ ہوئی (جب کہ فیض رسانی اور حصولِ فیض کے لیے عادت جاریہ اور قانونِ قدرت یہی ہے کہ باہم مناسبت وموافقت ہو) تو اللہ تعالیٰ سے فیض کا حصول انسانوں کے لیے صرف اسی واسطہ ووسیلہ کے ذریعے ممکن ہوگا جو دوہری صلاحیت واستعداد کا مالک وحامل ہو یعنی تجرد ونورانیت سے موصوف ہو اور اس میں مادیت اور بشریت بھی ہو جیسے آگ اور تر ایندھن کے درمیان خشک لکڑی، اور ہڈی اور گوشت کے درمیان غضروف یعنی ہڈیوں کے سرے جو نرمی میں گوشت کے مناسب اور شکل میں ہڈی کے موافق ہوتے ہیں۔

" وَتِلْكَ الْوَاسِطَةُ حَضْرَةُ صَاحِبِ الرِّسَالَةِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَيْثُ يَسْتَفِيْضُ مِنْ جِهَةِ تَجَرُّدِهٖ وَيُفِيْضُ مِنْ جِهَةِ تَعَلُّقِهٖ۔

ترجمہ: اور وہ واسطہ وسیلہ رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ہے جو اپنے تجرد اور نورانیت کی رُو سے اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور تعلق یعنی بشریت کی رُو سے ہمیں فیض پہنچاتے ہیں۔

فَالصَّلٰوةُ عَلَيْهِ وَاجِبَةٌ عَقْلًا كَمَا اَنَّهَا وَاجِبَةٌ شَرْعًا اَیْ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ۔

ترجمہ: لہٰذا آپ ﷺ پر دُرود وسلام بھیجنا از روئے عقل بھی واجب ولازم ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ کی رو سے شرعاً واجب ولازم ہے یعنی دُرود وسلام وسیلہ بن جاتا ہے اس ذاتِ مقدسہ کے ساتھ ربط وتعلق کا اور وہ وسیلہ ہیں اللہ رب العزت کے فیض کا تو اس طرح دُرود وسلام اس فیضِ قدس کے حصول کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے واجب ولازم ٹھہرا۔

دُرود وسلام نہ پڑھنے کی مذمّت:

جس قدر دُرود وسلام پڑھنا اہم اور ضروری ہے اور فضائل وکمالات کا موجب ہے اس قدر اس کا نہ پڑھنا محرومی اور بدنصیبی کا موجب ہوگا کیونکہ اتنی کریم ورحیم اور محسن ومہربان ہستی کے لیے صرف زبان ہلانا بھی گوارا نہ ہو تو اس سے زیادہ حرمان نصیبی اور سیاہ بختی کیا ہوسکتی ہے جب کہ اس میں سراسر اپنی بھلائی اور بہتری ہو اور فلاح وکامرانی اور سرخروئی اور فائز المرامی ہو۔ اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے اس غافلی وکاہلی اور ناسپاسی اور احسان ناشناسی سے دُور رکھنے کے لیے مختلف اسالیب اور طرق سے ڈرایا اور متنبہ فرمایا۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔

ترجمہ: بڑا بخیل ہے وہ شخص جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا پس اس نے مجھ پر درُود نہ بھیجا۔

(الترغیب والترهیب :408/2، جلاء الأفهام ص:168، مجمع الزوائد :167/10، فتح الباري لابن حجر :587/11، مسند احمد :177/3، سنن ترمذي :3546 مشكوة المصابيح :893، ارواء الغليل ص:5، نيل الأوطار :140/9)

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ نَسِيَ اَلصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ۔

جو مجھ پر درُود وصلوٰۃ کو بھول گیا (اور اس کا تارک ہوگیا) تو وہ راہِ جنت سے بھٹک گیا۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مجھ پر درُود پڑھنا بھول گیا، وہ جنت کا راستہ بھول گیا"۔)

(سنن ابن ماجه رقم الحديث :908، سلسلة الاحاديث الصحيحة، للالبانى: 2337 ،وفضل الصلاة على النبى ﷺ: ص46)

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند حسن نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوْا اللهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ۔

نہیں بیٹھتی کوئی قوم ایسی مجلس میں کہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ نبی اکرم ﷺ پر درُود بھیجیں مگر ان کا وہاں بیٹھنا سراسر حسرت ہوگا (قیامت کے دن) پھر اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اگر چاہے تو بخش دے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً، فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ ". قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ: تِرَةً يَعْنِي حَسْرَةً وَنَدَامَةً، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْعَرَبِيَّةِ: التِّرَةُ هُوَ الثَّأْرُ۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ کی یاد نہ کریں، اور نہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر (درود) بھیجیں تو یہ چیز ان کے لیے حسرت وندامت کا باعث بن سکتی ہے۔ اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے، اور چاہے تو انہیں بخش دے۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، یہ حدیث کئی سندوں سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور آپ کے قول "ترۃ" کے معنی ہیں حسرت وندامت کے، بعض عربی داں حضرات کہتے ہیں: "ترۃ" کے معنی بدلہ کے ہیں۔)

(سنن ترمذی رقم الحدیث :3380، مسند احمد: 432، 446، 2/453، صحیح ابنِ حبان 590:)

امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ ثُمَّ تَفَرَّقُوْا عَنْ غَيْرِ ذِكْرِ اللهِ وَصَلٰوةٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا قَامُوْا عَنْ أَنْتَنِ جِيفَةٍ۔

أخرجه الطيالسى (ص 242، رقم 1756)، والبيهقى فى شعب الإيمان (2/214، رقم 1570)

نہیں جمع ہوتی کوئی قوم اور پھر منتشر ہوتی بغیر اللہ کے ذکر اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے

کے مگر (گویا) وہ اٹھتے ہیں انتہائی بدبودار مردار پر سے یعنی وہ اسلام وایمان بلکہ انسانیت کے تقاضوں سے دُور رہے اور گدھوں کے ساتھ لاحق ہو گئے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَجْلِسُ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَا يُصَلُّوْنَ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِمَا يَرَوْنَ مِنَ الثَّوَابِ۔

ترجمہ: جو قوم ایک جگہ مل بیٹھے اور اس میں نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ نہ بھیجے تو یہ امر ان کے لیے قیامت کے دن سراسر حسرت وارمان کا موجب ہوگا خواہ جنت میں داخل ہو بھی جائیں جب کہ وہ اس صلوٰۃ (اجتماعیہ) کے ثواب کو دیکھیں گے۔

(مسند أحمد بن منيع، نقلاً عن اتحاف الخيرة المهرة للبوصيري: 6069، وسنده صحيح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَتَانِي جِبْرِيْلُ فَقَالَ : رَغِمَ أَنْفُ امْرِئٍ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ۔ (اخرجه البيهقي فى الشعب)

جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تو کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس تمہارا ذکر کیا گیا مگر اس نے آپ ﷺ پر دُرود نہ بھیجا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم ﷺ نے فرمایا:

كَفٰى بِهٖ شُحًّا اَنْ يَّذْكُرَنِيْ قَوْمٌ فَلَا يُصَلُّوْنَ عَلَيَّ اَخْرَجَهُ الْقَاضِيْ اِسْمَاعِيْلُ۔

بخیل کی انتہاء کو پہنچنے کے لیے یہی کافی ہے کہ ایک قوم میرا ذکر کرے مگر مجھ پر دُرود وسلام نہ بھیجے۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے ایک ہی مضمون کی دو روایتیں نقل کی ہیں کہ رسول معظم ﷺ نے منبر شریف کی تین سیڑھیوں میں سے ہر ایک پر قدم مبارک رکھتے وقت آمین آمین کہی جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ

ﷺ نے فرمایا میں نے پہلے درجہ پہ قدم رکھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: بد بخت و نامراد ہو وہ شخص جس نے رمضان کو پایا مگر وہ گزر گیا اور اس کی مغفرت کا سامان نہ ہوسکا۔ میں نے کہا: آمین۔ پھر اس نے کہا بد بخت و نامراد ہو وہ شخص جس نے والدین کو یا ان میں سے ایک کو پایا مگر انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کیا میں نے کہا: آمین۔ پھر اس نے کہا

شَقِیَ عَبْدٌ ذُکِرْتَ عِنْدَهٗ وَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ فَقُلْتُ: آمِینَ۔

بد بخت و نامراد ہو وہ شخص جس کے پاس آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ ﷺ پر درود نہ بھیجا تو میں نے کہا: آمین۔ (تفسیر در منثور 5/218،217)

صَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ. فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ عَلٰى مِرْقَاةٍ قَالَ: آمِینَ، ثُمَّ صَعِدَ، فَقَالَ: 'آمِینَ'، ثُمَّ صَعِدَ، فَقَالَ: 'آمِینَ'، فَقَالَ: 'أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ، فَقَالَ: مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ؛ فَمَاتَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ: آمِینَ، قَالَ: وَمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا؛ فَمَاتَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ: آمِینَ، قَالَ: وَمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ: آمِینَ۔

ترجمہ: ''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ جب پہلی سیڑھی پر پاؤں مبارک رکھا تو آمین کہا، پھر (دوسری سیڑھی پر) چڑھے تو دوبارہ آمین کہا، پھر (تیسری سیڑھی پر) چڑھے تو پھر آمین کہا۔ پھر ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل آئے تھے او، (جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو) انہوں نے کہا: جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور پھر اس حالت میں مر جائے کہ (رمضان کی عبادت کی وجہ سے) اس کی مغفرت نہ ہوسکے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دُور کردے۔ میں نے آمین کہا۔ (جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو) انہوں نے کہا: جو شخص اپنے ماں باپ دنوں کو یا کسی ایک کو پائے، پھر اس

حالت میں مر جائے کہ (ان کی خدمت کی بناء پر) اس کی مغفرت نہ ہو سکے، تو اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کر دے۔ میں نے آمین کہا۔ (جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو) انہوں نے کہا: جس شخص کے پاس آپ ﷺ کا ذکر ہو اور وہ آپ ﷺ کے پر دُرود نہ پڑھے، اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کر دے۔ اس پر بھی میں نے آمین کہا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 3545 المعجم الأوسط للطبراني: 8131، مسند أبي يعلى: 5922، وسندہ حسن)

صلوٰۃ وسلام کا فقہی حکم:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب فرما کر صلوٰۃ وسلام کا امر فرمایا اور از روئے اصولِ فقہ اور قواعدِ شرعیہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور جمہور علماء اسلام اور آئمہ اسلام نے بھی وجوب کا قول کیا ہے جیسا کہ علامہ آلوسی نے فرمایا:

اَلْاَمْرُ فِی الْاٰیَةِ عِنْدَ الْاَکْثَرِیْنَ لِلْوُجُوْبِ بَلْ ذَکَرَ بَعْضُهُمْ اِجْمَاعَ الْاَئِمَّةِ وَالْعُلَمَاءِ عَلَیْهِ۔

کہ اکثرین نے اس امر وحکم کو وجوب وفرضیت پر محمول کیا ہے بلکہ بعض نے اس پر آئمہ وعلماء کا اجماع ذکر کیا ہے ماسوائے محمد بن جریر طبری کے جو اس کو استحباب پر محمول کرتے ہیں مگر ان کا قول مؤول ہے یا پھر مردود۔

لیکن اس میں پھر اختلاف ہے کہ عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض وواجب ہے کیونکہ مطلق امر تکرار کو نہیں چاہتا اور مامور بہ کی نفس ماہیت فردِ واحد کے ضمن میں متحقق ہو جاتی ہے جمہور علمائے امت بمع امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما اسی کے قائل ہیں۔ اور بعض نے کہا تشہد میں واجب ہے خواہ فرائض وواجبات ہوں یا سنن ونوافل اور بعض نے بکثرت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو واجب کہا بغیر کسی عدد کی تعیین وتخصیص کے اور یہی قاضی ابو بکر بن بکیر کا مختار ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ہر مجلس میں ایک مرتبہ واجب ہے خواہ آپ کا ذکر مبارک بار بار ہوتا رہے اور بعض حضرات نے کہا: کہ جب بھی آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے دُرود وسلام واجب ولازم ہے اور علمائے

احناف کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے جن میں امام طحاوی بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

تَجِبُ كُلَّمَا سَمِعَ ذِكْرَهُ مِنْ غَيْرِهِ اَوْ ذَكَرَهُ بِنَفْسِهٖ۔

اور علمائے مالکیہ میں سے طرطوشی، ابن عربی اور فاکہانی وغیرھم اس کے قائل ہیں اور شوافع حضرات میں امام حلیمی، اسراذ ابواسحاق اسفرائنی اور شیخ ابوحامد اسفرائنی وغیرھم اسی کے قائل ہیں اور اس قول کی تائید وتقویت کے لیے وہ احادیث مبارکہ کافی ہیں جن میں ذکر حبیب کے بعد درُود وسلام ذکر نہ کرنے پر مختلف وعیدات ذکر کی گئی ہیں اور کسی فعل کے ترک پر وعید کا ذکر اس کے وجوب کی علامت ہے کما ھو مختار اکثر العلماء وتفصیل فی روح المعانی 75، 76 /22)

اقول: وجوب فرض کے معنیٰ میں آتا ہے اور فرض وسنت کے درمیانی مرتبہ پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے یعنی جس کا انکار کفر تو نہ ہو لیکن ترکِ عمل پر عذاب ترکِ فرض کی مانند ہو تو ایسی صورت میں عمر بھر میں ایک دفعہ اس کا پڑھنا فرض ہوگا مانند کلمۂ توحید کے اور تشہد صلوٰۃ میں اور مجالس میں ذکر پاک آنے پر واجب ہوگا نہ کہ فرض۔

افضل درُود کون سا ہے ؟

علماء اسلام کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ سب سے افضل درُود کون سا ہے بعض نے نماز میں پڑھے جانے والے درُود کو افضل قرار دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تعلیم دی اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے افضل واعلیٰ کیفیت ہی اپنے لیے اختیار فرمائی ہوگی اسی لیے نووی علیہ الرحمۃ نے کہا: اگر کوئی حلف اُٹھائے کہ میں نبی رحمت ﷺ پر افضل ترین درُود پڑھوں گا تو اس کی قسم صرف اسی درُود کے پڑھنے سے پوری ہوگی لیکن دوسرے علماء اسلام نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

رافعی نے مروزی سے نقل کیا ہے کہ قسم اس درُود کے پڑھنے سے پوری ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْهُ الْغَافِلُوْنَ۔

ترجمہ: اے اللہ صلوٰۃ نازل فرما محمد کریم ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر ہر بار کہ اہل ذکر تیرا ذکر کریں اور ہر بار کہ ان سے اہلِ غفلت غفلت برتیں۔

قاضی حسین فرماتے ہیں: قسم پوری ہونے کی صورت یہ ہے کہ یہ درُود پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَمُسْتَحِقُّهٗ۔

ترجمہ: اے اللہ محمد کریم ﷺ پر درود بھیج جیسا کہ وہ اس کے لائق اور مستحق ہیں۔

علامہ بارزی نے کہا کہ افضل ترین درود یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ۔

ترجمہ: اے اللہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر افضل ترین درود بھیج اپنے (لا محدود) معلومات کے مطابق۔

علامہ کمال بن الہمام حنفی نے فرمایا کہ درود شریف کے متعلق منقول تمام کیفیات اور صیغے اس درود میں آجاتے ہیں لہٰذا یہ سب سے افضل ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِنَا عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ تَسْلِيْمًا وَّزِدْهُ شَرَفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّاَنْزِلْهُ الْمُنْزَلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیشہ اپنا افضل ترین درود بھیج ہمارے سردار اپنے عبدِ خاص اور نبی رسول محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر اور سلام بھیج اور ان کے شرف وکرامت میں اضافہ فرما اور قیامت کے دن انہیں اپنے قریب ترین منزل میں جگہ عطا فرما۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین بالاحسان کی عظیم جماعت سے یہی منقول ہے کہ نبی الانبیاء ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے میں منصوص کیفیت پر انحصار وتوقف نہیں ہے بلکہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت وبلاغت سے نوازا ہو اور وہ ان معانی مطالب کو فصیح اور صریح عبارات سے ادا کر سکتا ہو جو آنحضور ﷺ کے کمالاتِ شرف اور عظمتِ حرمت پر مشتمل ہوں تو اسے یہ حق حاصل ہے اور اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جسے عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جب نبی مکرم ﷺ پر درود

وصلوٰۃ بھیجو تو اچھی سے اچھی صلوٰۃ بھیجو کیونکہ تمہیں کیا معلوم کہ ہوسکتا ہے وہ آپ پر پیش کی جائے تو عرض کیا گیا: کہ آپ ہی ہمیں ایسی عمدہ صلوٰۃ سکھاؤ تو آپ نے فرمایا: اس طرح عرض کیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔

اے اللہ اپنی صلوات اور رحمت و برکات نازل فرما سید المرسلین، امام المتقین اور آخر الزمان نبی محمد پر جو تیرے عبد خاص ہیں اور خیر و بھلائی کی طرف رہبر و قائد ہیں اور سراپا رحمت رسول ہیں۔ اے اللہ ان کو مقام محمود پر پہنچا جس کی وجہ سے اولین و آخرین ان کے ساتھ رشک کریں گے۔ اے اللہ صلوٰۃ نازل فرما محمد و آل محمد پر جیسے تو نے صلوٰۃ نازل فرمائی ابراہیم و آل ابراہیم پر بے شک تو ہمیشہ کے لیے سراہا ہوا ہے اور بزرگ و برتر ہے۔ (روح المعانی: 22/77)

(عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسِنُوْا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَقَالُوْا لَهُ: فَعَلِّمْنَا، قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ، وَرَحْمَتَكَ، وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ دُرود (صلوٰۃ) بھیجو تو اچھی طرح بھیجو، تمہیں معلوم نہیں شاید وہ دُرود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جائے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے ان سے عرض کیا: پھر تو آپ ہمیں دُرود سکھا دیجئے، انہوں نے کہا: کہو: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ، وَرَحْمَتَكَ، وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ" اے اللہ! اپنی عنایتیں، رحمتیں اور برکتیں رسولوں کے سردار، متقیوں کے امام خاتم النبیین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرما، جو کہ تیرے بندے اور رسول ہیں، خیر کے امام و قائد اور رسول رحمت ہیں، اے اللہ! ان کو مقام محمود پر فائز فرما، جس پہ اولین و آخرین رشک کریں گے، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد پر اپنی رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آلِ ابراہیم پہ اپنی رحمت نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پہ برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پہ نازل

فرمائی ہے، بیشک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے)۔

(سنن ابن ماجه رقم الحديث: 906، منذري، الترغيب و الترهيب، 2: 503، رقم: 2492، طبراني، المعجم الكبير، 9: 115، رقم: 8594، بيهقي، شعب الإيمان، 2: 208، رقم: 1550، كناني، مصباح الزجاجة، 1: 111، رقم: 332، . شاشي، المسند، 2: 89، رقم: 8594)

دارقطنی نے افراد میں اور ابنِ نجار نے تاریخ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ میں بارگاہِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر تھا ایک آدمی حاضر خدمت ہوا ،اس نے سلام پیش کیا اور آپ ﷺ نے اس کا جواب عنایت فرمایا، بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اپنے پہلو میں بٹھایا جب وہ اپنا مدعا پورا کر کے رخصت ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر یہ وہ شخص ہے کہ جس کا ہر روز تمام روئے زمین والوں کے برابر عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یہ کیسے؟ اور کیونکر ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جب بھی صبح کرتا ہے تو دس مرتبہ تمام مخلوق کے برابر درود بھیجتا ہے میں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ کہتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ ِالنَّبِيِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ ِالنَّبِيِّ كَمَآ يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ ِالنَّبِيِّ كَمَآ اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ۔

اے اللہ صلوٰۃ و رحمتِ کاملہ نازل فرما۔ نبی محمد ﷺ پر مطابق تعداد اپنی مخلوق میں سے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے اور صلوٰۃ نازل فرما نبی محمد ﷺ پر جیسا کہ ہمارے لیے مناسب ہے کہ ہم ان پر درُود و سلام بھیجیں اور اپنے نبی محمد ﷺ پر درُود و سلام بھیج جیسا کہ تُو نے ہمیں ان پر صلوٰۃ کا حکم دیا۔ (درمنثور 5/216، کنز العمال)

ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور ابو داؤد ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ جسے یہ امر خوشی و مسرت عطا کرے کہ اسے کامل و اکمل پیمانہ کے ساتھ پوری پوری جزاء دی جائے جب کہ وہ ہم اہلِ بیت پر درُود و سلام بھیجے تو چاہیے کہ وہ یوں کہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ کلمات ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (در منثور 5/218)

اور یہ امر واضح ہے کہ اگر یہ درُود افضل ترین نہ ہوتا تو کامل واکمل پیمانہ کے ساتھ پوری پوری جزاء کا موجب نہ ہوتا،

عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ جب درُودوسلام پڑھتے تو یوں کہتے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدِنِ الْكُبْرٰی وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَاءَ وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰی۔

اے اللہ محمد کریم کی شفاعتِ کبریٰ قبول فرما اوران کا درجہ عالیہ بلند فرما اوران کا مطلوب ومدعا دنیا وآخرت میں عطافرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کو ان کا مطلوب اور مدعا عطا فرمایا۔

درودِ ابراہیمی کی فضیلت کا نماز تک محدود ہونا:

علامہ آلوسی نے فرمایا:

فِیْ عِدَّةِ طُرُقٍ عَنْ عِدَّةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ اَنَّهُمْ لَمَّا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالُوْا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ۔

متعدد اسانید سے مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ وہ جب عرض کرتے: یا رسول اللہ تو ساتھ عرض کرتے: صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ۔

اقول:

نیز تمام محدثین و مفسرین اور فقہاء و اصولیین اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں اور دورانِ تقریر و تکلم ہر مقرر اور متکلم کہتا ہے کہ ﷺ جب بھی سید عالم ﷺ کا نام نامی اور اسمِ گرامی آئے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان حاضرِ خدمت ہوتے وقت السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتے تھے اور تشہد میں منقول و منصوص استعمال نہیں کرتے تھے تو صرف دُرود ابراہیمی کو افضل ترین صلوٰۃ ماننے سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عہد سے لے کر آج تک تمام امت کا ترک افضل پر اجماع لازم آئے گا اور خود نبی اکرم ﷺ کی طرف سے افضل ترین صلوٰۃ کی قولی اور تقریری طور پر مخالفت بھی لازم آئے گی جس کا بطلان واضح ہے۔ لہٰذا یہ امر تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ سلام کے وہ مخصوص الفاظ اور صلوٰۃ کی وہ مخصوص کیفیت صرف نماز سے متعلق ہے عام نہیں ہے اور روایت سے بھی یہی تخصیص ثابت ہے لہٰذا اس کی افضلیت نماز تک محدود ہے۔ ابن خزیمہ حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا:

اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِيْ صَلٰوتِنَا۔

لیکن سلام پیش کرنے کا طریقہ تو ہم نے جان لیا تو دُرود و سلام کس طرح بھیجیں جب ہم آپ ﷺ پر نماز میں صلوٰۃ بھیجیں یہ سوال سن کر آپ ﷺ خاموش رہے پھر فرمایا جب صلوٰۃ بھیجو تو یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(در منثور: 5/217، مسند حاکم، عن ابن مسعود: 2/268)

علامہ ابن قیم نے جلاء الافہام میں ذکر کیا کہ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِيْ صَلٰوتِنَا والے اضافہ کو امام احمد نے نقل کیا ہے اور اس کو ابنِ خزیمہ اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں اسی اضافہ کے

ساتھ نقل کیا ہے اور حاکم نے اس کو علیٰ شرطِ مسلم تسلیم کیا ہے۔اور اس سند میں محمد بن اسحاق کی وجہ سے جو جرح کی جاتی ہے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

اِنَّ ابْنَ اِسْحَاقَ ثِقَةٌ لَمْ يُجْرَحْ بِمَا يُوْجِبُ تَرْكَ الْاِحْتِجَاجِ وَقَدْ وَثَّقَهُ كِبَارُ الْاَئِمَةِ وَاَثْنَوْا عَلَيْهِ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ اَلَّذِيْنَ هُمَا رُكْنَا۔ (الروایۃ ص:5)

ابنِ اسحاق ثقہ ہے اس پر ایسی جرح نہیں کی گئی جس سے اس کی روایت کے ساتھ ترک کا استدلال لازم ہو جائے جب کہ اکابر آئمہ نے اس کی توثیق کی ہے۔اور حفظ وعدالت کے ساتھ اس کی ثناء کی ہے جو روایت کے رکن ہیں نیز محمد بن اسحاق کی روایت میں تدلیس کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس روایت میں اس کی طرف سے سماع کی تصریح موجود ہے لہٰذا یہ اندیشہ اور تو ہم بھی ختم ہو گیا۔

نیز علامہ موصوف نے ہی دوسرے مقام پہ فرمایا:

قَدْ صَحَّحَ هٰذِهِ اللَّفْظَةَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْحُفَّاظِ مِنْهُمْ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِي ص: 208۔

یعنی صحابیٔ رسول حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے استفسار اور ابو سعود انصاری بدری صحابی کی روایت میں مذکور اس اضافہ کی جب ہم نماز میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجیں تو کس طرح بھیجیں کی توثیق حفاظ حدیث کی جماعت نے فرمائی ہے جن میں ابن خزیمہ ابنِ حبان حاکم دار قطنی اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں وکذا فی فتح الباری للعسقلانی:409/ 8)۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب آنحضور ﷺ سے عرض کیا هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْكَ ۔ یہ مامور بہ سلام پیش کرنے کا طریقہ تو ہم جان چکے فرمائیں صلوٰۃ پیش کرنے کی کیفیت کیا ہے۔

وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ السَّلَامَ الَّذِیْ عَلِمُوْهُ هُوَ قَوْلُهُمْ فِي الصَّلٰوةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَوَجَبَ اَنْ تَكُوْنَ الصَّلٰوةُ الْمَقْرُوْنَةُ هِيَ فِي الصَّلٰوةِ۔

(جلاء الافہام ص:199)

اور یہ امر معلوم و مسلم ہے کہ جو سلام انہیں معلوم تھا وہ یہی نماز میں ان کا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہنا ہی تھا لہٰذا ضروری ٹھہرا کہ اس استفسار پر جو صلوٰۃ کی کیفیت سکھلائی گئی اس کا تعلق بھی نماز سے ہی ہو علامہ ابن القیم حنبلی نے ہی جلاء الافہام ص: 208 پر فرمایا: مزید وضاحت اس دعویٰ کی اس امر سے ہو جاتی ہے کہ اگر اس صلوٰۃ اور سلام سے مراد نماز سے باہر کی کیفیت کا بیان ہوتا تو ہر صحابی بوقتِ سلام ہی عرض کرتا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ فِي السَّلَامِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ۔

اور یہ سبھی کو معلوم ہے کہ اصحاب رسول ﷺ سلام پیش کرتے وقت اس کیفیتِ خاصہ کی پابندی نہیں کرتے تھے بلکہ کوئی حاضر خدمت ہوتا تو السلام علیکم عرض کرتا اور بعض اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ کہتے اور کچھ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عرض کرتے نیز صحابہ کرام علیہم السلام ابتداء اسلام سے آپ ﷺ کو سلام پیش کرتے چلے آ رہے تھے جو اسلام میں ان کو سکھلایا گیا تھا اور بعد ازاں ان کو جو سکھلایا گیا وہ نماز کا سلام تھا۔

الغرض یہ حقیقت مہر نیمروز کی طرح روشن ہوگئی کہ یہ طریقہ صلوٰۃ بھیجنے کا نماز سے مخصوص ہے اور صلوٰۃ کو علی الاطلاق اس کیفیت مخصوصہ میں مقید ٹھہرانا نص قطعی کے اطلاق کو منسوخ کرنے کے مترادف ہے جب کہ ظنی روایت اور خبر واحد کے ساتھ قطعی کا نسخ بالکل جائز نہیں ہے۔

درود پاک کی اقسام:

نیز اس خبر واحد میں کوئی حصر اور تخصیص کا کلمہ بھی نہیں کہ فقط یہی الفاظ ادا کیے جائیں دوسرے الفاظ سے صلوٰۃ کی ادائیگی درست نہیں۔ پھر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین اور تبع تابعین کے عہد سے آج تک اس دُرود و سلام پر عمل بھی چلا آ رہا ہے۔ اور سید عالم ﷺ سے بھی مختلف صیغے مروی و منقول ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے طور پر بھی مختلف انداز سے دُرود و سلام پڑھے اور پڑھنے کا حکم دیا اور مشائخ کرام نے دُرود و سلام کے صیغوں پر مشتمل کتابیں تصنیف فرمائیں جو ہزاروں دُرودوں اور سلاموں پر مشتمل ہیں اور سلاسلِ اربعہ

میں ان کا پڑھنا مروج اور معمول ہے اور مشائخ اپنے متعلقین کو بھی ان کے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں اور مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے بھی شہاب ثاقب ص 66 پر دلائل الخیرات شریف وغیرہ کے متعلق علماءِ دیوبند کے معمولات میں سے ہونے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کے پڑھنے کی تلقین کی تصریح کی ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ وسلام وَدرُود بر خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قرأت دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اسے استعمال کرنے اور ورد بنانے کو سخت قبیح ومکروہ جانتے ہیں (تا) حالانکہ ہمارے مقدس بزرگانِ دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی سند دیتے رہے ہیں اور ان کو کثرتِ درود وسلام وتحزیب وقراءت دلائل الخیرات وغیرہ کا امر فرماتے رہے ہیں ہزاروں کو مولانا گنگوہی ونانوتوی نے اجازت فرمائی اور مدتوں خود بھی پڑھتے رہے شہاب ثاقب ص:66)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روح البیان جلد سابع ص:333 پر فرمایا:

وَاعْلَمْ اَنَّ الصَّلَوَاتِ مُتَنَوِّعَةٌ اِلٰى اَرْبَعَةِ آلَافٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِلٰى اِثْنَىْ عَشَرَ اَلْفاً عَلٰى مَا نُقِلَ عَنِ الشَّيْخِ سَعْدِ الدِّيْنِ مُحَمَّدِ الْحِمَوِيِّ قُدِّسَ سِرُّهٗ كُلٌّ مِّنْهَا مُخْتَارُ جَمَاعَةٍ مِنْ اَهْلِ الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ بِحَسَبِ مَا وَجَدُوْهُ رَابِطَةَ الْمُنَاسَبَةِ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهٗ ﷺ وَفَهِمُوْا فِيْهِ الْخَوَاصَّ وَالْمَنَافِعَ۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ درُود وسلام چار ہزار انواع واقسام ہیں اور ایک روایت کے مطابق بارہ ہزار اقسام جیسا کہ شیخ سعد الدین محمد حموی قدس سرہ سے منقول ہے جن میں سے ہر ایک درُود شرق وغرب کے اخیار واصفیاء اور کاملین کی ایک جماعت کا مختار ہے جس کی بنائے اختیار اس درُود وسلام کی بدولت ان کے اور نبی الانبیاء ﷺ کے درمیان قائم ہونے والے ربط اور روحانی تعلق پر ہے اور ان خواص اور منفعتوں پر جو انہیں ان درُودوں اور صلوات میں معلوم ہوئی ہیں (اپنے نورِ فراست اور کشف کے ذریعے اور اپنے تجربات اور مشاہدات کی بدولت)

مشکلات سے نجات کا وظیفہ:

منها قوله: اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْلَ اللهِ (الی) اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَحْمَدُ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ صَلَوَاتُ اللهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَحَمَلَةِ عَرْشِهٖ وَجَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

این صلوات را صلوات فتح گویند چهل کلمه است صلوانے مبارک است ونزد علماء معروف ومشهور وبهر مراد ے که خوانند حاصل گردد هر که چهل بامداد بعد از ادائے فرض بگوید کار بستهٔ او بکشاید وبر دشمن ظفر یابد واگردد حبس بود حق تعالیٰ سبحانه اوراهائی بخشد وخواص او بسیار است۔(7/236)

ان درُودوں اور صلوات میں سے یہ درُود وسلام بھی ہے اس کو" صلوات فتح" کہتے ہیں جو چالیس کلمات (ندائیہ) پر مشتمل ہے۔ بہت بابرکت درُود ہے اور علماء کرام کے نزدیک مشہور و معروف اور جس مرام و مقصد کے لیے اسے پڑھیں وہ ضرور حاصل ہوگا جو شخص چالیس روز صبح کی نمازِ فرض ادا کرنے کے بعد یہ درُود پڑھے تو اس کی مشکل حل ہو جائے گی اور اسے دشمن پر ظفر وکامیابی حاصل ہوگی اور اگر قید وحبس میں ہو تو انشاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو رہائی اور خلاصی بخشے گا اور علاوہ ازیں بھی بہت خواص ہیں

منها قوله:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْحَرَمَيْنِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْخَافِقَيْنِ (الی) عَلَيْكَ عِتْرَتِكَ وَاُسْرَتِكَ وَاَوْلَادِكَ وَاَحْفَادِكَ وَاَزْوَاجِكَ وَاَفْوَاجِكَ وَخُلَفَائِكَ وَنُقَبَائِكَ وَنُجَبَائِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاَحْزَابِكَ وَاَتْبَاعِكَ وَاَشْيَاعِكَ سَلَامُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ایں را تسلیمات سبع گویند کہ ہفت سلام است ہر کہ بکارے در ماند و مہمات او فرو بستہ باشد ہفت روزے بعد از ادائے نمازے یازدہ بار صلوات فرستد پس ایں تسلیمات را ہفت بار بخواند مہم کفایت شود و حاجت روا گردد۔ (ص:236)

انہیں تسلیمات سبع کہتے ہیں کیونکہ سات (صیغے) سلام کے ہیں جو شخص کسی کام میں عاجز آجائے اور اس کے اہم معاملات میں رکاوٹ پیدا ہو جائے تو سات دن نماز ادا کرنے کے بعد گیارہ مرتبہ دُرود پڑھے پھر یہ سات سلام سات مرتبہ پڑھے تو اس کی مشکل دُور ہو جائے گی اور حاجت روا ہو جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کی زیارت کا وظیفہ:

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی چشتی صابری قدس سرہ العزیز نے سیدِ عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لیے جو دُرود و صلوات تلقین فرمائی ہیں وہ بھی صیغۂ نداء پر ہی مشتمل ہیں فرماتے ہیں (طریقِ زیارت ﷺ)

بعد نمازِ عشاء با طہارت کامل و جامۂ نو و استعمال خوشبو باادب تمام رو بسوئے مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جنابِ اقدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک ﷺ شود و دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آنحضرت ﷺ بلباس بسیار سفید و عمامۂ[1] سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کرسی تصور کند

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ "راست" اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ چپ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ در دل خود ضرب کند ایں درود شریف را ہر قدر کہ تواند پے در پے تکرار کند بعد ازاں ایں ہر

[1] علمائے دیوبند کو غور کرنا چاہیے جو سبز عمامہ کو جہنمیوں کی علامت بتاتے ہیں اور ان کی سبز عمامہ (یعنی دعوت اسلامی کے رد میں باقاعدہ کتابیں موجود ہیں) کم از کم اپنے پیر کو تو جہنمی نہ بنائیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے وظیفہ میں سبز عمامہ کا ذکر کیا ہے۔

سہ درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَاہُ ہر قدر کہ تواند بعدد طاق بخواند بوقت خفتن بست ویک بار سورہ اذا جاء نصر اللہ خواندہ بتصور جمال مبارک درود گویاں سر بسوئے قطب رو بقبلہ و بر دست راست بخسپد اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ خواندہ بر کف راست دمیدہ و زیر سر نہادہ بخسپد ایں عمل شب جمعہ یا شب دو شنبہ بکند، چند بار بعمل آرد ان شاء اللہ تعالیٰ بمطلوب خواہد رسید (ضیاء القلوب ص:81)

ترجمہ: نماز عشاء کے بعد کامل طہارت کے بعد نئے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر کامل ادب کے ساتھ منہ مدینہ منورہ کی طرف کر کے بیٹھے اور حقیقتِ محمدیہ کی بارگاہِ اقدس میں جمال مبارک کی زیارت کی التجا کرے اور دل کو تمام خیالات ووساوس سے خالی کر کے آنحضرت ﷺ کی صورت مبارک کا تصور اس طرح کرے کہ آپ ﷺ بہت سفید لباس زیب تن فرمائے اور سبز عمامہ سر انور پر باندھے ہوئے چودھویں کے چاند جیسے چمکتے چہرہ انور کے ساتھ میرے سامنے کرسی پر جلوہ افروز ہیں اور پھر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دائیں جانب متوجہ ہو کر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ بائیں جانب متوجہ ہو کر اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ دل کی طرف متوجہ ہو کر پڑھے اور اس درود کو پے درپے جس قدر بھی استطاعت وقدرت ہو بار بار پڑھے اس کے بعد یہ تین درود جس قدر ممکن ہو اس قدر زیادہ تعداد میں طاق مرتبہ پڑھے اور سوتے وقت اکیس مرتبہ سورہ اذا جاء نصر اللہ پڑھے اور جمال مبارک کا تصور کرتے ہوئے درود پڑھتے پڑھتے سر قطب شمال کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف کر کے لیٹے اور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھ کر دائیں ہاتھ پر دم کر کے اسے سر کے نیچے رکھ کر سو جائے اور یہ عمل جمعہ کی رات یا سوموار کی رات کرے اگر کئی مرتبہ اس پر عمل پیرا ہو گا تو انشاء اللہ مطلوب حاصل ہو جائے گا۔

اور دوسرے مقام پر اسی سعادت کے حصول کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ذکر کشف روح مبارک ﷺ صورت مثالیہ آنحضرت را تصور نمودہ دُرود خواند و بطرف راست یا احمد و چپ یا محمد و در دل یا رسول اللہ ضرب کند ہزار بار بگوید اعلانیہ یا در خواب از دولت دیدار مبارک مشرف شود

(ضیاء القلوب ص:58)

آنحضرت ﷺ کی صورتِ مثالیہ کا تصور کرتے ہوئے دُرود پڑھے اور دائیں جانب یا احمد (اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَحْمَد) اور بائیں جانب (اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّد) اور دل پر ضرب لگاتے ہوئے (اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ) ہزار مرتبہ کہے بیداری میں یا خواب میں نبی اکرم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کا شبلی رحمۃ اللہ علیہ پہ کرم فرمانا:

علامہ ابن القیم نے جلاء الافہام ص:258) اور علامہ حافظ شمس الدین سخاوی نے القول البدیع ص:173) پر حضرت شبلی کی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں مقبولیت اور آپ ﷺ کی ان پر نظرِ التفات اور نگاہِ لطف و کرم کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ یہ آیت کریمہ پڑھتے تھے:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔ [سورۃ التوبہ آیت:128]

اور پھر تین مرتبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّد پڑھتے تھے چنانچہ جب حضرت شبلی حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس ان کی مسجد میں تشریف لائے تو وہ ان کے استقبال کو اُٹھے اور انہیں گلے لگایا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تو ابوبکر محمد بن عمر نے ان سے عرض کیا

یَا سَیِّدِیْ تَفْعَلُ ھٰذَا بِالشِّبْلِیِّ اَنْتَ وَجَمِیْعُ مَنْ بِبَغْدَادُ یَتَصَوَّرَانِہٖ مَجْنُوْناً ؟ فَقَالَ فَعَلْتُ بِہٖ کَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَ بِہٖ۔

ترجمہ: اے میرے مخدوم ومولا تم شبلی کے ساتھ اس طرح تعظیم وتکریم سے پیش آ رہے ہو حالانکہ تم خود اور تمام اہل بغداد ان کو مجنون سمجھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا میں نے ان کے ساتھ ویسے ہی سلوک کیا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کو ان کے ساتھ کرتے دیکھا ہے اور پھر اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ میں خواب میں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے مشرف ہوا اور دیکھا کہ شبلی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں تو آپ ﷺ ان کے لیے اُٹھے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا جب میں نے عرض کیا: کہ آپ ان سے یہ مہربانی کیوں فرما رہے ہو۔ فرمایا: یہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے اور اس کے بعد یہ تین مرتبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّد پڑھتا ہے چنانچہ جب شبلی میرے پاس تشریف لائے تو میں نے ان کی نماز کے بعد والے ورد ووظیفہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اس وقت بھی وہی کیفیت بیان کی۔

اور علامہ سخاوی نے مزید کہا کہ امام ابوبکر مجاہد نے کہا:

اَلَا اَقُوْمُ لِمَنْ یُّعَظِّمُہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

کیا میں اس کے لیے قیام نہ کروں جس کی رسول پاک ﷺ تعظیم کریں پھر فرمایا کہ مجھے رسول معظم ﷺ نے خواب میں دیدار سے مشرف فرمانے کے بعد کہا کہ کل تیرے پاس ایک جنتی شخص آئے گا لہٰذا اس کے آنے پر اس کی تعظیم وتکریم کرنا جب میں نے تعمیل ارشاد میں حضرت

شبلی کی تعظیم وتکریم کی تو دو تین رات بعد پھر آپ ﷺ نے دولتِ دیدار سے مشرف فرمایا:

اَکْرَمَکَ اللّٰہُ کَمَا اَکْرَمْتَ رَجُلاً مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔

اللہ تجھے بزرگی وبرتری بخشے جیسا کہ تو نے ایک جنتی آدمی کی تعظیم وتکریم کی ہے۔ جب میں نے اس کرم نوازی اور بندہ پروری کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو اسی (80) سال سے ہر نماز کے بعد یہ عمل کرتا چلا آرہا ہے۔

اَفَلَا اُکْرِمُ مَنْ یَّفْعَلُ ھٰذَا۔

تو کیا ایسے پاکیزہ عمل والے شخص کی میں تعظیم نہ کروں۔

اگر یہ دُرود کسی فضیلت وبرتری کا حامل نہ ہوتا تو اس کا پڑھنے والا اس قدر تعظیم وتکریم اور جنت کی بشارت کا مستحق کیونکر ہوتا؟ گویا یہ دُرود اس قدر مقبول بارگاہِ رسالت اور مقبول بارگاہِ خداوند تعالیٰ ہے کہ ہر مراد برآتی ہے ہر مشکل حل ہوتی ہے اور دولتِ دیدار جیسی عظیم نعمت بھی اس کی بدولت حاصل ہوتی ہے اور چشمِ بخت وا ہو جاتی ہے اور دل کی میل دُھل جاتی ہے اور آئینۂ قلب اس قدر صاف اور اجلا ہو جاتا ہے کہ آفتابِ حقیقت محمدیہ کے جلوے اس میں جھلکنے لگتے ہیں اور دیدۂ بصیرت اور دیدۂ بصر حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دیدار والی نعمتِ عظمیٰ سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اور نبی الانبیاء ﷺ ایسے دُرود پڑھنے والوں کی خود بھی تعظیم وتکریم فرماتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہیں اگر یہ دُرود وصلوٰۃ ہی نہ ہوتے اور ان کا پڑھنا بدعت اور ناجائز ہوتا تو یہ فوائد عظیمہ کیونکر ان کی بدولت حاصل ہوتے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کو یہ سب دُرود وسلام پسند ہیں تو پھر کسی دوسرے سے اس کے جواز کی سند حاصل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہو سکتی ہے۔

(نوٹ: اس کو مولانا زکریا نے بھی تبلیغی نصاب میں ذکر کیا ہے لیکن اب جو تبلیغی نصاب چھپ رہی ہے اس سے دُرود پاک کا باب ہی نکال دیا گیا ہے)

کیا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ سپیکری دُرود ہے:

آج کل بعض بے باک اور گستاخ لوگ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کو سپیکری دُرود اور بریلی کے دُرود سے تعبیر کر کے اس کی اہمیت کو کم کرنے بلکہ اس کو ناجائز ثابت

کرنے کی سعی ناپاک کرتے ہیں تو ان کی توجہ کے لیے عرض ہے کہ ان اقوال کو غور سے پڑھیں تا کہ حقیقتِ حال واضح ہو جائے اور اس دُرود و سلام کے فوائدِ عظیمہ اور اس کی شانِ قبولیت کھل کر سامنے آجائے اور یہ توہم بیخ و بن سے اُکھڑ جائے۔ نیز مزید توضیح بھی پیش خدمت ہے ہو سکتا ہے باعثِ ہدایت اور موجبِ انابت ہو۔

علامہ حافظ شمس الدین سخاوی فرماتے ہیں:

ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ اِلَى الْاَجْزَاءِ بِكُلِّ لَفْظٍ اَدّٰى الْمُرَادَ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى قَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ قَالَ فِيْ اَثْنَاءِ التَّشَهُّدِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اَجْزَاَهٗ۔

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ لفظ جو نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ کے مقصد کو پورا کردے وہ کافی ہے حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ اگر تشہد کے دوران اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کہہ دے تو یہ نمازی کے لیے کافی ہے یعنی صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا پر اس صورت میں عمل ہو گیا اور تعمیلِ فرمان ہو گئی۔

اور علامہ حسین احمد دیوبندی شہاب ثاقب میں تصریح کرتا ہے کہ دُرود کے ضمن میں ندائے یارسول اللہ جائز ہے چنانچہ لکھتا ہے وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا۔

کہ وہ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہلِ حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اُڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ صورت دُرود شریف کو اگرچہ بصیغۂ نداء و خطاب کیوں نہ ہوں مستحب اور مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔ (شہابِ ثاقب، ص:65)

اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ یہ صرف بریلی کا دُرود نہیں بلکہ دراصل اہلِ حرمین کا دُرود ہے اور صدیوں پہلے کے اکابر نے اس کو جائز بھی کہا اور اس پر عمل پیرا بھی رہے اور علمائے دیوبند بھی کل تک ان اہلِ حرمین سے متفق تھے اور اس دُرود کے منکروں کو خبیث اور پلید سمجھتے تھے مگر

اب وہی خبیث اسی روش و کردار اور نظریہ وعقیدہ پر ہوتے ہوئے طیب اور پاک ہو گئے ہیں تو اس کا سبب موجب اور باعث بیان کرنا اخلافِ دیوبند کی ذمہ داری ہے۔

اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝

ترجمہ: کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔[سورۃ ھود آیت:78]

کیا دُور سے ندائیہ کلمات کے ساتھ درُود وسلام پڑھنا جائز ہے:

نیز اس فرق کا بطلان بھی واضح ہو گیا کہ روضۂ اقدس پر تو اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جائز ہے مگر دور سے جائز نہیں۔

کیونکہ حسین احمد مدنی صاحب نے خود بھی دُور سے پڑھنے کو جائز رکھا اور اہلِ مکہ کا پڑھنا بھی تسلیم کیا اور ظاہر ہے کہ وہ دوری اور نداء غائبانہ کی صورت ہی ہے۔اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ یا بقول بعض علماء اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ جو تشہد میں پڑھتے ہیں وہ بعید سے بھی پڑھا جاتا ہے لہٰذا یہ تفرقہ بھی غلط ہے۔

جن مقامات پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا منع ہے:

اگر چہ صلوٰۃ وسلام کا حکم مطلق ہے اور از روئے قواعد واصول مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھا جانا لازم ہے تاوقتیکہ تقیید و تخصیص پر کوئی دلیل اسی پائے کی موجود نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور اجلال وتکریم کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ [سورۃ الفتح آیت:9]

ترجمہ: تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اور اس رسول کی تکریم وتوقیر کرو اور صبح وشام ان کی طہارت وتقدیس بیان کرو اور فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

[سورۃ الحج آیت:32]

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کے تقویٰ وطہارت سے ہیں اور اس آیت کریمہ کے اندازِ بیان سے واضح ہے کہ ان کی تعظیم وتکریم کا خلاف تقویٰ وایمانداری کے منافی ہے لہٰذا کسی ایسے مقام پر درُ ودوسلام پڑھنا جو عظمتِ رسالت اور آدابِ نبوت کے مطابق اور شایانِ شان نہ ہو تو وہ درست نہیں ہوگا علمائے اسلام نے ایسے مقامات کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّمَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ وَالْاِحْتِسَابِ وَقَصْدِ التَّعْظِيْمِ وَرَجَاءِ الثَّوَابِ وَلِهٰذَا كَرِهَ الْعُلَمَاءُ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ ﷺ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاضِعَ وَهِيَ الْجِمَاعُ وَحَاجَةُ الْاِنْسَانِ وَشُهْرَةُ الْمَبِيْعِ وَالْعَثْرَةُ وَالتَّعَجُّبُ وَالذَّبْحُ وَالْعَطَاسُ عَلٰى خِلَافٍ فِي الثَّلَاثَةِ الْاَخِيْرَةِ وَذَكَرَ الشَّيْخُ يُوْسُفُ بْنُ عُمَرَ اَلْاَكْلَ بَدَلَ شُهْرَةِ الْمَبِيْعِ وَزَادَ الرَّصَاعُ مَايَصْدُرُ مِنَ الْعَوَامِ فِي الْاَعْرَاسِ وَغَيْرِهَا مِنَ اشْتِهَارِهِمْ اَفْعَالَهُمْ لِلنَّظَرِ اِلَيْهَا بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مَعَ زِيَادَةِ عَدَمِ الْوَقَارِ وَالْاِحْتِرَامِ بَلْ بِضِحْكٍ وَّلَعِبٍ ثُمَّ ذَكَرَ مِنَ الْمَوَاضِعِ الَّتِيْ نُهِيَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فِيْهَا اَلْاَمَاكِنَ النَّجَاسَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ (مطالع المسرات ص:26)

نبی اکرم ﷺ پر درُ ودوسلام عبادت اور رضائے الٰہی کے حصول، تعظیم وتکریم کے ارادہ اور حصول ثواب کی امید ورجاء پر بھیجا جائے اور اسی لیے علماء کرام نے نبی کریم ﷺ پر سات مقامات میں درُ ودوسلام کو مکروہ قرار دیا ہے۔ جماع کے وقت، قضاء حاجت کے دوران، قابل فروخت چیز کی تشہیر کے لیے اور لغزش کھانے پر اور بوقتِ تعجب اور ذبح اور چھینک کے اگرچہ ان آخری تین کی کراہت میں علماء کا باہم اختلاف ہے۔

اور شیخ یوسف بن عمر نے قابلِ فروخت چیز کی تشہیر کی جگہ کھانے کا ذکر کیا ہے اور رصاع نے ان پر اضافہ کرتے ہوئے اس صلوٰۃ کا بھی ذکر کیا ہے جو عوام شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر اپنے افعال لہو ولعب کی تشہیر اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کہتے ہیں جس میں بہت بے توقیری اور ترکِ احترام ہوتا ہے بلکہ ہنسی مزاح اور کھیل کود کی صورت ہوتی ہے۔ پھر مزید برآں ان مقامات میں سے جن میں دُرود وسلام مکروہ وممنوع ہے ان مقامات کو بھی شمار کیا ہے جن میں پلیدی اور نجاست موجود ہو واللہ اعلم۔

علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں فرماتے ہیں اور چھینک آنے پر بعض کے نزدیک دُرود شریف پڑھے اور اکثر علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے جیسا کہ شرعۃ اور اس کی شرح میں مذکور ہے کہ چھینک کے وقت نبی اکرم ﷺ کا ذکر نہ کرے بلکہ الحمد للہ کہے اور نہ ذبح کے وقت حتیٰ کہ اگر بوقتِ ذبح بسم اللہ واسمِ محمد کہے گا تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا کیونکہ یہ ذبح خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں رہے گی اور اگر بسمِ اللّٰہ وصلی اللّٰہُ تعالیٰ علی محمد کہے تو یہ مکروہ ہے اور نہ تعجب کے وقت دُرود بھیجے کیونکہ تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا چاہیے (روح البیان: 7/232)

دُرود وسلام کے جائز مقامات:

قبل ازیں عرض کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا مطلق ہے اور وہ اپنے اطلاق کے لحاظ سے تمام اوقات اور احوال کو شامل ہے جس طرح صلوٰۃ وسلام کے معنیٰ پر مشتمل ہر صیغہ کو شامل ہے۔ لہٰذا کسی مقام میں اس کی ممنوعیت اور عدمِ جواز محتاجِ ثبوت ہے نہ کہ اس کا جواز اور اباحت یا استحباب۔ لہٰذا جس جگہ علماء اسلام نے عدم جواز کی تصریح کی ہو اور اس کا دارومدار بھی کسی قطعی دلیل پر ہو تو وہ قول قابل قبول ہوگا اور حجت وسند جس طرح قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ جو مقامات آنحضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور اجلال وتکریم کے منافی ہیں وہاں مکروہ ہے۔ اور جہاں یہ امر مانع متحقق نہ ہوگا وہاں پر جائز ہوگا جن میں بعض میں واجب، بعض میں سنت، اور بعض میں مستحب ومستحسن ہوگا۔

علامہ ابن القیم نے چالیس سے زیادہ مقامات کا ذکر کیا ہے جن میں صلوٰۃ وسلام واجب ہے یا تاکیدی مستحب ومستحسن اور علامہ سخاوی نے اٹھاسی (88) سے زیادہ ایسے مقامات کی

تصریح کی ہے لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حق میں سرورِ عالم ﷺ نے یہ مژدہ سنایا اور بشارت دی کہ پھر تو تمہاری تمام مشکلات حل ہو جائیں گی اور سب حاجات پوری ہو جائیں گی جب انہوں نے عرض کیا تھا کہ ہم اپنا تمام وقت دیگر اوراد و وظائف کی بجائے صرف آپ ﷺ پر دُرود و سلام پڑھنے میں ہی صرف کریں گے تو اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ صلوٰۃ و سلام کا حکم اپنے اطلاق اور عموم پر ہے اور فرائض و واجبات کے بعد تمام اوقاتِ عزیز ان میں صرف کرنا بہت بڑی عبادت اور سعادت ہے۔ لہٰذا ان حضرات نے جو مقامات ذکر کیے ہیں وہ وجوب یا استحباب مؤکد کے مقامات ہیں نہ یہ کہ جواز و اباحت ان میں ہی منحصر ہے اور ان کے علاوہ مقامات میں جائز ہی نہیں۔

اذان سے پہلے اور اس کے بعد دُرود و سلام کا حکم:

بدقسمتی سے آج کل یہ مسئلہ انتہائی اختلافی بن چکا ہے اور ایک فریق شب و روز اس کی حرمت اور عدمِ جواز کو بیان کرنا اور اس سے لوگوں کو دور رکھنا اپنا فرض اولین سمجھنے لگا ہے اور پڑھنے والوں پر بڑے سخت الفاظ میں تنقید کرنے لگے ہیں حالانکہ مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی حدیث جو قبل ازیں ذکر ہو چکی ہے اس میں اذان کے بعد نبی اکرم ﷺ نے خود دُرود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی یہ مژدہ بھی سنایا ہے کہ تمہارے ایک دُرود کے بدلے اللہ تعالیٰ تم پر دس دُرود بھیجے گا اور یہی روایت بروایت مسلم مشکوٰۃ شریف میں بھی مذکور ہے لہٰذا اذان کے بعد نبی اکرم ﷺ کے حکم کو رد کرنے کے مترادف ہے اور امت کو اللہ تعالیٰ کی صلوات سے محروم کرنے کا موجب بھی جو کسی مسلمان کے بھی شایانِ شان نہیں چہ جائیکہ علماء اعلام وارثانِ انبیاء کے۔

سوال: اذان کے بعد دُرود و سلام کے پڑھنے کا حکم تو صرف سامعین کے لیے ہے نہ کہ اذان کہنے والے کے لیے جب کہ کلام مؤذن کے دُرود و سلام پڑھنے میں ہے۔

جواب: حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مؤذن ہم سے اجر و ثواب میں بڑھ گئے اور ہم اس ثواب اور فضیلت سے محروم رہ گئے جو مؤذن کو حاصل ہوتی ہے تو اس کے تدارک اور اسی قدر اجر و ثواب حاصل کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: کہ مؤذن کے ساتھ

ساتھ اذان کے کلمات دہراتے چلے جاؤ ماسوائے (حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ) کے کیونکہ یہاں پر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہنے کا حکم ہے تو تمہیں بھی اجر وثواب حاصل ہو جائے گا لیکن دُرود اور دُعائے وسیلہ کا حکم یہ سب کو شامل ہے ۔ ورنہ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مؤذن کے لیے دعائے وسیلہ بھی مانگنا منع ہے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اس دعا پر استحقاقِ شفاعت کا مژدہ ہے اور اسے مؤذن کے حق میں ممنوع ٹھہرا کر اسے استحقاق شفاعت سے محروم کرنا لازم آئے گا اور اسی طرح دُرود وسلام پڑھنے سے روکنا بھی اللہ تعالیٰ کے دس گنا دُرود وسلام سے محروم کرنے کو مستلزم ہے اور علمی اصطلاح میں اس اندازِ بیان کو صنعتِ استخدام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یعنی قُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ کی ضمیر سے سامعین مراد ہیں اور دوبارہ اعادہ کی صورت میں مؤذن اور سامع سبھی مراد لیتے ہوئے ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ اور ثُمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فرما دیا۔

نیز دُرود وسلام دُعا سے قبل مسنون ہے اور دعا مؤذن کے لیے مسنون تو دُرود بھی مسنون ہے ۔ اسی طرح اذان سے قبل دُرود وسلام کہنے کا حکم مخصوص اگرچہ وارد نہیں لیکن عمومات واطلاقاتِ نصوص اس کو بھی شامل ہے اور اس میں کوئی بے ادبی اور بے توقیری بھی نہیں بلکہ مؤذن پاک جگہ میں بدن پاک اور لباس پاک کے ساتھ دُرود پڑھتا ہے لہٰذا اس کا ناجائز اور ممنوع ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

سوال: اس طرح اذان میں اضافہ لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں ہے۔

جواب: اضافہ تو آخر میں پڑھنے سے بھی لازم آجاتا ہے لیکن وہ سنّت ہے لہٰذا اضافہ کا بہانہ مشترک ہے مگر آخر میں اس دلیل کا مدلول اور نتیجہ مختلف ہے اور اس حکم یعنی عدمِ جواز کا دعویٰ باطل ہے لہٰذا اس شبہ کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہے علی الخصوص جب کہ اذان کا لب ولہجہ اور انداز الگ ہوتا ہے اور دُرود شریف کا اس سے بالکل مختلف۔

نیز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق ابوداؤد شریف باب الاذان فوق المنارۃ کے تحت حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بنو النجار کی صحابی انصاری عورت سے مروی منقول ہے کہ میرا

مکان مسجد نبوی کے اطراف میں سب مکانوں سے بلند تر تھا لہٰذا حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اس پر دیتے تھے چنانچہ آپ پچھلی رات آ کر مکان کی چھت پر بیٹھ جاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرنے لگتے جونہی فجر طلوع ہوتی تو اُٹھ کھڑے ہوتے پھر کہتے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَاسْتَعِيْنُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيْمُوْا دِيْنَكَ. قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ ". قَالَتْ: وَاللهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ۔

(ابو داؤ شریف جلداول ص:77)

ترجمہ: اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد طلب کرتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔ انصاریہ فرماتی ہیں کہ پھر اذان کہتے اور بخدا ان کا ان کلمات کو کسی بھی رات میں ترک کرنا میرے علم میں نہیں ہے یعنی ہمیشہ یہ کلمات فجر کی اذان سے پہلے کہا کرتے تھے۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ، قَالَتْ: " كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ، فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَاسْتَعِيْنُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيْمُوْا دِينَكَ، قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ". قَالَتْ: وَاللهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ۔

ترجمہ: قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت کہتی ہے مسجد کے اردگرد گھروں میں سب سے اونچا میرا گھر تھا، بلال رضی اللہ عنہ اسی پر فجر کی اذان دیا کرتے تھے، چنانچہ وہ صبح سے کچھ پہلے ہی آتے اور گھر پر بیٹھ جاتے اور صبح صادق کو دیکھتے رہتے، جب اسے دیکھ لیتے تو انگڑائی لیتے، پھر کہتے: "اے اللہ! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اور تجھ ہی سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں"،

وہ کہتی ہے: پھر وہ اذان دیتے، قسم اللہ کی، میں نہیں جانتی کہ انہوں نے کسی ایک رات بھی ان کلمات کو ترک کیا ہو۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث:519 تحفۃ الأشراف بمعرفۃ الاطراف:18378)

فائدہ عظیمہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ روز مرہ کا معمول تھا جو نبی اکرم ﷺ اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان جو مدینہ منورہ میں موجود تھے ان کے علم میں تھا لیکن نہ نبی اکرم ﷺ کو یہ اذان میں اضافہ معلوم ہوا اور نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اور نہ خود حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اور نہ ہی کسی نے ان کو منع فرمایا تو گویا ان کا یہ عمل حدیث تقریری اور اجماعِ صحابہ اور اجماعِ اہلِ مدینہ اور اجماعِ عترت رسول ﷺ کے قبیل سے ٹھہرا۔ جس کے بعد کسی مسلمان کے لیے اس قسم کے کلماتِ حمد اور دُعا کے جواز میں شک وشبہ اور تردد وتذبذب کی گنجائش نہیں ہو سکتی تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر حمد خداوند تعالیٰ اور قریش کی ہدایت اور ان کے لیے خدمتِ اسلام کی توفیق کی دعا جائز ہے اور یقیناً جائز ہے تو درُود مصطفیٰ ﷺ کیونکر ناجائز اور ممنوع ہو سکتا ہے اور اسے اذان میں اضافے کے بہانے ناجائز کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

اذان کے درمیان دُرود وسلام پڑھنا:

فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جب مؤذن أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ پہلی مرتبہ کہے تو سامعین کہیں صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه اور دوسری دفعہ کہے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہے۔

علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان میں فرمایا:

ثُمَّ اِنَّ لِلصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ مَوَاطِنَ مِنْهَا اَنْ يُصَلِّىْ عِنْدَ سَمَاعِ اسْمِهِ الشَّرِيْفِ فِي الْاَذَانِ قَالَ الْقُهُسْتَانِيُّ فِيْ شَرْحِهِ الْكَبِيْرِ نَقْلاً عَنْ كَنْزِ الْعِبَادِ اِعْلَمْ اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ ... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه وَعِنْدَ سَمَاعِ الثَّانِيَةِ قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْ لَ

اللّٰهِ ثُمَّ يُقَالُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرِ الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ قَائِدًا لَّهٗ اِلَى الْجَنَّةِ انتهى (روح البیان:7/228)

خلاصہ مفہوم یہ کہ صلوات وتسلیمات کے بہت سے مقام ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اذان میں آپ ﷺ کا نام مبارک سننے پر صلوٰۃ پڑھے۔علامہ قہستانی نے شرح کبیر میں کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ جان لو مستحب یہ ہے کہ شہادت رسالت کا کلمہ پہلی بار سننے پر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه کہے اور دوسری مرتبہ سننے پر دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھ کر کہے قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ﷺ کی بدولت ہے اے رسول باری تعالیٰ کیونکہ اس طرح کہنے سے نبی اکرم ﷺ جنت تک رسائی کے لیے اس کی قیادت اور دستگیری فرمادیں گے اور یہی مضمون طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح میں موجود ہے ملاحظہ ہو ص:122،علامہ شامی نے ردالمختار حاشیہ درمختار میں ذکر فرمایا ہے ملاحظہ ہو جلد اوّل ص:370،فتاوی رضویہ ج،5 ص:648)

اذان اور اقامت کے درمیان صلوٰۃ وسلام:

جماعت کا قرب بیان کرنے کے لیے جو کلمات استعمال کیے جاتے ہیں انہیں "تثویب" کہتے ہیں اور اس میں کسی خاص علامت کو معین کر لینا جائز ہے مثلاً تنحنح (کھنگھورنا) قامت قامت (نماز شروع ہو رہی ہے) اَلصَّلٰوةُ اَلصَّلٰوةُ (نماز کی طرف آؤ)۔

وَلَوْ اَحْدَثُوْا اَعْلَامًا مُّخَالِفًا لِّذٰلِكَ جَازَ۔

اور اس کے علاوہ علامات مقرر کرلیں تو بھی جائز ہے (کذافی النہر عن المجتبی شامی جلد اول ص:362) لہٰذا اگر صلوٰۃ وسلام کو بطور تثویب اور اطلاع کی نیت سے پڑھا جائے تو بھی جائز ہوگا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور حکومت میں امراء وسلاطین پر مروج سلام کو ترک کرا کر سرورِ عالم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا اور علمائے کرام نے اسی کو اختیار کیا درمختار میں فرمایا:

اَلتَّسْلِيْمُ بَعْدَ الْاَذَانِ حَدَثَ فِيْ رَبِيْعَ الْاٰخِرِ سَنَةَ سَبْعِ مِئَةٍ وَاِحْدٰى وَثَمَانِيْنَ فِيْ عِشَاءِ لَيْلَةِ اثْنَيْنِ ثُمَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ بَعْدَ عَشَرَ سِنِيْنَ حَدَثَ فِي الْكُلِّ اِلَّا فِي الْمَغْرِبِ ثُمَّ فِيْهَا مَرَّتَيْنِ وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ۔

یعنی نبی اکرم ﷺ پر اذان کے بعد سلام پیش کرنے کا طریقہ 781ھ ربیع الثانی میں شروع ہوا پہلے پہل صرف سوموار کی عشاء کو سلام پیش کیا جاتا تھا پھر جمعہ کے دن بھی یہ سلام مروج ہو گیا اور دس سال بعد 791ھ مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں اذان کے بعد (اور جماعت سے قبل) رواج پذیر ہو گیا پھر نماز مغرب میں بھی دو دفعہ کہا جانے لگا اور یہ بدعتِ حسنہ ہے اور علامہ شامی نے فرمایا: کہ جو تاریخ صاحبِ درمختار نے ذکر کی ہے وہی نہر فائق میں سیوطی علیہ الرحمۃ کی کتاب "حسن المحاضرۃ" سے منقول ہے۔

ثُمَّ نَقَلَ عَنِ الْقَوْلِ الْبَدِيْعِ لِلسَّخَاوِيْ اَنَّهٗ فِيْ سَنَةِ 791ھ وَاَنَّ ابْتِدَاءَهٗ كَانَ فِيْ اَيَّامِ السُّلْطَانِ النَّاصِرِ صَلَاحِ الدِّيْنِ بِاَمْرِهٖ۔

پھر علامہ سخاوی کی کتاب القول البدیع سے نقل فرمایا کہ اس کا آغاز 791ھ میں ہوا اور اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین کے حکم سے ہوئی اگر چھ سو سال سے زائد عرصہ کے علماء اعلام شوافع اور احناف کے نزدیک وہ بدعتِ حسنہ ہے اور کارِ ثواب اور ممنوع و مکروہ نہیں ہے تو اب اس کے خلاف شور و شر اور نزاع و خلاف قطعاً زیبا نہیں ہے اور اس کو روکنے کی کوشش کرنا دین میں مداخلت کے مترادف ہے کیونکہ بدعت شرعیہ صرف بدعت سیہ ہے یعنی جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو اور اس کے عموم واطلاق اور دلالت النص یا اشارہ النص اور اقتضاء النص سے ثابت نہ ہو وہ ناجائز ہے اور جو عموم واطلاق میں داخل ہو یا دلالت واشارت اور اقتضاء کے طور پر ثابت ہو تو اس پر عمل قرآن وحدیث پر عمل ہے اور اسے بدعت کہنا محض لغوی لحاظ سے ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز باجماعت ایک امام کے پیچھے بدعتِ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یہ اچھی اور بہترین بدعت ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ اَحْدَثَ الْمُؤَذِّنُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَالسَّلَامَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (القول البدیع ص:192)

یعنی مؤذنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کو اذان کے بعد جاری کر دیا پانچوں فرائض کی اذانوں میں ماسوائے فجر اور جمعہ کے کہ ان میں اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کہتے ہیں اور ماسوائے مغرب کے کہ اس کو وقت کی تنگی کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں (تا)

وَقَدِ اخْتُلِفَ فِیْ ذٰلِکَ هَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ اَوْ مَکْرُوْهٌ اَوْ بِدْعَةٌ اَوْ مَشْرُوْعٌ وَاسْتَدَلَّ لِلْاَوَّلِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَافْعَلُوا الْخَیْرَ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ الصَّلٰوۃَ وَالسَّلَامَ مِنْ اَجَلِّ الْقُرَبِ لَا سِیَّمَا وَقَدْ تَوَارَدَتِ الْاَخْبَارُ عَلَی الْحِثِّ عَلٰی ذٰلِکَ (الٰی) وَالصَّوَابُ اَنَّهٗ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ یُؤْجَرُ فَاعِلُهٗ بِحُسْنِ نِیَّتِهٖ۔ (ص:193)

ترجمہ: اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا وہ مستحب ہے مکروہ یا بدعت یا جائز اور مستحب ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا گیا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کام کرو اور یہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام عظیم وجلیل عبادات کے قبیل سے ہے خصوصاً جب کہ روایاتِ کثیرہ میں اس کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے (تا) اور صواب وصحیح یہی ہے کہ وہ بدعتِ حسنہ مستحبہ ہے اس پر کاربند شخص کو اس کے حسن نیت کی وجہ سے اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔

(وکذافی النہر الفائق ورد المختار:1/362)

تنبیہ:

اگرچہ صلوٰۃ وسلام بعض مقامات میں مباح بلکہ مستحب ہوتا ہے مگر جب اس کی اباحت اور استحباب کو برقرار رکھنے کے لیے وہ مؤکد ہو جاتا ہے۔ جیسے وضو حوض سے کرنا مباح ہے لیکن معتزلہ نے جب اسے ناجائز قرار دیا تو علمائے اہلِ سنت نے اس کو مستحب مؤکد قرار دے دیا تا کہ ترکِ عمل کی وجہ سے لوگوں کے ذہن میں عدمِ جواز اور ممنوعیت راسخ نہ ہو جائے۔

وَالتَّوَضِّیْ مِنَ الْحَوْضِ اَفْضَلُ مِنَ النَّهْرِ رَغْماً لِّلْمُعْتَزِلَةِ

اَیْ لِاَنَّ الْمُعْتَزِلَۃِ لَا یُجِیْزُوْنَہٗ مِنَ الْحَوْضِ فَتَرْغَمُھُمْ بِالْوُضُوْءِ مِنْھَا قَالَ فِیْ الْفَتْحِ وَھٰذَا اِنَّمَا یُفِیْدُ الْاَفْضَلِیَّۃَ لِھٰذَا الْعَارِضِ فَفِیْ مَکَانٍ لَا یَتَحَقَّقُ یَکُوْنُ النَّھْرُ اَفْضَلُ"

(درِ مختار مع شامی ص:1/172)

ترجمہ: اور وضو حوض سے کرنا نہر کی نسبت افضل ہے معتزلہ کی تذلیل کے لیے یعنی اس لیے کہ معتزلہ اس کو حوضوں سے جائز نہیں رکھتے لہٰذا تم حوض سے وضو کے ذریعے ان کی تذلیل اور مقصد میں ناکامی کا سامان کیا کرو۔ علامہ ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں فرمایا: کہ حوض کو نہر پر افضلیت اس امر عارض کی وجہ سے ہے لہٰذا جہاں پر یہ امر عارض موجود نہیں ہوگا تو وہاں پر نہر سے وضو کرنا بنسبت حوض کے افضل ہوگا۔

اور اس قاعدہ کو علمائے دیوبند نے اس طرح بے دریغ استعمال کیا کہ زاغ معروفہ کا کھانا جہاں بُرا سمجھا جاتا ہو وہاں اس کے کھانے کو مستحب اور کارِ ثواب بنا دیا ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ از شیخ رشید احمد گنگوہی 2/162)

لہٰذا اس ضابطہ اور قاعدہ کے تحت جہاں اذان کے بعد اور دعائے وسیلہ سے قبل اسے ناجائز کہا جائے تو اس کی سنیت زیادہ مؤکد ہو کر درجۂ وجوب تک پہنچ جائے گی کیونکہ وہ صریح حدیث کا انکار ہے اور بطورِ تثویب پڑھنے یا اذان سے پہلے پڑھنے سے مطلقاً منع کیا جاتا ہو تو وہاں بھی اس کا پڑھنا مستحب مؤکد ہو جائے گا کیونکہ کالا کوا کھانا اگر بذاتِ خود علمائے دیوبند کے نزدیک مباح تھا مگر اہلِ سنّت کی مخالفت میں کارِ ثواب بن گیا تو صلوٰۃ و سلام تو پہلے ہی اہم عبادت اور قربت تھا اور موجب سعادت اور باعثِ ترقیٔ درجات اور حصولِ شفاعت تو اس کا استحباب مزید مؤکد ہو جائے گا اور یہ مقدر کی بات کہ کوئی صلوٰۃ و سلام بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر کے ثواب و درجات حاصل کرتا ہے اور کوئی کالے کوے کھا کھا کر۔

گلیم بخت کسے کہ بافند سیاہ
بآب زمزم وکوثر سفید نتواں کرد

هٰذَا مَا تَيَسَّرَ لِهٰذَا الْعَبْدِ الضَّعِيفِ عَلٰى سَبِيلِ الْاِرْتِجَالِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ الْكُرَمَاءِ وَاَصْحَابِهٖ الْبَرَرَةِ التُّقٰى وَالنُّقٰى وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰى يَوْمِ الْجَزَاءِ۔

بوقتِ اذان درود وسلام پڑھنے کا عدالتی فیصلہ:

از مسٹر جسٹس نذیر احمد صدیقی صاحب

گزشتہ دنوں بہاولپور میں یہ صورت پیش آئی کہ چند شر پسند عناصر نے دفعہ 144 کی خلاف ورزی کو بنیاد بنا کر جامع مسجد عبادیہ بغدادیہ الجدید کی انتظامیہ کے خلاف تھانہ بغداد میں درخواست گزاری کہ مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ اضافی کلمات پڑھے جاتے ہیں اور ان کی ادائیگی میں کافی ٹائم لگتا ہے جس سے نہ صرف دفعہ 144 کی خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ بیماروں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اس درخواست پر تھانہ بغداد کی پولیس نے فوراً ایکشن لیا مسجد کے مؤذن کو تھانے لے گئے سپیکر کے استعمال پر سخت پابندی عائد کر دی گئی جس پر رانا عبد الرحیم صاحب ایڈووکیٹ کے توسط سے ہائی کورٹ بہاولپور میں رٹ پٹیشن نمبر 2000/1459 دائر کی گئی چند پیشیوں کے بعد مورخہ 18 ستمبر 2000 کو ہائی کورٹ نے درج ذیل فیصلہ جاری کیا:

Lahore High Court Bahawalpur Bench Bahawalpur

Appeal/Revision no.W.P 1459/2 0 0 0 in view of the above، it is here by directed that respondents shall not prevent pettitioner from using the loudspeaker for the purpose of AZANDAROOD-O- SALAM.

(Judge) Nazir Ahmad Siddiqi

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

حیلہ اسقاط کی دعا:

كُلُّ حَقٍّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ وَالْكَفَّارَاتِ وَالْمَنْذُوْرَاتِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ الَّتِيْ كَانَتْ فِيْ ذِمَّةِ هٰذَا الْمَيِّتِ بَعْضُهَا اَدّٰى فِيْ حِيْنِ الْحَيٰوةِ وَبَعْضُهَا لَمْ يُؤَدِّ الْاٰنَ عَاجِزٌ عَنْ اَدَائِهَا اَعْطَيْتُكَ هٰذَا الْمُصْحَفَ الشَّرِيْفَ مَعَ هٰذَا الْمَتَاعِ رَجَاءً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يَغْفِرَ لَهٗ بِفَضْلِهٖ وَبِرَحْمَتِهٖ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

قَالَ [1] عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِجْعَلُوْا الْقُرْاٰنَ وَسِيْلَةً اِلٰى نَجَاةِ مَوْتَاكُمْ [2] فَتَحَلَّقُوْا وَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذَا الْمَيِّتِ بِحُرْمَةِ الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ وَتَنَاوَلُوْا بِاَيْدِيْكُمْ مُتَنَاوِبَةً وَفَعَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ اٰخِرِ خِلَافَتِهٖ فِيْ زَمَانِهٖ لِامْرَأَةٍ مُلَقَّبَةٍ بِحَسِيْنَةِ بِنْتِ عَزْبَدْ زَوْجَةِ مَلَأْبِ بِجُزْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ مِنْ مَالِيَ اِلٰى عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ فِيْ حَلَقَةِ عِشْرِيْنَ رَجُلًا وَمَا شَاءَ ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِاِنْكَارِ مَرْوَانَ بِعِنَادٍ وَقَدْ شَاعَ فِيْ زَمَنِ هَارُوْنَ الرَّشِيْدِ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مومنو! قرآن پاک کو اپنے مُردوں کی نجات کا وسیلہ بناؤ تو حلقہ باندھ لو اور یوں کہو اے اللہ کریم بحرمت اس قرآن پاک کے اس میّت کی مغفرت فرما اور ہاتھوں ہاتھ قرآن پاک کو لیتے جاؤ اور یاد رکھو کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت

---

[1] اس فرمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سند یوں بیان کی گئی ہے حدثنا العباس بن سفیان عن عیینۃ عن ابن عون عن محمد بن عبداللہ قال قال عمر ایھا المؤمنون الخ۔۔۔ علماء نے اس سند کو قوی قرار دیا ہے۔

[2] بعض نسخوں میں الی نجاۃ الموتیٰ ہے۔